قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ

ہاں چلو حشر کے بازار کا سودا دیکھو

نقد سرمایۂ امت کا سیاہا دیکھو

سلک مرصع

یعنی

بیان واقعۂ کربلا

مؤلفہ جناب مولوی سید محمود صاحب ساکن حیدرآباد

مطبع مقتدر دکن حیدرآباد میں طبع ہوئی

CHECKED 1995

التماس

یہ قصہ وہ نہین تم جس کو قصہ خوان سے سنو
ستم کشون کی کہانی مری زبان سے سنو

قبل اس کے کہ یہ کتاب ملاحظہ مین لائی جائے ہم کو اپنے معزز ناظرین کی خدمت مین بہت سی قابل عفو معذرتین کرنی ہین ۔ یہ مضمون جو پیش کیا جاتا ہے ایک ایسے واقعہ کا مرقع ہے جس کو ایک مدت سے کل اسلامی دنیا دیکھ رہی ہے ۔ اور جسکے خط و خال پر ہر اعلی و ادنی کی نگاہین پڑ چکی ہین ۔ کربلا کا غضب ناک معرکہ کون مسلمان ہے جو نہین جانتا ؟ ہندوستان مین تو ہندو بھی اس واقعہ سے بہ نسبت مسلمانون کے کم واقف نہین ہین ۔ اور صدق دل سے اعتقاد رکھنے مین بھی مسلمانون کے برابر ہین ۔ ہر سال محرم مین سیکڑون ہزارون روپئے نذر و نیاز مین صرف کیئے جاتے ہین ۔ غریب سے غریب آدمی بھی قرض دام لیکر اپنے مقدور سے زیادہ خرچ کرتا ہے ۔ جا بہ جا تعزیہ داری کی مجلسین ترتیب دی جاتی ہین ۔ اور اون مین مرثیہ خوانی ہوتی ہے ماتم کیا جاتا ہے ۔ اہل مجلس کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام حسینؑ

گویا آج ہی شہید ہوئے ہین ۔ اور کیون نہو؟ اون کی مصیبت ، اونکی مظلومی ، اون کی بیکسی اور اون کی اعلی خاندانی اسی بات کی مقتضی ہے ۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے؟ کہ کسی ادنی سے ادنی آدمی کی بھی لاش گھوڑون سے پایمال کی گئی ہے ۔ اور اوسی حالت مین تین دن تک بے گور و کفن دھوپ مین پڑی رہی ہے ۔ اس کا رنج اور اس کا الم اگر ساری عمر کیا جائے تو بھی کم ہے ۔ بلکہ کچھ بھی نہین ہوا ۔ اگر ہم مسلمان ہین تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اون کے نام پر اپنی جان قربان کر دین ۔ رونا اور پیٹنا تو کس شمار مین ہے ۔ کیونکہ اس واقعہ کا تعلق دراصل ہمارے پیغمبر کی ذات سے ہے ۔

عام دلچسپی کی شہرت نے اس واقعہ کو ایسی وسعت دی ہے کہ اس کے ایک ایک مضمون پر سو سو قسم کے رنگ چڑھ گئے ۔ نازک خیال شاعرون نے اس کے بیان مین وہ وہ زور آزمائیان کی ہین کہ قلم توڑ دیئے ۔ ایسی صورت مین اس پر قلم اوٹھانا دن کو چراغ جلانا ہے ۔ بھلا! مین ایسا کہان کا جادو بیان ہون کہ یہ میرا مضمون اون معجز نگارون کے سامنے فروغ پا سکے جنہون نے باوجود اپنی اعلی لیاقت کے اسی ایک فن مین اپنی تمام عمر صرف کر دی ہے ۔ مین اور میرا خدا ، سچ کہتا ہون کہ مجھے نہ تو اتنی لیاقت تھی کہ جس کے بل پر ایسی جرات کر سکتا ۔ اور نہ اتنی فرصت تھی کہ بیکار بیٹھے رہنے سے اوکتا کر اس کے لکھنے پر متوجہ ہوتا ۔ یہ تو صرف ایک دوست کی اصرار نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا ۔ نہ اپنے حسن بیان کے اظہار نے ۔ اگرچہ مین جانتا ہون کہ یہ جو کچھ مین نے لکھا ہے اس کے صلہ کی امید مجھے اونہین بزرگوارون سے زیادہ رکھنی چاہیئے جنکا ذکر اس کتاب مین کیا گیا ہے ۔ لیکن چونکہ یہ واقعہ کیا بلحاظ اپنے عبرت انگیز حالات کے اور کیا بنظر اپنے مذہبی تعلقات کے ایک ایسا اثر رکھتا ہے کہ

جس کے سننے کے بعد ممکن نہین کہ دل پہلو مین تڑپ نہ جائے ۔ اور یہ پیرایہ بھی جو
مین نے اختیار کیا ہے ایک نیا پیرایہ ہے ۔ اس لیے خیال کیا جاتا ہے کہ شاید اسمین
کسی قدر دلچسپی پیدا ہو جائیگی ۔ اگر اتنا بھی نہو تو عقیدت مند ناظرین کو صرف
اون بزرگوارون کی خوشنودی مد نظر رکھنا بھی کچھ کم فائدہ کی بات نہو گی جنہون نے ہماری
بہتری کے لیے اسقدر مصیبتین جھیلی ہین ۔

جہانتک ہو سکا مین نے صحیح صحیح واقعات معتبر کتابون کے داخلہ سے لکھے ہین پھر بھی
ممکن ہے کہ بفحوائے "الانسان مرکب من الخطاء والنسیان" اس مین کچھ غلطی نکلے ۔ لہذا
مجھے اپنے مہربان ناظرین سے قوی امید ہے کہ وہ اگر کسی مقام کو اصلاح طلب دیکھینگے
تو اوس کی ترمیم کر دینگے ۔ فقط

مقام حیدرآباد
مرقوم نہم محرم ۱۳۰۹ھ ہجری

راقم
سید محمود

هو العلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی ہو کل المحنۃ والبلاء لعبادہ الاتقیاء ۔ واخصہم بالتسلیم والرضاء وشکرہ بما وعد الصابرین باحسن الجزاء ۔ والصلوۃ والسلام علی افضل الانبیاء محمد المحمود فی الارض والسماء ۔ وآلہ وذریتہ والمطہرین من الرجس والخطاء واصحابہ المتصفین بالصدق والصفاء ۔ سیما الامام الہمام السعید سید الشہداء خامس اہل الکساء ۔ مولائی ومولی الکونین ابی عبد اللہ الحسین المقتول بسیف الجفاء

لمولفہ

الصلوۃ والسلام ای نذر رب المشرقین	الصلوۃ والسلام ای نور چشم میم وعین
الصلوۃ والسلام ای بدل ذات مصطفے	الصلوۃ والسلام ای تاج فرق فرقدین
الصلوۃ والسلام ای راحت جان رسول	الصلوۃ والسلام ای قبلہ گاہ [illegible]
الصلوۃ والسلام ای فلذہ کبد بتول	الصلوۃ والسلام ای حب تو شد فرض عین
الصلوۃ والسلام ای فدیۂ راہ خدا	الصلوۃ والسلام ای باعث صد نور و شین
الصلوۃ والسلام ای مورد کرب و بلا	الصلوۃ والسلام ای صابر و شاکر حسین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محسن کشی کے درد سے دل بیقرار ہے
کتنا ہے وہ درخت کہ جو سبز بردار ہے

احسان کیا چیز ہے؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب بہت آسانی سے دیا جا سکتا ہے۔ ہر ایک وہ چیز جس کی کسی کو حاجت ہو کسی ایسے شخص کی طرف سے دی جائے جس کے دینے کا اوسپر کوئی حق نہ ہو وہ احسان ہے خواہ وہ چیز صرف ایک بات ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے کہ اوس کو وہ بات معلوم نہ تھی جسکے باعث وہ ایک پریشانی کی حالت میں تھا اور اب معلوم ہو جانے سے اوسکی پریشانی دفع ہو گئی۔ بس احسان ہو گیا۔ احسان ایک عربی لفظ ہے۔ اسکے معنے نیکی کرنے کے ہیں۔ نیکی سے مراد یہ ہے کہ کسی کے ساتھ بھلائی کی جائے پس اگر کوئی شخص کسی کے ساتھ بھلائی کرے تو اوس کی نسبت اللہ جل شانہ اپنے کلام پاک میں یوں فرماتا ہے کہ "ہل جزاء الاحسان الا الاحسان" کیا احسان کا بدلہ سوائے احسان کے کچھ اور بھی ہے؟ یعنے کچھ نہیں۔ جب تک احسان کے

بدلہ مین احسان نہ کیا جائے احسان اوترتا نہین ۔ اعلی درجہ کے لوگ تو احسان کے معاوضہ مین احسان کرنے کو بھی اوس کا معاوضہ نہین سمجھتے ۔ کیونکہ وہ جانتے ہین کہ جو شخص پہلے احسان کرتا ہے اوس کے لیے کوئی وجہ ایسی نہین ہوتی جو احسان کرنے پر مجبور کرے ۔ بلکہ وہ تو صرف اپنی نیک نفسی کو کام مین لاتا ہے ۔ اور اوسکا بدلہ جو کیا جاتا ہے وہ فی الحقیقت بہ مجبوری کیا جاتا ہے ۔ کیونکہ اگر احسان نہ کیا جاتا تو اوس کا بدلہ وجود مین نہین آسکتا تھا ۔ اس قسم کے لوگون کے خیال مین تو کسی کا احسان کسی پر سے اوترتا ہی نہین ۔ خیر کچھ ہی کیون نہو ۔ لیکن احسان کا معاوضہ کرنا اوس کے نکرنے سے بہتر ہے ۔ اس مین اگر کچھ اور نہین تو اتنا ضرور ہے کہ انسانیت ظاہر ہوتی ہے ۔ احسان کئی قسم کا ہوتا ہے ۔ ایک تو وہ ہے کہ اوس مین صرف زبانی کوشش ہوتی ہے ۔ ایک وہ ہے کہ اوس مین روپیہ خرچ ہوتا ہے ۔ ایک وہ ہے کہ جس مین محنت کرنی پڑتی ہے اور ایک احسان وہ ہے کہ جس مین یہ دونون تینون باتین ہوتی ہین ۔ جبکہ ہم احسان کی اقسام پر نظر کرینگے تو ہم کو لازم ہوگا کہ اوسکی حیثیت پر بھی غور کرین ۔ جیسی حیثیت احسان کی ہوگی ویسا ہی اوس کے معاوضہ مین بھی لحاظ کرنا ضرور ہوگا ۔ اگر ایسا نہ کیا جائیگا تو معاوضہ کا اطلاق اوسپر صادق نہ آئیگا ۔ اور خدا تعالی کے فرمان کا منشا پورا نہوگا ۔

ہمارے رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے اپنی قوم پر جو جو احسان کیے اوسکے لیے اللہ جلشانہ نے یہ فرمایا ہے کہ "قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی ومن یقترف حسنۃ نزد لہ فیہا حسنا ان اللہ غفور شکور" ای محمد تم اپنی قوم سے کہدو کہ

مین تم سے اس کے بدلہ مین کوئی اجرت نہین مانگتا مگر اتنا چاہتا ہون کہ میرے اقربا سے محبت رکھو ۔ اور جو شخص نیکی کمائیگا ہم اوسمین اور حسن بڑہا دینگے ۔ بیشک خدا بخشنے والا ہے قدرشناس ہے ۔ تفسیر معالم التنزیل مین لکھا ہے کہ اس آیت مین لفظ "حسنۃ" سے مراد محبت اور اطاعت اہل بیت ہے ۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان کا معاوضہ اہل بیت کی محبت اور اطاعت کرنا ہے ۔ اور وہ ایک ایسی بات ہے کہ جس مین معاوضہ کے علاوہ نیکی بھی ہے ۔ اور نیکی بھی کیسی ؟ جو قبولیت کی رونق سے چمک اوٹھنے والی ہے ۔ اور پھر اوسپر طرہ یہ کہ اہل بیت کی محبت اور اطاعت کرنے والون پر خدا کی نہ صرف بخشایش ہی ہوتی ہے بلکہ بارگاہ کبریائی مین اونکی قدر و منزلت بھی کیجاتی ہے ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ کے اقربا کون ہین جنکے ساتھ محبت کرنیکا حکم ہوا ہے آپ نے فرمایا ۔ علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین ہین ۔

اللہ جلشانہ نے ہمارے حضرت کو اپنی رسالت کا معاوضہ قوم سے طلب نہ کرنے کے لیے جو ارشاد فرمایا ہے اوس کی کیا وجہ ہے ؟ کیا اس نظر سے کہ یہ کام کچھ ایسا بڑا نہ تھا ! جو معاوضہ لینے کے قابل سمجھا جاتا ۔ یا معاوضہ لینے کے قابل تو تھا لیکن قوم معاوضہ دینے کے لائق نہ سمجھی گئی ۔ یا وہ کام ایسا سنگین تھا کہ اوس کا معاوضہ ہو ہی نہین سکتا تھا ۔ جبکہ ہم قوم کی حالت اور کام کی حیثیت پر نظر کرتے ہین تو یہ آخری ہی وجہ صحیح معلوم ہوتی ہے ۔ اس قوم کی درستی کے لیے حضرت نے کیسی کیسی اذیتین خود قوم کے ہاتھون اوٹھائین اور کیا کیا مشقتین اپنے اوپر

گوارا کیین ۔ جنکے بیان کرنے کو ایک مدت اور جنکے لکھنے کو بڑی فرصت چاہیے ۔
جب کہین اس قوم کے بخت جاگے ۔

زمانہ جاہلیت کا حال تاریخون مین دیکھو تو معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم کی حیثیت
کیا تھی اور ان کا طرز معاشرت کیسا تھا ۔ کوئی قوم دنیا مین مہذب نہین بن سکتی
جب تک کہ اوسکو تعلیم و تربیت نہو ۔ کوئی ملک دولتمند نہین ہو سکتا جب تک کہ اوسکی
زمین قابل زراعت نہو ۔ ملک عرب کی سرزمین سے اکثر ہمارے ناظرین واقف ہین کہ
اوسمین بجز ریگستان اور کوہستان کے کچھ نہین ہے ۔ کوسون پانی کا نام نہین ۔ منزلون
سبزی کا پتا نہین ۔ نہ کہین تناور درخت ہین جنکے سایہ مین بھولے بھٹکے مسافرونکو
دہوپ کی شدت سے پناہ مل سکے ۔ نہ کہین سبزہ ہے جس سے آنکھون کو ٹھنڈک
اور دل کو تازگی پہونچ سکے ۔ ٹھنڈی خوشگوار ہوا کے عوض مین لوؤن کی لپٹ باد صرصر
کے طوفان ہین ۔ جس سے ریتی کے [illegible] اور ہمیشہ ادہر سے ادہر اور ادہر سے
ادہر پہاڑون کے جیسے ٹیلے ہو جاتے ہین مسافرون کو راستے کی شناخت
نہین ہوتی ۔ اور اوس آتش ریز بیابان مین بھٹک بھٹک کر ہلاک ہو جانیکے
سوا کوئی چارہ نہین ہوتا ۔ بعض مخصوص مقامات کے سوا نہ کہین دریا ہین نہ چشمے
ایسی حالت مین اگر کہین پر ببول اور کھجور کے سایہ دار جھنڈ اور آب شیرین کا چشمہ
مل گیا تو ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھی جاتی ہے ۔ اوس ملک کے رہنے والے اکثر ایسے
ہی مقامات پر بستے ہین ۔ اور محنت مزدوری کرکے اپنی شکم پروری کرتے ہین ۔
ایسی حالت کے لوگون سے کیونکر امید کیجا سکتی ہے کہ وہ دولتمند ہونگے اور تعلیم
و تربیت پاکر مہذب بنینگے ۔

ملک عرب ایشیا کے شمال وجنوب مین ایک جزیرہ نما ہے ۔ یہ جزیرہ نما بحر قلزم کے مشرقی ساحل پر کنعان (فلسطین) کے جنوب مین واقع ہے ۔ اسکے جنوب کی طرف بحر ہند ہے اور مشرق کی جانب بحیرۂ فارس اسکی حد بندی کر رہا ہے یعنے اسکے سنگستانی سواحل کو تین طرف سے سمندر کا پانی تھپیڑے دے رہا ہے اور چوتھی طرف ایک لق ودق اور دشوار گزار بیابان پڑا ہے ۔ اس زمین پر زراعت نہین ہوتی البتہ گھوڑے ۔ اونٹ ۔ بکریان اور دنبے کثرت سے پیدا ہوتے ہین اور بہت اچھے ہوتے ہین ۔ وہان کے لوگونکی گزران اکثر اونہین پر ہوتی ہے ۔ اور تجارت کے لیے بندرگاہ جدہ ہے جو مکہ معظمہ سے چالیس میل کے فاصلہ پر ہے ۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ بحر قلزم کے قریب اور ایک دوسرے سے دو سو ستر میل کے فاصلہ پر واقع ہین ۔ مکہ معظمہ سے ایک مہینہ کی راہ پر یمن ہے ۔ اور اسی قدر فاصلہ پر دوسری جانب شام ہے ۔ یہ مقدس شہر تین پہاڑونکے بیچ مین ایک میدان پر جو دو میل لمبا اور ایک میل چوڑا ہے واقع ہے ۔ زمین سنگستانی ہے پانی اوس متبرک چاہ زمزم تک کا بھی کھاری ہے ۔ پیشتر یہان بھی پانی کی بڑی قلت تھی ۔ مگر اب تو نہر زبیدہ کے آجانے سے بہت آرام ہو گیا ہے ۔ (۱)

(۱) — خلفائے عباسیہ کے عہد سلطنت مین ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ خاتون نے بغداد کی ندی (دجلہ) سے ایک نہر تخمیناً سات فیٹ عریض کاٹ کر مدینہ منورہ ہوتے ہوئے مکہ معظمہ کا اور وہان سے کوہ عرفات کا چکر دیکر قصبہ منیٰ مین لاکر چھوڑ دی ہے یہ نہر شروع سے آخر تک زمین کے اندر نہایت مستحکم سنگ بست لاکھون روپیہ کے صرف سے تیار ہوئی ہے جو اب تک اوس نیک بی بی کی یادگار باقی ہے ۔ اور جس سے لاکھون آدمی خصوصاً ایام حج مین زائرین مکہ ومدینہ زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً فائدہ اوٹھاتے ہین منہ

اس ملک کے لوگ جو عرب کہلاتے ہین اسمعیل علیہ السلام کی اولاد ہین ۔ جبکہ ابراہیم علیہ السلام اپنے والد کے انتقال کے بعد اپنے آبائی وطن ملک اسٹریا سے ہجرت کرکے کنعان مین آکر بسے اور وہان اونکو دوسری بی بی ہاجرہ کے بطن سے اسمعیل پیدا ہوئے تو پہلی بی بی سارہ کے لحاظ سے جنکو کوئی اولاد نہونے کی وجہ سے اکثر رنج و ملال رہتا تھا اسمعیل کو اور اون کی مان کو وہان سے نکال کر اوس مقام پر لائے کہ جہان اب شہر مکہ آباد ہے ۔ اور خدا کے حکم سے وہان بیت اللہ کی بنا ڈالی ۔ اور جب وہ مقدس مکان تیار ہوا تو یہ دعا کی ۔ جیسا کہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے کہ "ربنا انی اسکنت ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ۔ ربنا لیقیموا الصلوۃ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات لعلھم یشکرون" اے میرے پروردگار! مین نے اپنے بال بچون کو ایک ایسے جنگل مین جو بالکل ناقابل زراعت ہے تیرے معزز گھر کے نزدیک اسلیے بسایا ہے کہ وہ تیری عبادت کرین ۔ اے میرے پروردگار تو لوگون کے دل انکی طرف رجوع کردے اور اونکے رزق مین میوے دے تاکہ وہ شکرگزار رہین ۔ ابراہیم علیہ السلام کی دعا مقبول ہوئی ۔ ہر طرف سے لوگ اس مقدس گھر کے طواف اور حج کو آنے لگے اور اسمعیل کی اولاد کے کھانے کے لیے ستر میل کے فاصلہ (طائف) سے کھجور ۔ انگور ۔ انجیر ۔ انار اور تربوز وغیرہ میوہ جات جانے لگے ۔ اون کی اولاد مین خدا نے اسقدر برکت دی کہ اوس تمام ملک مین وہی وہ ہوگئے ۔

زمانہ کے انقلاب سے یہان کے لوگ جاہل ۔ وحشی اور بت پرست ہوگئے تھے انمین نہ تو علم و ہنر کا چرچا تھا ۔ نہ دینداری اور خدا پرستی کا چسکا ۔ پوری مشرک اور کافر

بن گئے تھے ۔ یہانتک کہ اوس مقدس بیت اللہ کو ایک اعلی درجہ کا صنم خانہ بنا رکھا تھا
خدا کا نام بھولے سے بھی اون کی زبان پر نہ آتا تھا ۔ غرض اونکی دنیا اور آخرت
دونون خراب تھین ۔ جیسا کہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ "خسر الدنیا والآخرۃ ذلک ہو الخسران
المبین" جب یہ حالت خدا کو پسند نہ آئی تو انکی ہدایت کے لیے حضرت کو نبوت اور
رسالت عنایت فرمائی ۔ اوس وقت آپکی عمر شریف چالیس سال کی تھی ۔ نبوت
ملنے کے بعد تیئیس سال زندگی وفا کی ۔ اس تیئیس سال مین دس سال تو قوم کے ہاتھون
اذیت اوٹھانے مین گزر گئے ۔ جن کانون نے عمر بھر کلمۃ الحق نہ سنے ہون اون کو کب
گوارا ہو سکتا تھا کہ حضرت کی پند و نصیحت خوشی سے سنین اور اپنے باپ دادا کی چال
چھوڑین ۔ سب کے سب دشمن جان بن گئے ۔ یہانتک کہ حضرت کو اپنے آبائی
وطن مکہ معظمہ سے ہجرت کرنی پڑی ۔ اسکے بعد تیرہ سال کا زمانہ جو اطمینان کا زمانہ
کہا جا سکتا ہے اوس مین بھی ایک بڑا حصہ جہاد و قتال مین صرف ہوا ۔ ایسی
بگڑی ہوئی قوم کا بنانا کچھ آسان کام نہ تھا ۔ لیکن خدا کے بھروسہ پر حضرت نے اپنا فرض
منصبی ادا فرمایا ۔ خدا کی قدرت ہے کہ اس قلیل مدت کی ہدایت اور تربیت نے
وہ اثر دکھایا کہ تمام ملک عرب کفر کی تاریکی سے نکل کر ایمان کی روشنی مین آگیا ۔
وہی لوگ جو پہلے کافر تھے اب مسلمان بنے ۔ اور جو حیوان تھے وہ انسان ہوئے
دنیا مین عزت اور آخرت مین جنت ملی ۔ پھر تو بڑھتے بڑھتے ایسے بڑھے کہ آسمان کے
تارے ہو گئے ۔ تمام دنیا ان کو حیرت کی نگاہ سے دیکھنے لگی ۔ دنیاداری مین سب سے
اول درجہ بادشاہت کا اور دینداری مین سب سے اول درجہ ولایت انکا موروثی
ترکہ ہو گیا ۔ مغرب سے لیکر مشرق تک ان کی حکومت اور عدل کا سکہ بیٹھ گیا ۔

ساری دنیا میں ان کے علم و فضل کا ڈنکا بج گیا ۔ ایسی قوم کے اسقدر عروج کرنے کی کسے امید تھی ؟ اور کس کے خیال میں آسکتا تھا ؟ کہ چرواہے بادشاہ بن جائینگے ۔ اور جاہل مطلق عارف کامل ہو جائینگے ۔ یہ محض ہمارے حضرت کا صدقہ ہے کہ مٹی کو اکسیر بے پیروں کو پیر بنا دیا ۔ اگر ان کا کلمہ نہ پڑھیں تو پھر کس کا پڑھیں ۔ سبحان اللہ ۔ حضرت کی کیا ذات پاک تھی ۔ جنکا نام لینے سے کفر کافور اور شرک دور ہو جاتا ہے ۔ کیا کہوں بشریت ایسا گلے کا ہار ہو گئی ہے کہ کچھ کہا نہیں جاتا ۔ نہیں تو کچھ اور کہتا ۔

اللہ جلشانہ نے جسقدر کمالات کل انبیائے سلف کو عنایت فرمائے تھے وہ سب کے سب ہمارے حضرت کی ذات مبارک میں جمع کر دیئے تھے ۔ اور پھر اون کمالات کے اشتراک میں بھی ہمارے حضرت شریک غالب تھے ۔ دیکھئے ! آدم اور داؤد علیہما السلام نے خلیفۃ اللہ کا لقب پایا تو ہمارے حضرت خدائی کے ظہور کا باعث کہلائے ۔ چنانچہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ "لولاک لما خلقت الافلاک" اور "لولاک لما اظہرت الربوبیۃ" اگر تو نہوتا تو پیدا نکرتا میں آسمانوں کو ۔ اگر تو نہوتا تو ظاہر نکرتا میں خدائی کو ۔ ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ کا خطاب ملا تھا ہمارے رسول مقبول کو خدا تعالی نے اپنا حبیب فرمایا ۔ سلیمان علیہ السلام کی سیر ہوا پر ہوتی تھی تو ہمارے حضرت کی سیر عرش پر ہوئی ۔ اون کی حکومت فقط ملک شام پر تھی ۔ اور یہاں آپ کے نام کی بدولت تمام روئے زمین پر ہے ۔ کلمہ "اشہد ان محمدا رسول اللہ" نے سب کا سر جھکا دیا ہے ۔ اور آیندہ بھی انشاء اللہ تعالی قیامت تک جھکاتا رہیگا ۔ یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال انسان کے معمولی حسن و جمال سے بیشک بڑھا ہوا تھا ۔ مگر سراپا نور نہ تھے ۔ ہمارے حضرت سراپا نور تھے ۔ اسی لیے

آپ کے جسم مبارک کا سایہ نہ تھا ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "انا من نور اللہ وکل شیٔ من نوری" مین خدا کے نور سے بنا ہون اور تمام چیزین میرے نور سے بنی ہین ۔ اور "من رانی فقد رای الحق" جس نے مجھے دیکھا بیشک اوس نے خدا کو دیکھا ۔ یونس علیہ السلام عبادت مین بہت مشہور ہین ۔ مگر ہمارے حضرت کی عبادت اور ریاضت کو خدا تعالی بھی مان گیا ۔ اور فرمایا کہ "یا ایہا المزمل قم اللیل الا قلیلاً" اے اوڑھنے والے رات کو ذرا کم اوٹھا کر ۔ مطلب یہ کہ راتون کو جاگتے جاگتے اور عبادت کرتے کرتے تھک جاوگے ذرا آرام بھی لیا کرو ۔ حضرت رات کو نماز مین اسقدر کھڑے رہتے تھے کہ پانون ورم کر جاتے تھے لہذا یہ آیت اوتری ۔ ایوب علیہ السلام کا صبر مصائب دنیا پر چند روزہ تھا اور آخر اون کو اسی دنیا مین راحت بھی نصیب ہوگئی ۔ ہمارے حضرت کا صبر اہل بیت کی مصیبت پر کیا حالت زندگی مین بلحاظ واقعات آیندہ کے اور کیا آیندہ بدنظر وقوع واقعات کے قیامت تک ہے ۔ اس کی حقیقت آیندہ ناظرین پر ظاہر ہوگی ۔ موسی علیہ السلام کو کلیم اللہ کا خطاب ملا تھا ۔ اور وہ خدا سے باتین کرتے تھے مگر جب وہ طور پر گئے اور طالب دیدار ہوئے تو اون کو ٹکا سا جواب مل گیا "لن ترانی" تو مجھے ہرگز نہین دیکھ سکتا ۔ ہمارے حضرت عرش کے پرے اوس مقام پر گئے جس کو لامکان کہتے ہین ۔ اور خدا سے اتنے قریب ہوگئے کہ دو انگل کا بھی فرق نرہا ۔ خود اللہ جلشانہ فرماتا ہے کہ "ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی فاوحی الی عبدہ ما اوحی" پھر نزدیک ہوا اور جھک گیا تو گویا دو کمانون کے قبضے مل گئے یا اوس سے بھی کم ۔ پھر سمجھا دیا اپنے بندہ کو جو کچھ کہ سمجھانا تھا ۔ یہ وہ مقام ہے کہ

جہان دونی کو گنجایش ہی نہین ۔ عیسی علیہ السلام روح اللہ تھے اور وہ مردون کو زندہ کرتے تھے ۔ ہمارے حضرت کی تعلیم و تلقین نے لوگون کے دلون پر وہ اثر کیا تھا کہ بفحوائے "موتوا من قبل ان تموتوا" فنافی اللہ کے مقام کو پہونچ گئے تھے ۔ یعنے جیتے جی مر گئے تھے ۔ مردون کو تو ان کے امتیون نے زندہ کر دیا اس کے علاوہ اور بہت سے فضائل و کمالات ایسے ہین جو خاص ہمارے حضرت کی ذات سے مخصوص ہین ۔ ان مین کسی نبی کی شرکت نہین ۔ جیسے قامت مبارک کا سایہ نہونا ۔ اور پشت مبارک پر مہر نبوت کا ہونا ۔ اور آپ کی بعثت تمام عالم پر جن و انس سے بلا تخصیص کسی قوم اور ملک کے ہونا ۔ اور خاتم النبیین کے لقب سے سرفرازی پانا بحکم اس آیت کے کہ "ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین" محمد تم مین سے کسی مرد کا باپ نہین ہے مگر خدا کا رسول اور کل پیغمبرون کا خاتم ہے ۔ اور خطاب رحمۃ للعالمین کا خدا کی بارگاہ سے عطا ہونا جیسا کہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ "وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین" ہم نے تجھے نہین بھیجا بلکہ عالم کے لیے رحمت کو بھیجا ہے ۔ اور سیر معراج سے مشرف ہونا ۔ جیسا کہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے کہ "سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی ۔ الذی بارکنا حولہ لنریہ من آیاتنا انہ ہو السمیع البصیر" پاک ہے وہ کہ جس نے سیر کرائی اپنے بندہ کو رات کے وقت بیت اللہ سے طرف بیت المقدس کے جس کی سیوار کو ہم نے برکت دی ہے ۔ تاکہ دکھائین اوس کو کچھ ہماری نشانیان ۔ بیشک وہ سننے والا ۔ دیکھنے والا ہے ۔ مطلب یہ کہ ہمارے حضرت مین قدرت کے عجائبات دیکھنے کی اور کلام بے حرف و صوت سننے کی قابلیت تھی ۔

جو بات اون سے کہی جاتی تھی وہ سن سکتے تھے ۔ اور جو چیز دکھلائی جاتی تھی وہ دیکھہ سکتے تھے ۔ کوئی نہین کہہ سکتا کہ آنحضرت نے کیسا سنا اور کیسا دیکھا ۔ ※

یہ فضائل تو ظاہری تھے جو اس دنیا مین نشانہ کیے گئے ۔ آیندہ آخرت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ عطا ہونے والا ہے وہ یہ ہے ۔ کہ روز قیامت کا اہتمام آپ کے سپرد ہوگا ۔ یعنے محشر کے میدان مین جھنڈا کھڑا کرنا ۔ جس کا نام لوا الحمد ہے ۔ اور آپ کا کرسی ڈالکر عرش کی دہنی جانب مقام محمود پر تشریف رکھنا ۔ جیسا کہ خدا تعالی خبر دیتا ہے کہ "عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا" امید ہے کہ تیرا پروردگار تجھے مقام محمود مین کھڑا کرے ۔ اور شفاعت عامہ کی اجازت کا حاصل ہونا ۔ موافق اس آیت کے کہ "ولسوف یعطیک ربک فترضی" اور بہت جلد تیرا خدا تجھے اتنا دیگا کہ تو راضی ہو جائیگا ۔ اور سب سے پہلے پل صراط پر سے

※ ہجرت سے ایک سال پہلے ماہ رجب کی ستائیسوین شب مین جناب رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم حرم کعبہ مین اپنی پھوپی ام ہانی کے گھر آرام فرماتے تھے ۔ نصف شب گزرنے کے بعد جبرئیل آئے اور حضرت کو سوتے سے جگا کر کہا کہ چلئے جناب باری نے آپکو بلایا ہے ۔ حضرت اوسی وقت دروازہ کھول کر باہر نکلے ۔ آپ نے دیکھا کہ ایک جماعت فرشتون کی حاضر ہے اور ایک براق زین کسا ہوا کھڑا ہے ۔ جبرئیل نے آپ کو بیت اللہ مین لیجا کر آپ کا سینہ مبارک چاک کیا اور آپ کے دل کو آب رحمت سے دھویا اور پھر دستور آپ کے سینہ کو درست کر دیا ۔ وہان سے آپ براق پر سوار ہو کر فرشتون کی جلو کے ساتھ بیت المقدس کو تشریف لیگئے ۔ اور وہان

گزر کر حوض کوثر پر تشریف لیجانا اور وہان سب اون لوگون کی مہمانداری کرنا جو بہشت مین جانے والے ہین ۔ بحکم "انا اعطینا ک الکوثر" بے شک ہم نے تجھے کوثر پر اختیار دیا ہے ۔ اور بہشت کا دروازہ اپنے دست مبارک سے کھول کر سب کو بہشت مین پہونچانا ۔ یہ تمام باتین ایسی ہین جنسے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خدا کے بعد ہمارے حضرت ہی ہین ۔ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالے اور اوس کے تمام فرشتے حضرت پر درود بھیجتے ہین ۔ اور مسلمانون کو حکم دیا گیا ہے کہ تم بھی درود بھیجا کرو ۔ جیسا کہ قرآن مجید مین آیا ہے کہ "ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما" خدا اور اوس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہین ، اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو ۔ اوسپر (نبی پر) درود بھیجو اور سلامتی مانگو ۔

تتمہ

اور روح انبیاء کی جماعت کے امام ہو کر نماز ادا فرمائی ۔ پھر وہان سے اوسی براق پر سوار ہو کر آسمان پر چلے گئے ۔ ایک ایک آسمان پر ایک ایک نبی مرسل سے ملاقات اور گفتگو کر کے ساتون آسمان طے فرمائے اور اوس کے بعد سدرۃ المنتہی تک پہونچے (یہ ایک درخت ہے ساتوین آسمان کے پرے جسکو طوبیٰ بھی کہتے ہین ۔ جبرئیل کا مقام وہین ہے) اور وہان بیت المعمور اور حوض کوثر اور نہر الرحمۃ کو ملاحظہ فرمایا ۔ یہانتک تو جبرئیل ہمراہ رکاب تھے ۔ اور آگے آپ کی سواری کے لیے رفرف آیا (یہ ایک تخت روان کا نام ہے) آپ اوسپر سوار ہو کر عرش معلے تک گئے ۔ اس منزل مین جبرئیل ساتھ نہ تھے ۔ تنہا حضرت کی ذات تھی

اب یہ دیکھنا ہے کہ جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے اس قوم کو دنیا اور آخرت دونون کی بادشاہت مل گئی ۔ اور اتنے بڑے کام کے بدلے مین خدا تعالی نے حضرت کو اس قوم کی جانب سے ایک ایسی چیز کے لینے کو کہا جو بالکل نظر مین نہین جچتی ۔ اور وہ کیا تھی؟ صرف اہل بیت کی ساتھ محبت سے پیش آنا ۔ تو کیا اس سے اوس کا پورا معاوضہ ہو جاتا ہے؟ اور کیا یہ لوگ اوس حکم "ہل جزاء الاحسان الا الاحسان" سے عہدہ برا ہو جاتے ہین؟ نہین ہرگز نہین ۔ یہ تو ایک ایسا عظیم الشان احسان ہے کہ جس کا معاوضہ انسان کی قدرت سے باہر ہے ۔ دنیا اور آخرت کے مقابلہ مین کوئی ایسی چیز پیش کرنا جس سے ان دونون کا معاوضہ ہو سکے غیر ممکن ہے ۔ اور ایک اسی قوم پر کیا منحصر ہے اس مین تو ایک دنیا قاصر ہے ۔ اسی لیے اللہ جلشانہ نے اپنے حبیب کو معاوضہ کا سوال کرنے سے منع فرمایا ۔ اور کہا کہ اونکو صرف اہل بیت سے محبت کرنے کی تاکید کر دو ۔ اور رسالت کے معاوضہ کو

تتمہ

یا خدا کی ذات تھی ۔ ہر وقت جناب باری سے حکم ہوتا تھا کہ نزدیک آو ۔ ایک ایک حکم پر ایک ایک پردہ نور کا اوٹھتا جاتا تھا اور آپ ایک ایک درجہ آگے بڑھتے جاتے تھے ۔ یہانتک کہ ایک ہزار بار حکم ہوا اور ایک ہزار درجہ تقرب مین ترقی ہوئی ۔ پھر آپ لامکان مین داخل ہوئے ۔ جیسا کہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے "ثم دنی فتدلی ۔ فکان قاب قوسین او ادنی ۔ فاوحی الی عبدہ ما اوحی" یہ وہ مقام ہے کہ جہان جسم کو تو کجا روح کو بھی دخل نہین فقط اللہ ہی اللہ ہے اور بس ۔ وہان حضرت کا قرب اور وصل ذات باری مین جیسا کہ ہوا اوس کا حال کون بتا سکتا ہے ۔ کسی کے وہم و قیاس کی کیا حقیقت ہے

یہی ایک بات کافی سمجھو ۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو اسمین بھی قوم ہی کا فائدہ مدنظر رہا ۔ اور یہ بھی ایک احسان بانکی احسان ہوا ۔ اسلیے کہ درحقیقت یہ معاملہ بھی اونکو اوسیطرح کا نفع پہونچانے والا تھا جسطرح طوفان ہونیکے معاملے نے اونکو نفع پہونچایا تھا ۔ اور بظاہر وہ کوئی ایسی چیز بھی نہ تھی جس سے [illegible] کا بار پڑتا ۔ یہ تو ایک مفت کرم داشتن کا سا معاملہ تھا کہ جسمین حضرت کی کل احسانات کا معاوضہ ہو جاتا تھا ۔ نہ قوم پر حضرت کی احسان کا بار رہتا تھا ۔ اور نہ اہل بیت پر قوم کا احسان رہتا تھا ۔ اور پھر اوسپر خدا کی خوشنودی مفت مین ملجاتی تھی جس کا وعدہ خدا نے کیا ہے معلوم نہین کہ اور کیا ملتا تھا اور کتنا ملتا تھا ۔ مگر افسوس ہے کہ اس قوم ناحق شناس احسان فراموش سے اتنا بھی نہو سکا ۔ بلکہ برعکس اوسکے قوم نے اہل بیت کے ساتھ وہ بیرحمانہ سلوک کیا جو دشمن کے ساتھ بھی کسی نے نکیا ہوگا ۔ خدا کا حکم اہل بیت سے محبت کرنیکے واسطے جو ہوا تھا شاید وہ بطور اتمام حجت کے تھا ۔ اللہ سبحانہ اپنی قدرت کاملہ سے جانتا تھا کہ یہ لوگ نہایت سفاک اور بڑے ہٹ دھرم ہین ۔ آمین

تتمہ

ہو وہان تک پہونچ سکے ۔ ہمارے حضرت نے جاتے وقت بیت المقدس مین نماز بھی ادا کی ۔ اور آسمانون پر ارواح انبیاء سے ملاقات بھی فرمائی ۔ اور لامکان مین جناب باریتعالی شانہ سے راز و نیاز بھی ہوا ۔ اور اپنی قوم کی نجات کے بارہ مین سفارش بھی کی ۔ اور آتے وقت آسمانون کی سیر کی ۔ اور بہشت و دوزخ کا تماشا بھی دیکھا ۔ جب واپس آئے ہین تو چلتے وقت مکان کے دروازہ کی زنجیر جو ہل گئی تھی اب تک اوسکی حرکت باقی تھی ۔ اور بچھونا جو سوتے مین گرم ہو گیا تھا اوس مین ابھی سردی کا اثر نہین پہونچا تھا صبح کو جب حضرت نے اوس سیر کا حال بیان فرمایا تو تمام اصحاب نے جنکو حضرت کا تقدس اور کمال رات دن مشاہدہ ہوتا تھا ۔ جنکو خدا نے چشم بصیرت دی تھی فوراً کہدیا "صدق

بہت کچھ فساد مچائینگے ۔ اور اہل بیت کے ساتھ طرح طرح کی بیمروتی سے پیش آئینگے ۔ انکو پیش از پیش آگاہ کردینا ضرور ہے ۔ ایسا نہو کہ قیامت کے روز اپنی ناواقفیت کا عذر کر بیٹھین ۔ کچھ سمجھ مین نہین آتا کہ اہل بیت نے انکے ساتھ کیا برائی کی تھی جسکے باعث ان لوگون نے نہ خدا کے حکم کا خیال کیا ۔ نہ پیغمبر کے فرمان کا لحاظ ۔ اور نہ اہل بیت کی عظمت و شان کا پاس کیا ۔ گویا اونکو خدا اور رسول سے کچھ واسطہ ہی نہ تھا ۔

اگرچہ وہ تمام مصیبتین جو قوم کے ہاتھون اہل بیت پر پڑین سب لوح محفوظ پر لکھی ہوئی تھین ۔ اور اوس کا علم پیغمبر کے ذریعہ سے خود اہل بیت کو ہو چکا تھا ۔ اور وہ بھی راضی برضائے پروردگار تھے ۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ تمام آفتین جو ہم پر آنیوالی ہین گنہگاران امت کی نجات کا ذریعہ ہونیکے عوض مین ہین ۔ اور جبکہ ہم نے بخشائش امت کا بیڑہ اوٹھایا ہے تو ضرور ہمکو اون تمام مصیبتونکی برداشت صبر و شکر کے ساتھ کرنا چاہیے جو خدا نے مقدر کی ہین ۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ان لوگونکو اپنی طرف سے ایسا کرنا جائز تھا؟ ہر ایک آدمی کو خدا تعالی نے فاعل مختار بنایا ہے ۔ اور پیغمبرونکو بھیج بھیج کر اچھے برے

تتمہ

یا رسول اللہ ،، کفار اور منافقین نے اپنا شک ظاہر کیا تو آپ نے اونکو بیت المقدس کی تمام نشانیان بتلادین ۔ حالانکہ آپ نے کبھی بیت المقدس کو نہین دیکھا تھا ۔ اور اس راستے مین جو قافلہ کفار کا ملا تھا اوس کا حال من وعن بیان فرمادیا ۔

بعض لوگون کا خیال ہے کہ یہ سیر جسمانی نہ تھی شاید روحانی سیر ہوگی ۔ کیونکہ اس طرح کا عروج اور یہ سرعت جسمانی امکان سے خارج ہے ۔ اون کا یہ خیال صحیح نہین ہے ۔ خدا کی قدرت آدمی کے فہم و ادراک سے باہر ہے ۔ اونکو ذرا غور کرنا چاہیئے کہ جس چیز کو ہم نے ممکن قرار دیا ہے اوس کی بنا صرف ہمارے مشاہدہ پر رکھی گئی ہے ۔ انسان اور حیوان کا توالد و تناسل ۔ نباتات کا نشو و نما اور اونکی اقسام ۔ پھول اور پھل مین

کام سے بچتے ہین ۔ ہر ایک فعل کی جزا اور سزا سے آگاہ کرا دیا ہے ۔ سارا قرآن ایسی ہی وعدہ و وعید سے بھرا ہوا ہے ۔ اسی لیے اچھے لوگ بری کامونسے پرہیز کرتے رہتے ہین ۔ پھر کیا یہ لوگ مسلمان نہ تھے؟ کیا اچھے برے کام کی انکو تمیز نہ تھی؟ کیا انہون نے قرآن مجید مین یہ آیت نہین پڑھی تھی کہ "والذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعد لہم عذابا مہینا" جو لوگ خدا کو اور اوسکے رسول کو ایذا پہونچاتے ہین لعنت بھیجتا ہے خدا اونپر دنیا اور آخرت مین ۔ اور مقرر کر دیا ہے اونکے لیے عذاب رسوا کرنیوالا ۔ یہ تمام سوالات ایسے ہین جنکا جواب بجز اقرار کے اور کچھ نہین ہو سکتا جبکہ ان لوگون کو مرنے کے بعد دوسرے عالم مین جانیکا اتفاق ہوا ہوگا تو پھر اونہون نے دیکھا ہوگا کہ خدا نے اون کے ساتھ کیا سلوک کیا ۔

تتمہ

طرح طرح کا رنگ اور بو اور ذائقہ اور اثر ۔ اگر عملی ممکنات سے درگزر کے دیکھا جائے تو یہی عقلی محالات ہو جاتے ہین ۔ ہم نہین بتا سکتے کہ یہ امور ممکن کیون ہو گئے ۔ قدرت نے اس دنیا کے کارخانہ کو اگر عادتی نکر دیا ہوتا تو کیا کوئی کہہ سکتا کہ یہ محال نہین ہے؟ یہ مقتضائے عقل سلیم نہین ہے کہ جن چیزون کو ہم دیکھین اون کو تو ممکن کہین اور جو چیزین ہماری نظر سے نہ گزرین اون کو محال قرار دین ۔ گویا ہم قدرت کے تمام کامون سے واقف ہین ۔ ہمارا تجربہ کتنا! ہر روز نئی نئی چیزین ایجاد ہوتی ہین اور ہم حیران رہ جاتے ہین ۔ پھر وہ کونسی عقل ہے جو اس سیر کو جسمانی نہین تصور کرتی" ۔ منہ ۔

دوسرا باب

رتبہ ہی اہل بیت کا تحریر سے فزون

قرآن اور حدیث سی بڑہکر مین کیا لکھون

جس طرح خداوند عالم نے اپنی کل مخلوقات مین گروہ پیغمبران کو موافق اس فرمان کرامت نشان کے "ان اللہ اصطفی آدم و نوحاً و آل ابراہیم و آل عمران علی العالمین ۔ ذریۃً بعضہا من بعض" (باتحقیق برگزیدہ کیا ہے خدا نے آدم کو اور نوح کو اور آل ابراہیم کو اور آل عمران کو تمام عالم پر ۔ بعض کی اولاد کو بعض سی) شرف بخشا ہے ۔ اور جس طرح گروہ پیغمبران مین بفحوا اس آیت کے "تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض" (یہ وہ پیغمبر ہین جنکو ہم نے ایک دوسرے پر فضیلت دی) ہمارے پیغمبر آخر الزمان کو افضل و اکمل بنایا ہے ۔ اوسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اطہار کو نہایت پاک اور منزہ پیدا کیا ۔ یہ ایک بدیہی مسئلہ ہے کہ بڑون کی کمائی چہوٹون کے حصہ مین ارثاً آتی ہے ۔ جبکہ نفس فضیلت آدم سے لیکر بڑہتے بڑہتے سلسلہ بسلسلہ ارثاً ہمارے حضرت تک پہونچی ہے تو بالضرور حضرت کی

اُن اولاد اوس کی مستحق ہے ۔ اسی بنا پر حق سبحانہ وتعالی شانہ نے انکی اطاعت اور محبت کو تمام مسلمانون پر واجب گردانا ہے ۔ اور انکے تقدس اور عصمت کے بارہ مین آیت تطہیر نازل فرمائی ہے ۔

امام احمد اور مسلم نے بی بی عایشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ایک روز جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت باہر تشریف لائے ۔ اوس وقت آپ ایک کمل سیاہ بوٹے دار اوڑھے ہوئے تھے ۔ اوسکے بوٹے اونٹ کی کجاوہ کی شکل کے تھے ۔ اتنے مین امام حسنؓ آئے ۔ حضرت نے اون کو اوس کمل مین لے لیا ۔ بعد اسکے امام حسینؓ آئے ۔ اونکو بھی وہ کمل اوڑھا لیا ۔ بعد اسکے بی بی فاطمہ زہراؓ آئین ۔ آپ نے اونکو بھی کمل مین چھپا لیا ۔ اس کے بعد علی مرتضیٰؓ آئے ۔ اونکو بھی اوسی کمل مین لے لیا ۔ اور یہ آیت پڑھی کہ "انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا" تحقیق خدا یہی چاہتا ہے اے اہل بیت کہ تم سے پلیدی کو دور کرے اور تم کو ایسا پاک کرے جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے ۔

امام احمد نے بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ایک روز جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم میرے مکان مین تشریف رکھتے تھے ۔ صبح کی وقت بی بی فاطمہ رہ تشریف لائین ۔ اون کے ہاتھ مین ایک طبق تھا جسمین حریرہ کا ایک کاسہ تھا اونھون نے وہ طبق حضرت کے حضور مین پیش کیا ۔ حضرت نے اوس وقت میرے اوڑھنے کی خیبری چادر چبوترے پر بچھائے بیٹھے تھے ۔ سرور عالم نے بی بی فاطمہ سے فرمایا کہ تم اپنے شوہر کو اور فرزندونکو بھی بلا لاؤ

بی فاطمہؓ فوراً جاکر علی مرتضیٰؓ کو بلا لائین اور امام حسن اور امام حسین کا بھی ہاتھہ پکڑ کر لے آئین ۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونون صاحبزادونکو اپنی گود مین بٹھالیا ۔ علی مرتضیٰؓ داہنی طرف اور بی بی فاطمہ بائین طرف بیٹھین ۔ مین اپنے حجرہ مین نماز پڑہ رہی تھی ۔ اتنے مین حق سبحانہ تعالے نے یہ آیت کریمہ "انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیراً" نازل فرمائی تب آنحضرت نے اوس چادر کو اوٹھا کر اوڑہ لیا ۔ اور ان چارون کو بھی اوڑہا کر اوسکے چارون گوشے پکڑ لیے اور آسمان کی طرف ہاتھہ اوٹھا کر تین بار یہ دعا کی ۔ "اللھم ہولاء اہلی اذہب عنہم الرجس وطہرہم تطہیراً" بار خدایا! یہی میرے اہل بیت ہین انسے پلیدی کو دور کر اور ان کو ایسا پاک کر جیسا پاک کرنیکا حق ہے ۔ ام سلمہؓ فرماتی ہین کہ اوس وقت مین نے اپنا سر اوس چادر کے اندر کرکے کہا کہ یا رسول! مین بھی انکے ساتھہ ہون؟ آنحضرت نے اوس چادر کو میرے ہاتھہ سے چھوڑا کر فرمایا کہ تو اچھی ہے اپنی جائے پر رہ ۔

اسی راوی نے طریق شہر بن حوشب سے روایت کی ہے کہ جس روز امام حسین کی شہادت کی خبر مدینہ مین پہونچی تو مین نے سنا ہے کہ بی بی ام سلمہؓ رو رو کر کوستی تھین کہ اہل عراق کو خدا غارت کرے جنہون نے اوس کو قتل کیا ۔ خدا اونپر لعنت کرے جنہون نے اوسکو فریب دیا اور خوار کیا ۔ مین نے اپنی آنکھون سے دیکھا ہے کہ جس روز آیت تطہیر خدا نے نازل فرمائی تھی سرور عالم نے اوسکو اور اوسکے بھائی کو اور اوسکے مان باپ کو چادر اوڑہا کر فرمایا تھا کہ یہی میرے اہل بیت ہین ۔

ترمذی نے عمر بن ابی سلمہ ربیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ
آیۂ تطہیر آنحضرت کے گھر میں نازل ہوئی ۔ اور جناب سرور کائنات علیہ التحیۃ
والصلوٰۃ نے علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین کو بلا کر چادر اوڑھائی اور فرمایا "بار خدایا
یہی میرے اہل بیت ہیں ان سے پلیدی کو دور کر اور پاک کر انکو جیسا پاک کرنے کا
حق ہے" ۔ ام سلمہؓ نے کہا یا رسول اللہ! میں بھی ان کے ساتھ ہوں تو آنحضرت
نے فرمایا کہ تو اپنی جگہ پر رہ ۔

مسلم نے زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ جس وقت جناب رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم مکہ معظمہ سے آخری حج کر کے واپس جاتے وقت مقام غدیر خم پر پہونچے
تو بر سر منبر یہ بیان فرمایا کہ میں بھی ایک بشر ہوں اور مجھے بھی ایک روز خدا کے
پاس جانا ہے ۔ میں تمہارے پاس دو بڑی بھاری عمدہ چیزیں چھوڑتا ہوں
ایک تو خدا کی کتاب جس میں سراسر نور اور ہدایت ہے اوس کو مضبوط پکڑو
اور دوسری میرے اہل بیت ہیں ۔ میں اہل بیت کے باب میں تمکو خدا یاد دلاتا
ہوں ۔ میں اہل بیت کے باب میں تمکو خدا یاد دلاتا ہوں ۔ میں اہل بیت کے
باب میں تمکو خدا یاد دلاتا ہوں ۔ حضرت کا تین بار خدا کو بیچ میں دے کر
اہل بیت کے واسطے تاکید فرمانا بڑا سخت حکم ہے اہل بیت کا خیال رکھنے اور اونکی
اطاعت اور محبت کرنے کے واسطے ۔ گویا قرآن متن ہے اور اہل بیت
اوسکی تفسیر ہیں ۔ یا یوں کہیئے کہ وہ قرآن صامت ہے اور یہ قرآن ناطق ہیں ۔

مسلم نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایکبار
نجران کے نصاریٰ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عیسیٰ علیہ السلام کے

سکے باب مین بحث کرنے کو آئے تھے ۔ جب تقریر کو طول ہوا تو اوس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ "فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین" (جو شخص تم سے حجت کرتا ہے اوس مین بعد پہونچنے دلائل کے تو پہر کہدو کہ آؤ ہم تم بلائین ۔ ہم اپنے بیٹون کو اور تم اپنے بیٹون کو ۔ ہم اپنی عورتون کو اور تم اپنی عورتون کو ۔ ہم اپنے عزیزون کو اور تم اپنے عزیزون کو پہر مباہلہ کرین اور لعنت چاہین خدا کی جہوٹون پر ۔) اس حکم کے موافق حضرت نے اون سے فرمایا اچہا چلو ۔ مباہلہ ٭ کرینگے ۔ دیکہین کون سچا ہے اور کس کی دعا اثر کرتی ہے ۔ ہم بہی اپنے بیٹون ۔ عورتون اور عزیزونکو بلاتے ہین ۔ تم بہی اپنے بیٹون ۔ عورتون اور عزیزون کو بلاو ۔ اس بات پر وہ لوگ راضی ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مباہلہ کرنے کے واسطے گہر سے نکلے ۔ اس ہیئت سے کہ امام حسین کو کندہے پر بٹہایا ہے اور امام حسن کا ہاتھ پکڑے ہوئے ہین بی بی فاطمہ زہرا آپ کے

٭ زمانہ سابق مین یہ طریقہ تہا کہ جب کوئی پیغمبر نبوت کی دعوت کرتے اور قوم اونکو نہ مانتی تو ایسے موقع مین دونون فریق اپنی اپنی حقیت جتانے کے لیے اپنے اپنے بیٹون ۔ عورتون اور عزیزون کو جنکی پاک نفسی پر اونکو اعتماد ہوتا تہا اپنے ساتھ لیکر جنگل مین جاتے تہے ایک فریق خدا کی بارگاہ مین دعا کرتا تہا کہ بار خدایا جو کوئی جہوٹا ہو اوسپر تو اپنا غضب نازل کر ۔ اور فریق ثانی آمین کہتا تہا ۔ اس طریقہ کا نام مباہلہ تہا ۔ اللہ جلشانہ نے اپنے رسول کو اس امتحان کے لیے حکم فرمایا ۔ منہ ۔

پیچھے پیچھے چل رہی تھیں اور اون کے پیچھے حضرت علی تھے ۔ اوس وقت حضرت نے یہ فرمایا "اللھم ھؤلاء اھلی" اے بار خدایا یہی میرے اہل بیت ہیں ۔ جب نصاریٰ نے حضرت کو اس ہیئت سے مباہلہ کرنے کے لیے چلتے ہوئے دیکھا ۔ اور یہ مبارک نورانی شکلیں ایک جا حالت متفقہ مین اونکی نظر پڑین تو ڈر گئے ۔ اونکو وہ بات یاد آگئی جو اپنی کتابون مین اونہون نے دیکھی تھی کہ پچھلے زمانہ مین ایک پیغمبر اسی ہیئت سے اپنی قوم کے اصرار پر مباہلہ کرنے کو نکلے تھے تو اوس قوم پر خدا کا قہر نازل ہوا تھا ۔ ان کو یقین ہو گیا کہ اب بھی ضرور ہم پر خدا کا کوئی قہر نازل ہو جائیگا ۔ لہذا اونہون نے حضرت سے معافی چاہی ۔ اور اپنے اسلام قبول کرنے کے بجز یہ دینے پر راضی ہوئے ۔ اوس وقت حضرت نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ میرے ساتھ مباہلہ کرتے تو خدا تعالی اون کی صورتین مسخ کر دیتا اور ایسی آگ برساتا کہ نجران مین کوئی جاندار زندہ نہ بچتا ۔ یہان تک کہ اون کے گھر کی چڑیان بھی جل کر خاک ہو جاتین ۔ اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت جنکو خدا تعالے نے ذوی القربی کے لقب سے یاد فرمایا ہے یہی چار مقدس ذاتین تھین ۔ اور انہین کی پاک نفسی اور تقدس کا درجہ اسقدر بڑھا ہوا تھا کہ ایسے سخت امتحان کے نازک وقت مین انہین کو خدا کی بارگاہ کبریائی مین پیش کرنا مناسب سمجھا گیا ۔

حاکم نے ابی ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اہل بیت کی مثال نوح کی کشتی کی ہے کہ جو اوس مین سوار ہوا وہ نجات پایا اور جس نے اوس سے منہ موڑا وہ ہلاک ہوا ۔

اسی راوی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تم لوگوں میں (صحابہ کی طرف خطاب کرکے) وہی شخص اچھا ہے جو میرے بعد اہل بیت کے ساتھ احسان کرے"۔

ابن عساکر نے جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے "جو شخص میرے اہل بیت کے ساتھ احسان کریگا میں اوس کا بدلہ قیامت کے روز کر دونگا"۔

دیلمی نے ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے "جو شخص مجھے ایذا پہونچائیگا میرے اہل بیت کے سبب سے تو اوسپر خدا کا سخت غضب نازل ہوگا"۔

خطیب نے جناب علی مرتضیٰ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے "میری شفاعت اوسی کے لیے ہوگی جو میرے اہل بیت کے ساتھ دوستی رکھیگا"۔

دیلمی نے جناب علی مرتضیٰ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے "میں قیامت کے روز چار قسم کے لوگوں کا شفیع ہونگا۔ ایک تو اوس شخص کا جو میری اولاد کی تعظیم کرے گا۔ دوسرے اوس شخص کا جو میری اولاد کی حاجت روائی کریگا۔ تیسرے اوس شخص کا جو اونکی مشکل کے وقت کام آئیگا۔ چوتھے اوس شخص کا جو دل سے اور زبان سے اون کا دوست رہیگا"۔

دیلمی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے "آل محمد کے ساتھ ایک دن کی دوستی ایک برس کی عبادت سے بہتر ہے"۔

خطیب اور ابن عساکر نے اوسی راوی سے یہ بھی روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے "مردون مین سب سے بہتر علی ہے اور جوانون مین سب سے بہتر حسن اور حسین ہین اور عورتون مین سب سے بہتر فاطمہ ہے"۔

ابن عساکر نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے "جس نے دوست رکھا ان کو (علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین کی طرف اشارہ کرکے) اوس نے بالیقین مجھے دوست رکھا۔ اور جس نے دشمن رکھا انکو اوس نے بالیقین مجھے دشمن رکھا"۔

امام احمد اور طبرانی اور حاکم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے "جو شخص لڑیگا تم سے (علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین کی طرف اشارہ کرکے) لڑونگا مین اوس سے اور جو شخص صلح کریگا تم سے صلح کرونگا مین اوس سے"۔

ملا نے جناب علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے "حوض کوثر پر میرے اہل بیت کے ساتھ ملکر (جیسے دو انگلیان ملی ہوئی ہوتی ہین) وہ لوگ آئینگے جو اون کو دوست رکھینگے"۔

حاکم نے جناب علی مرتضی سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (علی مرتضی کی طرف خطاب کرکے) "اول جو لوگ بہشت مین آئینگے وہ مین اور تو اور فاطمہ اور حسن اور حسین ہین۔ حضرت علی فرماتے ہین کہ مین نے پوچھا یا رسول اللہ ہمارے دوست کب آئینگے تو آپ نے فرمایا۔ تمہارے پیچھے"۔

ابن ماجہ اور حاکم نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے "ہم فرزندان عبد المطلب پیشرو ان اہل بہشت ہین
مین اور حمزہ اور علی اور جعفر اور حسن اور حسین اور مہدی"۔

یہان تک تو اہل بیت کے فضائل بالاشتراک بیان ہوئے۔ اب ہر ایک ذات
فرخندہ صفات کے فضائل جدا جدا بیان کیے جاتے ہین۔

فضیلت علی کرم اللہ وجہہ

عبد اللہ بن عباسؓ !! سے منقول ہے کہ جناب علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کی شان
مین تین سو آیتین نازل ہوئی ہین۔ اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی
حدیثین بھی آپ کے بارہ مین بکثرت مروی ہین۔ اگر اون سب کا ذکر کیا جائے
تو بہت طول ہوتا ہے لہذا چند حدیثون پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "جس شخص نے علی کو دوست رکھا اوس نے
مجھے دوست رکھا اور جس نے علی کو رنج پہونچایا اوس نے مجھے رنج پہونچایا۔ جس نے
علی کو برا کہا اوس نے مجھے برا کہا"۔

اور یہ بھی فرمایا کہ "ای علی تم پر عیسی بن مریم کی مثال صادق آتی ہے۔ یہود نے

!! بخاری اور مسلم مین ابن مسعود محدث نے عبد اللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ
اونہون نے جناب سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوۃ کے لیے وضو کا پانی رکھا تو آنحضرت نے
اون کے حق مین یہ دعا کی کہ "اللھم فقھہ فی الدین"، ای بار خدایا! تو اس کو احکام
دین کی سمجھ بوجھ دے۔ یعنے قرآن کے رموز و نکات سکھا دے۔ چنانچہ اس
دعا کی برکت سے عبد اللہ بن عباس بڑے عالم ہوئے۔ قرآن کی تفسیر کی اکثر
روایتین انہین سے لی جاتی ہین منہ۔

اونکو براہ عداوت برا کہا اور رنج پہونچایا ۔ اور نصاریٰ نے اون کو از راہ محبت اس درجہ پر چڑھایا جس سے وہ لائق نہ تھے ۔ اس لیے اون دونوں نے اپنی آخرت خراب کی ۔ ایسا ہی وہ دونوں فریق بھی ہلاک ہونگے جو میری اور تمہاری دشمنی پر کمر باندھینگے ۔ یا میری اور تمہاری محبت میں حد سے زیادہ بڑھ جائینگے" ۔

مسلم نے سعد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے علی تم میرے لیے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لیے ہارون تھے مگر فرق اتنا ہے کہ وہ نبی تھے اور میرے بعد کوئی نبی نہیں" ۔

بخاری اور مسلم میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علی مرتضیٰ سے فرمایا کہ "تو میرا ہے اور میں تیرا ہوں" ۔

انس بن مالک سے روایت ہے کہ ایکروز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر ایک بھنا ہوا پرند رکھا ہوا تھا ۔ آپ نے دعا کی کہ "یا خدا ! تو اپنی مخلوق میں جس شخص کو زیادہ دوست رکھتا ہے اوسکو میرے ساتھ کھانیکے لیے بھیجدے" ۔ ہنوز یہ دعا ختم نہونے پائی تھی کہ علی پہونچے اور آپ کے ساتھ اوس پرند کو نوش فرمایا ۔

بخاری اور مسلم نے سہل بن سعد سے روایت کی ہے کہ خیبر کے جنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کل میں اپنا علم اوس شخص کو دونگا جسکے ہاتھ پر خدا نے فتح رکھی ہے ۔ وہ خدا کو اور اوسکے رسول کو پیارا ہے اور اوسکو بھی خدا اور اوس کا رسول پیارا ہے" ۔ ؎

؎ خیبر کی جنگ میں علی رضی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نہیں آئے تھے جب لڑائی نے طول کھینچا اور کفار کا غلبہ ہونے لگا تو جبرئیل بارگاہ ایزدی سے یہ بشارت لائے

کہ ۔ نادِ علیاً مظہر العجائب ۔ تجدہ عوناً لک فی النوائب ۔ کل ہم وغم سینجلی ۔ بنبوتک یا محمد وبولایتک یا علی ۔ اس وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل مین اپنا علم اوس شخص کو دونگا جس کے ہاتھ پر خدا نے فتح رکھی ہے ۔ مجاہدین مین رات بھر اس بات کا چرچا رہا کہ دیکھئے کل حضرت اپنا علم کس کو عنایت فرماتے ہین خدا کا کرنا کہ جناب علے مرتضی صبح ہونے کے پیشتر ہی مدینہ سے آپہونچے ۔ اور علحدہ ایک خیمہ مین اوتر پڑے ۔ اوس زمانہ مین آپ کی آنکھین دکھتی تھین ۔ جب صبح ہوئی تو تمام مجاہدین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور مین حاضر ہوئے ۔ ہر ایک اس بات کا امیدوار تھا کہ وہ علم مجھے ملے ۔ یکایک آنحضرت نے پوچھا کہ علی کہان ہین ۔ لوگون نے عرض کیا کہ وہ ابھی آئے ہین اور اون کی آنکھین دکھتی ہین ۔ آپ نے فرمایا ۔ اون کو بلاو ۔ جب وہ سامنے آئے تو آنکھون پر پٹی بندھی ہوئی تھی ۔ آنحضرت نے اپنا لعاب دہن اون کی آنکھون مین لگایا اوسی وقت آنکھین اچھی ہوگئین ۔ پھر حضرت نے اپنا علم اون کو عنایت کرکے جہاد کا حکم دیا ۔

مرحب قوم یہود کا ایک بڑا نامی سپاہی لشکر کفار مین تھا ۔ وہ اپنی جماعت سے آگے بڑھکر میدان جنگ مین آیا اور یہ رجز پڑھی ۔ قد علمت خیبر انی مرحب ۔ شاکی السلاح بطل مجرب ۔ اطعن احیاناً وحیناً اضرب ۔ ۔ ۔ اوس کو اپنی پہلوانی کا اسقدر دم دعوی تھا کہ تمام لشکر کفار اوس کو مقدمۃ الجیش سمجھتا تھا ۔ اور فتح و شکست اوسی کی ذات پر منحصر تصور کی گئی تھی ۔ واقع مین وہ تھا بھی ایسا ہی ۔ اب تک اوسی کے بل پر اتنا زور و شور بھی تھا ۔ اب جناب مشکل کشا نے اوسکے مقابلہ مین آکر یہ رجز پڑھی ۔ انا الذی سمتنی امی حیدرہ ۔ کلیث غابات کریہ المنظرہ ۔ اکیلھم بالسیف کیل السندرہ ۔

اگرچہ پہلے تو اوس نے اپنے فخر کے جوش مین کچھ نہ سمجھا ۔ اور لاف زنی کرنے لگا ۔ مگر جب مقابلہ ہوا تو آنکھین کھل گئین ۔ تلوار پر تلوار اور نیزہ پر نیزہ چلنے لگا ۔ اس وقت میدان جنگ کا سمان دیکھنے کے قابل تھا ۔ برابر آٹھ آٹھ گھنٹہ تک مقابلہ رہا ۔ نہ وہ ہارا ۔ نہ یہ تھکے ۔ دونون طرف سے سپہ گری کے جوہر دکھلائے جا رہے تھے ۔ اور شجاعت بیچ مین کھڑی جوہری بنکر پرکھ رہی تھی ۔ آخر کار حضرت علی کا وار چل گیا ۔ وہ ایسا غضب کا وار تھا کہ سر پر پڑتے ہی بجلی کی طرح زمین تک اوتر گیا ۔ حالانکہ اوس کے سر پر فولادی خود تھا ۔ اور جسم مین زرہ بکتر ۔ اور اوسپر فولادی چار آئینہ تھا ۔ اور پشت پر فولادی سپر تھی ۔ ذوالفقار جو خود کو کاٹ کر سر سے اوتری تو ان سب کو برابر دو دو کرتی ہوئی زین پر آئی ۔ اور زین کو لیتی ہوئی گھوڑے کو بھی دو کر کے زمین پر جا کر ٹھیری ۔ مرحب کا زمین پر گرنا تھا کہ فوج اسلام مین نعرہ اللہ اکبر بلند ہوا ۔ لشکر کفار کے پانون اوکھڑ گئے ۔ پھر کیا تھا ۔ سب کے سب بھاگ کر قلعہ مین گھس گئے ۔ اور دروازہ بند کر لیا ۔ لشکر اسلام کا جوش ایسا نہ تھا جو اتنے مین دب جاتا ۔ اونکے بھاگنے سے اور بڑھ گیا ۔ مجاہدون نے قلعہ پر ہلّہ کر دیا ۔ مگر چونکہ دروازہ لوہے کا تھا کسی سے نہ کھل سکا ۔ اوس وقت حضرت علی نے قلابہ مین ہاتھ ڈالکر جو کھینچا تو دیوار مین سے اوکھڑ کر گر پڑا ۔ مجاہدین قلعہ مین داخل ہو گئے کفار الامان ! الامان ! پکارنے لگے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکے حال پر رحم فرما کر امن دیا ۔

ابو رافع کہتے ہین کہ اوس دروازہ کو اوٹھانے کے لیے ہم آٹھ آدمیون نے ملکر برابر زور لگایا مگر وہ ہلا تک نہین ۔ اوٹھنا اور پلٹنا کیسا ۔ اس معرکہ سے حضرت علی کے زور ولایت کا اندازہ ہو سکتا ہے ۔ اسی کو زور ید اللّٰہی کہتے ہین ۔ اور ضرب حیدری اسی کا نام ہے منہ ۔

فضیلت بی بی فاطمہ زہرا رضی

بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی ذات بابرکات تو مستغنی عن الصفات ہے۔ اونکی نسبت اتنا ہی کہدینا کافی ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کا ایک جزو ہین بخاری اور مسلم مین مسور بن مخرمہ سے روایت ہے کہ ایکبار ابوجہل نے اپنی بیٹی حضرت علی کو دینی چاہی تھی اور بی بی فاطمہ نے اوسکی شکایت آنحضرت سے کی تو آپ نے فرمایا کہ "مین ہرگز ابوجہل کو اس امر کی اجازت نہ دونگا۔ مین ہرگز ابوجہل کو اس امر کی اجازت نہ دونگا۔ مین ہرگز ابوجہل کو اس امر کی اجازت نہ دونگا کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح علی سے کرے۔ مگر یہ کہ ابی طالب کا بیٹا میری بیٹی کو طلاق دے کیونکہ میری بیٹی میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔ مجھے بھی وہی چیز رنج دیتی ہے جو اوس کو رنج دیتی ہے اور وہی چیز مجھے تکلیف دیتی ہے جو اوسکو تکلیف دیتی ہے"۔

بخاری اور مسلم مین اسی راوی سے ایک اور روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا "فاطمہ میری ہے اور البتہ مجھے خوف آتا ہے کہ کہین اوس کے دین مین فتنہ نہ ڈالا جائے اور مین ایسا نہین ہون کہ حلال چیز کو حرام کردون اور حرام کو حلال بتلاون۔ لیکن قسم ہے خدا کی کہ خدا کے پیغمبر کی بیٹی اور خدا کے دشمن کی بیٹی ایک مکان مین کبھی جمع نہونگی"۔

طبرانی نے ابن عساکر سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے "بی بی فاطمہ کی طرف خطاب کرکے "تجھپر اور تیری اولاد پر خدا تعالی عذاب نکرے گا"۔

طبرانی اور بزار اور ابو یعلے نے ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے "فاطمہ نے اپنی عصمت کی حفاظت کی اس لیے اللہ تعالی نے

اوسپر اور اوسکی اولاد پر دوزخ کی آگ کو حرام کردیا"۔

بخاری اور مسلم نے بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (بی بی فاطمہ کی طرف خطاب کرکے) "کیا تو راضی نہیں ہوتی اس بات سے کہ تو سردار ہے میری امت کی تمام عورتوں کی"۔ مطلب یہ کہ بی بی فاطمہ زہرا تمام مسلمان عورتوں کی سردار اور مالک ہیں۔ اسی حدیث کی بنا پر بی بی کو سیدۃ النساء اور خیر النساء اور خاتون جنت اور خاتون قیامت کہتے ہیں۔ بی بی کا وہ مرتبہ ہے کہ جب وہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لاتی تھیں تو حضرت اونکو سر و قد تعظیم دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے تھے۔

فضائل امام حسن اور امام حسین

حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے تو تھے ہی۔ مگر اکثر روایتوں سے ثابت ہوا ہے کہ ان دونوں بزرگواروں کو آنحضرت نے تبنی کیا ہے اور اپنا فرزند فرمایا ہے۔

امام حنبل نے جناب امیر المومنین علی مرتضی علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت کی ہے کہ جس وقت امام حسن پیدا ہوئے تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا "دکھاؤ مجھے فرزند کو۔ اور تم نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟" حضرت علی نے عرض کیا کہ میں نے ان کا نام حرب رکھا ہے۔ آنحضرت نے فرمایا "نہیں۔ اس کا نام حسن ہے"۔

اور جب امام حسین پیدا ہوئے تو آنحضرت تشریف لائے اور فرمایا کہ "دکھاؤ مجھے فرزند کو۔ اور تم نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟" جناب امیر نے

عرض کیا ۔ کہ مین نے ان کا نام حرب رکھا ہے ۔ آپ نے فرمایا ۔ "نہین اس کا نام حسین ہے" ۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کہ مین نے ان بچون کا نام ہارون کے فرزندونکے نام پر رکھا ہے ۔ جنکو عبرانی زبان مین شبر و شبیر کہتے ہین !!" ۔

ابن سعد نے عمران بن سلیمان سے نقل کی ہے کہ حسن اور حسین دونون نام بہشت والون کے ہین ۔ اسکے پیشتر عرب مین یہ نام کسی نے نہین رکھا تھا ۔

ایک روایت مین آیا ہے کہ جبرئیل نے یہ دونون نام خدا تعالی کی جانب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور ہدیہ کے لاکر دئے تھے ۔

ترمذی اور ابن حبان نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ مین ایک رات کسی کام کے لیے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین گیا تھا ۔ دیکھا کہ آپ کسی چیز کو چادر مین چھپائے بیٹھے ہین ۔ مین نے پوچھا یا رسول اللہ یہ کیا ہے ؟ آپ نے چادر ہٹائی ۔ مین نے دیکھا تو امام حسن اور امام حسین حضرت کی گود مین بیٹھے ہین ۔ اوس وقت آپ نے فرمایا "کہ یہ دونون میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہین ۔ ای باریتعالی ! مین انکو دوست رکھتا ہون ۔ تو بھی انکو دوست رکھہ ۔ اور اوس شخص کو بھی دوست رکھہ جو کہ ان کو دوست رکھے" ۔

!! زبیر بن بکار وغیرہ سے منقول ہے کہ امام حسن تاریخ پندرہوین رمضان ۳ھ ہجری مین پیدا ہوئے ۔ اور امام حسین پانچوین شعبان ۴ھ ہجری مین پیدا ہوئے ۔ اس حساب سے امام حسین دس مہینے بیس روز امام حسن سے عمر مین چھوٹے ہین ۔

ترمذی نے جناب علی مرتضی سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن اور امام حسین کو ایکروز اپنے پاس کھڑا کرکے فرمایا "کہ جو شخص دوست رکھیگا مجھے اور دوست رکھیگا ان دونوں کو اور ان کے ماں باپ کو وہ میرے ساتھ اور میں ہوں گا جو میرے ساتھ ہوگا قیامت کے روز"۔

امام احمد اور ابن شیبہ اور طبرانی نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے "خداوندا! میں ان دونوں کو (امام حسن اور امام حسین کی طرف اشارہ کرکے) دوست رکھتا ہوں تو بھی انکو دوست رکھ۔ اور دشمن رکھ اوس شخص کو جو ان کو دشمن رکھے"۔

ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ فرمایا جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "جو شخص حسن اور حسین کو دوست رکھیگا وہ مجھے دوست رکھیگا۔ اور جو شخص ان دونوں سے عداوت رکھیگا وہ مجھ سے عداوت رکھیگا"۔

ترمذی نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ یا رسول اللہ! آپکو اپنے اہل بیت میں زیادہ پیارا کون ہے؟ آپ نے فرمایا "حسن اور حسین ہیں"۔

ابونعیم نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے "جو شخص دوست رکھیگا حسن اور حسین کو دوست رکھونگا میں اوسکو اور جس کو میں دوست رکھونگا اوسکو خدا دوست رکھیگا اور جس کو خدا دوست رکھیگا داخل کریگا اوس کو بہشت میں۔ اور جو شخص دشمنی کریگا ان دونوں سے یا ظلم کریگا انپر دشمن رکھونگا میں اوسکو اور جسکو میں دشمن رکھونگا اوسکو خدا دشمن رکھیگا اور جس کو خدا دشمن رکھیگا

داخل کریگا اوس کو دوزخ مین ۔ اور ہمیشہ اوسپر عذاب ہوگا"

امام احمد نے عبداللہ بن شداد سے اور اونہون نے اپنے باپ الہاد سے روایت کی ہے کہ ایک روز جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر یا عصر کی ادا کرنے کے لیے مکان سے باہر تشریف لائے ۔ اوس وقت امام حسن یا امام حسین غرض دونون مین سے ایک صاحبزادے حضرت کے ساتھ تھے ۔ جب نماز کو کھڑے ہوئے تو ایک سجدہ مین حضرت کو بہت دیر لگی ۔ مین نے سجدہ سے سر اوٹھا کر دیکھا تو وہ صاحبزادے آپکی پشت پر سوار ہین اور حضرت سجدہ مین ہین ۔ مین نے پھر سجدہ مین سر رکھدیا ۔ یہانتک کہ اس سجدہ مین ستر بار سبحان ربی الاعلی کے کہنے کا وقفہ ہوا ۔ نماز سے فارغ ہونیکے بعد اصحاب نے عرض کیا یا رسول اللہ ! آج خلاف معمول سجدہ مین بہت دیر ہوئی ۔ ہم خیال کرتے ہین کہ کوئی نئی بات ہوئی ہے یا وحی اوتری ہے ۔ آنحضرت نے فرمایا وہ کہ ایسا کوئی امر تو واقع نہین ہوا ۔ لیکن یہ لڑکا میری پشت پر بیٹھا تھا مین نے اوس کے خلاف مرضی حرکت کرنا مکروہ جانکر سجدہ سے سر نہین اوٹھایا"۔

اسی قسم کی اور بھی روایتین امام احمد اور ابن عساکر اور ابی سعید اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہین ۔ طول کلامی کے خیال سے چھوڑ دیگئین ۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان بزرگوارون کی خاطرداری نماز مین بھی مدنظر رہی ہے حالانکہ نماز خدا کی عبادت ہے ۔ مگر انکی خاطر عبادت سے کم نہ سمجھی گئی ۔

امام احمد اور ابن ماجہ نے یعلی بن مرہ سے اور طبرانی نے جابر سے روایت کی ہے کہ ہم ایکروز دعوت مین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے جا رہے ہے ۔ یکایک ہم نے دیکھا کہ حسنین بازار مین کھیل رہے ہین ۔ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے

جماعت سے آگے بڑھکر اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے ۔ اور حسین ادھر اودھر بھاگنے لگے ۔ آنحضرت اونکے ساتھ ساتھ پھرتے تھے اور ہنساتے تھے ۔ آخر اونکو پکڑ لیا اور بوسہ دیکر فرمانے لگے کہ "حسین مجھ سے ہے اور میں حسین کا ہوں ۔ دوست رکھیگا خدا اوس شخص کو جو دوست رکھیگا حسین کو ۔ حسین ایک سبط ہے اسباط میں سے" ۔

ابو یعلی نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ ایکروز امام حسن اور امام حسین آپس میں کشتی کرتے تھے ۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ "ہیئہ حسین ہیئہ حسین" یعنے او حسین ! او حسین ! جانے نہ دو حسن کو پکڑ لو ۔ بی بی فاطمہ زہرا اوس وقت حاضر تھیں اونھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ایسا کیوں فرماتے ہیں ؟ یعنے حسین کی طرفداری بمقابلہ حسن کے کیوں کرتے ہیں ؟ آنحضرت نے فرمایا وہ کہ جبرئیل کھڑے ہیں اور ہیئہ حسین ! ہیئہ حسین ! کہتے ہیں ۔ ابن شاہین نے بھی اسی مضمون کی ایک روایت جناب علی مرتضی سے بیان کی ہے ۔ معلوم ہوا کہ جبرئیل بھی ان بزرگواروں کے ساتھ کھیل کود میں شریک رہتے تھے ۔ اور انکو خوش کرتے تھے ۔

ابن ماجہ اور حاکم اور طبرانی اور ابن عساکر نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے "حسن اور حسین دونوں سردار ہیں

[1] سبط بکسر سین مہملہ و سکون باء موحدہ درخت شاخدار کو کہتے ہیں و اسی مناسبت سے اولاد اور قبیلہ کو بھی سبط کہنے لگے ۔ اور اسباط بالفتح جمع اوسکی ہے ۔ پس جس معنی میں عرب میں لفظ قبیلہ استعمال ہوا اوسی معنی میں بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کو اسباط کہتے ہیں اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ امام حسین بجائے ایک قبیلہ کے ہیں ۔ یعنے اونکی اولاد زیادہ ہوگی اور کئی قبیلے بنیں گے منہ ۔

نوجوانان بہشت کے ۔ اور ان کا باپ ان سے افضل ہے"۔

دیلمی اور ابن عدی اور ابن عساکر نے انس بن مالک سے روایت کی کہ فرمایا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آئے میرے پاس دو فرشتے کہ وہ کبھی زمین پر نہیں آئے تھے اور خوشخبری دی مجھ اس بات کی کہ بیشک حسن اور حسین سردار ہیں نوجوانان بہشت کے ہیں نے کہا انکا باپ انسے بہتر ہے"۔

یہ حدیث بہت مشہور ہے ۔ اسکے راوی بڑے بڑے جلیل القدر پندرہ صحابی ہیں ۔

امام احمد اور بخاری اور ترمذی نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے "حسن اور حسین دونوں پھول ہیں میرے باغ دنیا کے"۔

طبرانی نے بی بی فاطمہ زہرا سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتی ہیں ۔ "میں نے ایکروز جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنحضرت کی بیماری میں اپنے دونوں بچونکو لیجاکر عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ دونوں آپ کے فرزند ہیں ۔ انکو کسی چیز کا وارث کرو۔ حضرت نے فرمایا حسن کو میری عظمت اور سیادت ہے ۔ اور حسین کو میری جرات اور سخاوت"۔

جابر بن سمرہ نے ام امین سے روایت کی ہے کہ وہ کہتی ہیں ۔ "ایک روز بی بی فاطمہ نے حسن اور حسین کو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لاکر عرض کیا کہ یارسول اللہ انکو کچھ عنایت کرو ۔ حضرت نے فرمایا ۔ میں نے بڑے کو دبدبہ اور علم عطا کیا ہے اور چھوٹے کو محبت اور رضا بخشی ہے"۔ اسکے سوائے اور بہت سی حدیثیں ہیں ۔ اگر وہ سب کی سب لکھی جائیں تو ایک دفتر چاہیے ۔ لہذا اسی پر اکتفا کیا گیا ۔

یہ دونوں بزرگوار جس طرح جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں مشابہ تھے اوسی طرح آنحضرت کی صورت میں بھی مشابہت رکھتے تھے ۔ چنانچہ امام احمد اور ترمذی نے جناب امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسن

سر سے سینہ تک اور امام حسین سینہ سے لیکر پاؤن تک جناب رسالتمآب سے پوری مشابہت رکھتے تھے ۔ گویا ان دونون ذاتون کے ملنے سے آنحضرت کا سراپا نظرون مین پھر جاتا تھا ۔ اس اعتبار سے آنحضرت کی صورت باکمال حقیقت مین دو حصہ ہوکر ان دونونکی خلقت مین شامل ہوئی تھی ۔ اور حضرت علی اور بی بی فاطمہ ان دونون کی خلقت کا باعث بنے تھے ۔ اس حالت مین یہ پنجتن مثل حواس خمسہ کے کامل اور مکمل ہوئے ۔ اور انمین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ کی تمیز کرنے کے واسطے بجز اصلیت اور فرعیت کے اور کوئی دوسری بات نہ رہی ۔ یعنے ایک درخت ہے اور اوسکی کئی شاخین ہین ۔ اس ہیئت مجموعی سے ان سب کی محبت اور اطاعت مسلمانون پر فرض عین ہوگئی ۔ انمین سے کسی ایک کی دوستی عین دوستی جناب رسول خدا کی ۔ اور انمین سے کسی ایک کی دشمنی عین دشمنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹھیری ۔ یہی اون تمام احادیث کا ماحصل ہے جو بیان کی گئی ہین ۔ اور محبت و عداوت کی بھی مدارج ہین ۔ جس درجہ کی محبت یا عداوت ہوگی اوسی کے مطابق اوسکا ثمرہ اور نتیجہ ملیگا ۔

تیسرا باب

کیا شام سے اندھیرا مدینہ میں پڑ گیا
گل ہو گیا چراغ بھرا گھر اوجڑ گیا

اب ہم اون واقعات میں سے جو اہل بیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہیں صرف ایک واقعہ کا حال بیان کرتے ہیں جو مشہور آفاق ہے اور جس کی صحت پر تمام اسلامی دنیا کا اتفاق ہے ۔ یہ واقعہ ایسا قیامت خیز ہے کہ نہ کسی کی زبان میں اتنی طاقت ہے کہ اوس کی کیفیت پورے طور پر بیان کر سکے اور نہ کسی کے قلم میں یہ قدرت ہے کہ اوس کی سرگذشت خاطر خواہ لکھہ سکے ۔ آج اس واقعہ کو بارہ سو برس سے زیادہ ہو گئے ہیں ۔ مگر کیا ممکن ہے کہ اوس کا رنج و ملال کچھ کم ہو گیا ہو ۔ ہر سال جب محرم کا مہینہ آتا ہے تو محبان اہل بیت پر اوس کا غم و الم تازہ ہو جاتا ہے ۔ وہ تمام مظالم جو قوم کے ہاتھوں اہل بیت پر نازل ہوئے ہیں اوس کا سماں آنکھوں میں پھر جاتا ہے ۔ اس کے بیان میں صدہا کتابیں اور ہزارہا مرثیے لکھے گئے ۔ لیکن کیا مجال ہے کہ کسی کے قلم سے اس کی کامل تصویر اوتری ہو ۔

ابتدائے آفرینش عالم سے آج تک ایسا واقعہ نہ کسی آنکھ سے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے ۔ دنیا کی تاریخ بتا رہی ہے کہ کسی پیغمبر پر جب کوئی مصیبت گزری ہے تو اون لوگون کے ہاتھون گزری ہے جنھون نے اون کو نہین مانا تھا ۔ اور جو کچھ احکام الٰہی اون کے ذریعہ سے صادر ہوئے تھے اون کو غیر صحیح جانا تھا ۔ لیکن ایسا کبھی نہین ہوا کہ پیغمبر کو مانتے ہون ۔ احکام الٰہی جو کچھ اون کے ذریعہ سے صادر ہوئے ہین اون کو صحیح جانتے ہون ۔ پھر اون کی اولاد کو چن چن کر بیدریغ تہ تیغ کیا ہو ۔ اور اولاد بھی کوئی دو چار پشت کی نہین ۔ صرف ایک ہی پشت اور وہ بھی ایسی کہ جس کی خود پیغمبر نے پرورش کی ہو اور اوس کو اپنی جان سے عزیز رکھا ہو اور کل قوم پر اوس کی محبت خدا کے حکم سے فرض ہو گئی ہو ۔ معمولی بات ہے کہ بیگانون سے اگر کچھ اذیت پہونچتی ہے تو اتنا رنج اور اتنا افسوس نہین ہوتا جتنا یگانون کے ہاتھون پہونچنے سے ہوتا ہے ۔ خدا کی پناہ ! ان یگانون نے اہل بیت پر وہ مصیبت ڈالی ہے جس کا بیان نہین ہو سکتا ۔ جس وقت کربلا کے میدان مین حضرت امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خاتمہ ہوا ہے دنیا مین قیامت کے آثار نمودار ہو گئے تھے ۔ چنانچہ بیہقی نے بصرہ ازدیہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتی تھین کہ جس روز یہ واقعہ ہوا ہے آسمان سے اسقدر خون برسا کہ صبح کو مین نے دیکھا تو جتنے برتن ہمارے صحن مین تھے وہ سب خون سے لبالب ہو گئے تھے"۔

ابو نعیم اور بیہقی نے زہری سے روایت کی ہے کہ جس روز امام حسین شہید ہوئے اوس روز بیت المقدس مین یہ کیفیت تھی کہ جس پتھر کو اوٹھاتے تھے اوسکے نیچے تازہ خون نہایت سرخ نظر آتا تھا کوئی پتھر بیت المقدس کا ایسا نہ تھا کہ جس کے

نیچے خون تازہ نہ پایا گیا ہو ۔

بیت المقدس وہ مقام ہے جہان ہزارہا پیغمبر مدفون ہین ۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہان کی زمین کو اس سانحہ کا بڑا صدمہ پہونچا اور اون تمام پیغمبرون کی ارواح طیبات نے کربلا کے شہیدون کا خون لاکر وہان بھر دیا تھا ۔

بیہقی نے ام حبان سے روایت کی ہے کہ اس واقعہ کے بعد تین روز برابر اندھیرا چھایا رہا تھا اور ایسی تاریکی تھی کہ کچھ دکھائی نہین دیتا تھا ۔ اور وہ کہتی ہین کہ ہم عورتین جو اپنے منہ پر زعفران ملا کرتی تھین وہ جل کر سیاہ ہو جاتی تھی ۔ اور کوئی پتھر بیت المقدس مین ایسا نہ تھا جس کے تلے خون تازہ نہایت سرخ نہ پایا گیا ہو ۔

ابن جوزی نے ابن سیرین سے اسی مضمون کی روایت بیان کی ہے ۔ آسمان و زمین کا رونا خدا کے کلام سے بھی پایا جاتا ہے ۔ چنانچہ فرعون کے غرقاب ہونے کے بیان مین آیا ہے کہ "فما بکت علیہم السماء والارض وما کانوا منظرین" نہین روئے اون پر آسمان اور زمین اور نہین ملے وہ مہلت یافتہ ۔

اس سے معلوم ہو گیا کہ اچھے لوگون پر آسمان و زمین رویا کرتے ہین ۔ خدا کی کائنات مین کوئی مخلوق ایسی نہ تھی جو اس واقعہ پر نہ روئی ہو ۔ جنات کا رونا تو روایتون سے ثابت ہے ۔

حبیب بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مین نے اپنے کانون سے سنا ہے کہ ایک جنیہ غم حسین مین روتی تھی اور ان اشعار مین کہتی تھی

مسح الرسول جبینہ ۔ فلہ بریق فی الخدود ۔ ابواہ من علیا قریش ۔ وجدہ خیر الجدود ۔
رجعوا الیہ بالقنا ۔ شر البریۃ والوفود ۔ قتلوک یا ابن الرسول ۔ فاسکنوا نار الخلود" !!

ابو نعیم نے بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ایک رات ایک جنیہ روتی تھی مجھے کھٹکا ہوا کہ شاید حسین نے شہادت پائی ۔ بیقرار ہو کر مین نے لونڈی سے کہا کہ باہر جاکر دریافت تو کر کہ کون روتا ہے ۔ وہ فوراً باہر جاکر خبر لائی کہ فی الحقیقت حسین شہید ہوئے جنیہ رو رہی اور کچھ اشعار عربی پڑھ رہی ہے ۔ ام سلمہ اس بات کو سنکر اتنا روئین کہ غش آگیا ۔

ابو نعیم نے فرندۃ بن جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہین مین نے اپنی مان سے سنا ہے کہ ایک جن غم حسین مین روتا تھا اور یہ اشعار عربی کے پڑھتا جاتا تھا
دوالا یا عین فاحتفلی بجہدی ۔ ومن یبکی علی الشہداء بعدی ۔ علی رہط تقودہم المنایا ۔
الی متجبر فی قوب عبد" !!

!! بوسہ دیا تھا پیغمبر نے اوسکی پیشانی کو ۔ اسی لیے اوسکے رخسارون مین بڑی چمک تھی ۔ اوسکے مان باپ قریش مین اعلی درجہ کے تھے ۔ اور اوسکا نانا سبکے نانا ؤن سے بہتر تھا ۔ برچھون سے اوسکو اون لوگون نے گھیر لیا ۔ جو خلائق مین بڑے شریر تھے ۔ اے ابن رسول ! اونھون نے تجکو قتل کیا ۔ جسکی وجہ سے وہ ہمیشہ کے لیے دوزخ مین ڈالے گئے ۔

!! او آنکھ ! رونے مین میری مدد کر ۔ کیونکہ اون شہیدون پر میرے بعد کون رونے والا ہے ۔ جن کے قافلہ کو موت غلامون کا لباس پہنا کر ایک ظالم کے پاس لیجا رہی ہے ۔ منہ ۔

اسی طرح تمام عالم اس واقعہ جانسوز پر رو دیا ہے ۔ اب ناظرین کو ذرا غور کرنا چاہیے ۔ جس کی مصیبت پر تمام مخلوق رو دی ہو اور جس کے ماتم مین آسمان سے خون برسا ہو اور آفتاب اندھا ہو گیا ہو تو جنکے یہ جگر گوشہ اور نور چشم تھے اون کا کیا حال ہوا ہوگا ۔ اور خصوصاً جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مطہر پر کیا کچھ صدمہ پہونچا ہوگا ۔ امام حسین کے ساتھ جسقدر محبت آنحضرت کو تھی اوس کی کیفیت آپ سن چکے ہین ۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ امام حسین کے رونے کی آواز آنحضرت نے سنی تھی تو بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا کہ "تم نہین جانتی ہو کہ حسین کے رونے سے مجھے کسقدر رنج ہوتا ہے ۔ اوس کا رونا مجھے ہرگز گوارا نہین ہے"۔

جب ذرا سے رونے مین وہ بھی بچون کا معمولی رونا کہ بے وجہ بھی رو دیا کرتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج و ملال ہوتا تھا تو سانحہ کربلا سے جس مین امام حسین کی اور اون کے ساتھ تمام اہل بیت کی مصیبت انتہا درجہ کو پہونچ گئی تھی آنحضرت کس قدر مغموم اور محزون ہونگے ۔ ایک شمہ آنحضرت کے رنج و ملال کا یہ ہے کہ امام احمد اور بیہقی نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہین کہ "ایک روز دوپہر کے وقت مین نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ کو خواب مین دیکھا کہ آپ کے سر کے بال پریشان ہین اور اون پر بہت سی گرد پڑی ہوئی ہے ۔ آپ کے دست مبارک مین ایک شیشہ ہے اور اوس مین خون بھرا ہوا ہے ۔ مین نے پوچھا یا رسول اللہ ! یہ کیا ہے ؟ آپ نے فرمایا کہ یہ حسین کا اور اوس کے ساتھ والون کا خون ہے ۔ مین

اور حسین کی قتل گاہ سے اوٹھا کر لایا ہون"۔ عبداللہ بن عباس کہتے ہین کہ مین نے
وہ دن جس مین یہ خواب دیکھا تھا یاد رکھا۔ جبکہ امام حسین کی شہادت کی خبر سنی
اور حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ جس روز مین نے وہ خواب دیکھا تھا اوسی روز
امام حسین شہید ہوئے۔

حاکم اور بیہقی نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے وہ کہتی
ہین وہ کہ مین نے ایک روز پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا
کہ آپ کے تمام سر اور ریش مبارک پر بہت سی گرد پڑی تھی اور سر سے
پاؤن تک خاک آلود تھے۔ مین نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کا کیا حال ہے؟
فرمایا کہ "مین ابھی قتل گاہ حسین سے چلا آرہا ہون"۔

غضب کی بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی درد انگیز حالت
ہو! اگر حضرت کی ذات رحمۃ للعالمین نہوتی تو اس مین کوئی شبہ نہین کہ
اوس وقت خدا کا قہر نازل ہو جاتا۔ یہ زمین اور یہ آسمان جو نظر آتا ہے
اس کا کہین پتہ بھی نہ لگتا۔ اور خدا کا وہ وعدہ "یوم نطوی السماء
کطی السجل للکتب" یعنے ایک روز لپیٹ دینگے ہم آسمان کو جیسا کہ
لکھنے کے کاغذ کو لپیٹتے ہین۔ پورا ہو جاتا۔ آسمان کا اور زمین کا رونا
کیا حساب مین ہے۔ یہ وہ مصیبت تھی کہ جب پہلے پہل جناب باری
نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دینی چاہی تو گوارا نہوا
کہ یون ہی سرسری طور پر کہدیا جائے۔ اللہ جلشانہ جانتا تھا کہ یہ دونون
لڑکے (امام حسن اور امام حسین) میرے حبیب کو بہت پیارے ہین۔ انکو

واسطے اپنے خاص فرزندون کو نذر کر دیا ہے ۔ ٭ ایسی صورت مین اس
واقعہ کو سنکر میرا حبیب بہت آزردہ ہوگا ۔ اور اوس کے اہل بیت کو پیش از پیش
بڑا صدمہ پہونچیگا ۔ اس لحاظ سے خدا تعالی نے اوس کی تمہید یون شروع
کی کہ "فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون" تم مجھے یاد کرو مین تم کو

٭ اس کی روایت یون ہے کہ ایک بار جناب سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوۃ
اپنے دونون فرزند قاسم اور ابراہیم کو اپنی داہنی جانب اور امام حسن اور امام حسین
بائین پہلو مین بٹھاکر باتین کر رہے تھے ۔ اور کبھی اونکی طرف متوجہ ہوکر پیار
کرتے تھے ۔ کبھی انکی جانب پھر کر گلے لگاتے تھے ۔ اس اثنا مین جبرئیل آئے
اور یہ حکم لائے کہ ان چارون مین سے جنکو آپ زیادہ عزیز رکھتے ہین اپنے پاس رکھ لو
اور دوسرونکو ہمین دیدو ۔ اوس وقت آنحضرت کو تردد ہوا کہ کس کو رکھ لیا جائے
اور کس کو دیدینا چاہیئے ۔ آخر دل نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر نواسون کو دیدیا جائیگا
تو فاطمہ اور علی کو بڑا رنج ہوگا ۔ اور اون کی دل لگی کیسی ہوگی ان کے
سوا اون کے اور کون ہے ۔ اور اگر فرزندون کو دیدیا جائے گا تو میری دل لگی
نواسون سے ہو جائے گی ۔ صرف ایک ان کی مان کو دکھ ہوگا ۔ پس دو
آدمیون کو دکھ پہونچنے سے ایک کو دکھ پہونچنا کسیقدر کم ہے ۔ اس بات کو
دل مین نہان کر آپ نے کہا اے جبرئیل مین نواسون کو اپنے پاس رکھ لینا مناسب
جانتا ہون ۔ چنانچہ اسی بناء پر آپ کے دونون فرزند دو تین روز کے عرصہ مین
یکے بعد دیگرے انتقال کر گئے ۔ منہ ۔

یاد کرتا ہون اور تم میرا شکر کرو اور کفران نعمت نکرو ۔ یعنے گلہ شکوہ نکرو ۔
یہ خطاب بظاہر عام مومنون کی جانب ہے ۔ اس مین اوس واقعہ کا کچھ ذکر
نہین ہے ۔ صرف اپنے ذکر اور شکر کی طرف اون کو رجوع کرتا ہے ۔ تاکہ اون کا
دل دنیا سے ہٹ جائے اور خدا کی طرف لگ جائے ۔ اس کے بعد یہ فرمایا ۔
"یا ایہا الذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلوۃ ان اللہ مع الصابرین" "اے
وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو ۔ صبر اور عبادت سے کام لو ۔ بے شک خدا
صبر کرنے والون کے ساتھ ہے" ۔ اس مین بھی اصل مطلب کا کوئی ذکر نہین
ہے ۔ گویا عام طور پر صبر اور نماز کی ترغیب دی گئی اور رضا و تسلیم پر مائل
کر دیا گیا ۔ اور اوسکی فضیلت کی چاشنی بھی دیگئی ۔ جب یہ تمام باتین تسکین اور
دل جوئی کی ہو چکین تو یہ فرمایا "ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات
بل احیاء ولکن لا تشعرون" ۔ "جو شخص خدا کی راہ مین قتل کیا جاتا ہے اوسکو
مردہ نکہو بلکہ وہ زندہ ہے لیکن تم اون کو محسوس نہین کر سکتے" ۔ اس مین
شہادت کا شرف اور اوس کی قدر و منزلت کا بیان ہوا تاکہ شہادت کا شوق
دل مین پیدا ہو اور مرنے کا خوف نرہے ۔ اب ایک اشارہ اصل مضمون کا
کیا گیا جس سے سب کے دل اودہر رجوع ہو جائین ۔ ان سب مراتب کے
طے ہو جانے کے بعد اس واقعہ کو بہت ہی مختصر مگر جامع لفظون مین اس طرح بیان
فرمایا "ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات"
"اور البتہ ہم آزمائینگے تم کو یعنے تمہارا امتحان لینگے ایک ایسی چیز سے جس مین خوف ہے
اور بھوک ہے ۔ اور مال کا بھی اور جانون کا بھی اور اولاد کا بھی نقصان ہے" ۔ یہ پانچون

باتین وقت واحد مین حضرت امام حسین پر گزر گئین ۔ اور حضرت اس امتحان مین پورے اوترے ۔ باوجود اسقدر رعایت اور دلداری کے پھر بھی اون کی آزردگی کا خیال باقی رہا ۔ اور اوس کی تلافی مین یہ فرمایا "وبشر الصابرین الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون" ۔ اولئک علیہم صلوات من ربہم ورحمۃ واولئک ہم المہتدون" "اے محمد تو بشارت دے اون صبر کرنے والون کو جبکہ اون پر مصیبت پڑتی ہے تو کہتے ہین کہ ہم خدا کے لیے ہین اور ہم اوسی کے پاس جانے والے ہین ۔ یہی وہ لوگ ہین جنپر خدا درود بھیجتا ہے اور رحمت نازل کرتا ہے ۔ اور یہی وہ لوگ ہین جنکو ہدایت ہوئی ہے" ۔ اس مین جو کچھ عنایت اور مہربانی کا اظہار کیا گیا ہے اوس کا لطف کچھ اونہین لوگون کو ملتا ہے جو طالبان خدا ہین ۔ اور جنکی طبیعت مین عشق اور محبت کا مادہ ہے ۔ اس امتحان کی تشریح تو آگے چل کر ہم بہت ہی توضیح کے ساتھ کرینگے ۔ لیکن سردست اس موقع مین اوس کی تطبیق معرکہ کربلا سے کرکے بتلاتے ہین کہ جن مصائب کا ذکر اللہ جلشانہ نے پیش از وقوع واقعہ اس آیت مین کیا ہے وہ کہان تک اس کے حسب حال ہین ۔

حضرت امام حسین کو سلطنت کی جانب سے ایذا رسانی کا اسقدر تردد اور خوف ہو گیا تہا کہ گھر مین تو کیا ملک مین رہنا دشوار ہو گیا تہا ۔ بھوک پیاس کا وہ حال تہا کہ اونکو اور اونکے ساتھ والون کو یہان تک کہ بچون کو بھی تین روز تک پانی نہین ملا ۔ کہانیکا تو ذکر ہی کیا ہے ۔ جبکہ پانی نہو تو ایک نوالہ بھی کہایا نہین جا سکتا ۔ اونکے پاس جو کچھ مال و اثاثہ تہا وہ سب لوٹ لیا گیا ۔ جتنے عزیز و اقربا اور یار و انصار

اون کے ساتھ تھے وہ تمام قتل کیے گئے ۔ بھائی ۔ بیٹے ۔ بھانجے ۔ بھتیجے اور وہ خود بھی شہید ہو گئے ۔ گویا حضرت اس آیت کے پورے مصداق ہیں ۔

اس کے علاوہ بہت سی حدیثیں اس واقعہ کے اظہار میں وارد ہوئی ہیں ۔ چنانچہ طبرانی نے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے "خبر دی مجھے جبرئیل نے اس بات کی کہ یہ جو لڑکا میرا حسین ہے شہید کیا جائیگا زمین طف میں ؎ اور لا کر دکھائی مجھے مٹی اوس جگہ کی اور کہا کہ یہ اوس کے مرقد کی ہے" ۔

ابو داود اور حاکم نے ام الفضل سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ "آئے جبرئیل میرے پاس اور خبر دی مجھے کہ قریب ہے امت محمدی قتل کرے اس میرے لڑکے حسین کو اور لا کر دکھا دی مجھے خاک سرخ اوسکے مقتل کی ۔

امام احمد نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے "ایک روز آیا فرشتہ میرے پاس کہ وہ کبھی نہیں آیا تھا اور کہا کہ یہ جو تیری لڑکی کا لڑکا (حسین) ہے شہید کیا جائیگا اور تم چاہو تو میں خاک اوس زمین کی جہاں یہ شہید ہوگا لا کر دکھا دوں پھر لایا وہ فرشتہ تھوڑی سی خاک" ۔

امام احمد اور ابو حاتم اور بغوی اور بیہقی اور ابو نعیم نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک روز اجازت چاہی ایک فرشتہ موکل بارش نے اپنے پروردگار سے کہ میں چاہتا ہوں تیرے رسول کی خدمت میں حاضر ہوں ۔ اور

؎ طف ایک جنگل کا نام ہے قریب کوفہ کے جس کو کربلا کہتے ہیں منہ ۔

اجازت دی اوس کو خدا تعالی نے ۔ حضرت اوس وقت ام سلمہ کے مکان مین تھے ۔ آپ نے ام سلمہ سے کہا کہ حجرہ کا دروازہ بند کر دو اور دیکھتی رہو کہ اندر کوئی آنے پائے ۔ ام سلمہ دروازہ پر بیٹھ گئین ۔ اتنے مین امام حسین دوڑتے ہوئے آئے اور بزور اندر گھس گئے ۔ آنحضرت نے اون کو اپنی گود مین بٹھا لیا اور پیار کرنے لگے ۔ اوس فرشتہ نے کہا یا حضرت آپ اس لڑکے کو بہت چاہتے ہین ۔ حضرت نے فرمایا ۔ ہان ۔ وہ کہنے لگا کہ قریب ہے آپکی امت اس لڑکے کو قتل کر ڈالے ۔ اگر آپ چاہین تو مین آپکو وہ مقام بھی دکھا دون جہان یہ قتل ہوگا ۔ پھر وہ تھوڑی سی سرخ مٹی لے آیا ۔ ام سلمہ نے اوس مٹی کو لیکر ایک کپڑے مین باندھ رکھا "۔

حاکم اور بیہقی نے ام الفضل سے روایت کی ہے وہ کہتی ہین کہ "مین نے ایک روز امام حسین کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئی اور اون کو آپ کی گود مین بٹھا دیکر مین کسی کام مین مشغول ہو گئی ۔ اتنے مین کیا دیکھتی ہون کہ حضرت کی آنکھون سے آنسو جاری ہین ۔ مین نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے مان باپ آپ پر سے قربان ! یہ کیا حال ہے ۔ آپ نے فرمایا ۔ ای ام الفضل ابھی جبرئیل نے آکر مجھ سے کہا کہ اس لڑکے کو تمہاری امت قتل کریگی اور اوس کے مقتل کی خاک سرخ لاکر دکھا دی "۔

اسحق بن راہویہ اور بیہقی اور ابو نعیم نے ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ ایک روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت سو رہے تھے یکایک جاگ اوٹھے اور نہایت غمناک اور آبدیدہ تھے ۔ آپ کے ہاتھ مین سرخ مٹی تھی اور اوس کو

اوچھال رہے تھے ۔ مین نے پوچھا یا رسول اللہ یہ مٹی کیسی ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے خبر دی کہ میرا لڑکا حسین زمین عراق مین شہید ہوگا ۔ اور یہ خاک سرخ اوسی مقام کی ہے" ۔

ابو نعیم نے ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ ایک روز امام حسن اور امام حسین دونون میرے گھر مین کھیلتے تھے ۔ اتنے مین جبرئیل آئے اور کہا اے محمد بے شبہ تمہاری امت اس لڑکے کو شہید کرے گی ۔ اور اشارہ کیا طرف امام حسین کے اور تھوڑی سی خاک سرخ حضرت کو لا کر دی ۔ آپ نے اوس مٹی کو سونگھ کر کہا کہ اس مین بوئے کرب و بلا ہے ۔ اور فرمایا کہ اے ام سلمہ جب یہ خاک خون ہو جائے تو تم جان لینا کہ حسین شہید ہوا ۔ مین نے اوس خاک کو ایک شیشہ مین رکھ چھوڑا ۔ جس روز امام حسین شہید ہوئے اوس رات کو مین نے سنا کہ کوئی یہ شعر پڑھتا تھا ۔ وردا یہا القاتلون جہلاً حسینا ۔ ابشروا بالعذاب والتنکیل ۔ قد لعنتم علی لسان داود ۔ وموسی وحامل الانجیل" ۔ [1] اس مضمون کو سنکر مجھے رونا آیا اور اوس شیشہ کو کھول کر دیکھا تو وہ مٹی خون ہو گئی تھی اور اوس مین جو کنکر تھے اون مین سے خون جاری تھا" ۔

بیہقی نے ابی سلمہ بن عبدالرحمن سے روایت کی ہے کہ ایک روز امام حسین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اوس وقت بی بی عائشہ کے بالاخانہ پر

[1] ان اشعار کا ترجمہ یہ ہے ۔ اے جاہل قاتلان حسین ۔ بشارت ہو تم کو عذاب کی اور سختی کی ۔ بے شک تم پر لعنت ہوئی داود کی اور موسی کی اور حامل انجیل (عیسی) کی

آنحضرت کے پاس جبرئیل بیٹھے تھے ۔ آنحضرت سے جبرئیل نے کہا کہ جلد شہید کرے گی تمہاری امت اس لڑکے کو اگر تم چاہو تو اوس زمین کا پتہ بھی مین تم کو بتا دیتا ہون کہ جہان یہ شہید ہوگا اور اشارہ کیا طرف طف کے اور تھوڑی سی خاک سرخ وہان کی آنحضرت کو لاکر دکھا دی ۔

ابن سکن اور بغوی اور ابو نعیم نے انس بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے ۔ وہ کہتے ہین "کہ سنا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا بالتحقیق یہ لڑکا میرا حسین زمین کربلا مین شہید ہوگا ۔ پس تم مین سے جو کوئی اوس وقت موجود رہے حسین کا ساتھ دے اور اوسکو اکیلا نہ چھوڑے" ✱

ابن عساکر نے محمد بن عمر بن حسن سے روایت کی ہے ۔ وہ کہتے ہین "کہ مین امام حسین کے ساتھ کربلا مین نہر فرات پر تھا ۔ امام حسین نے شمر ذی الجوشن کو دیکھ کر فرمایا سچا ہے خدا اور اوس کا رسول ۔ پیغمبر نے فرمایا ہے کہ مین دیکھتا ہون ایک ابلق کتے کو کہ وہ میرے اہل بیت کے خون مین منہ ڈالتا ہے" +

ابو نعیم نے یحیی حضرمی سے روایت کی ہے ۔ وہ کہتے ہین "کہ مین صفین کے سفر مین جناب امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کے ہمراہ رکاب تھا ۔ جس وقت

✱ اسی حکم کی بنا پر انس بن حارث امام حسین کے ساتھ گئے اور کربلا مین حضرت کے ساتھ شہید ہوئے ۔ منہ ۔

+ شمر کوڑھی تھا اور اوسکے جسم پر سفید داغ تھے اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابلق کتا فرمایا ۔ یہ شخص اہل بیت کا سخت دشمن تھا ۔ اوسکو انکے قتل ہونیکی خوشی تھی ۔ منہ ۔

جناب امیر مقام نینوی پر پہونچے تو بے اختیار پکار کر کہا کہ "صبر کر اے ابا عبداللہ الحسین صبر کر و نہر فرات پر" مین نے یہ بات جناب امیر کی زبان سے بے محل سنی تو متعجب ہو کر پوچھا کہ یا حضرت آپ نے یہ کیا فرمایا ۔ جناب امیر نے کہا کہ ایک روز مین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا تھا دیکھا تو آپ کی آنکھون سے آنسو جاری ہین ۔ مین نے عرض کیا کہ یا حضرت رونے کا باعث کیا ہے ۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ابھی جبرئیل نے آکر مجھسے کہا کہ بالتحقیق حسین نہر فرات پر قتل کیا جائے گا ۔ اور وہان کی تھوڑی سی مٹی بھی مجھے لاکر دکھادی ۔ وہ سرخ مٹی تھی مقتل حسین کی" ۔

ابن سعد نے شعبی سے روایت کی ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے صفین کا ✤ قصد فرمایا اور فرات کے کنارے نینوی کے مقام پر پہونچے اور وہان سے کربلا کے جنگل مین گزر ہوا تو آپ نے اوس جائے کا نام پوچھا ۔ لوگون نے عرض کیا کہ اس کو کربلا کہتے ہین ۔ آپ نے وہان اوترکر ایک درخت کے نیچے نماز ادا کی ۔ اور آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ یہان کئے لوگ شہید ہونگے ۔ وہ ایسے بہتر شہید ہین کہ بلا پرسش بہشت مین چلے جائینگے ۔ جس جگہ کی طرف آپ نے اشارہ کیا تھا وہان لوگون نے نشان بنا رکھا اور بعد مین دیکھا تو

✤ صفین وہ مقام ہے کہ جہان امیر المومنین علی مرتضی اور امیر شام معاویہ ابن ابی سفیان سے جنگ ہوئی تھی ۔ یہ جنگ نو روز تک رہی اور اوس مین تیرہ ہزار مسلمان طرفین کے قتل ہوئے ۔ منہ ۔

حسین وہان شہید ہوئے تھے ۔

ابن ابی شیبہ نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ مین حضرت علی کے ساتھ کربلا مین تھا ۔ حضرت نے فرمایا کہ اس جنگل مین سے ستر آدمی اوٹھینگے اور بلا پرسش بہشت مین چلے جائینگے ۔

طبرانی نے شیبان بن مخزوم سے روایت کی ہے کہ جب علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کربلا مین پہونچے تو فرمانے لگے کہ اس مقام پر ایسے لوگ شہید ہونگے جنکے مانند کوئی شہید سوائے شہدائے جنگ بدر کے نہوگا ۔

ابن عساکر نے ابن سیرین سے روایت کی ہے وہ کہتے ہین کہ "مین نے اپنے بعض دوستون کی زبانی سنا ہے کہ ایک روز جناب امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ نے عمرو بن سعد سے فرمایا کہ ایک روز ایسا ہوگا کہ تم ایک ایسی جائے پر ہوگے جہان بہشت اور دوزخ کا تمکو اختیار دیا جائے گا اور تم دوزخ کو اختیار کروگے"۔

ابو نعیم نے اصبغ بن نباتہ سے روایت کی ہے ۔ وہ کہتے ہین کہ "مین جناب امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ صفین کے سفر مین تھا ۔ جب موضع قبر حسین پر پہونچے تو جناب امیر نے اوس جگہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہان اونٹ بٹھائے جائینگے ۔ یہان ضیح کھڑے ہونگے یہان شہیدون کا خون بہیگا اور چند جوانان آل محمد اس میدان مین قتل ہونگے اور اون پر آسمان اور جن روئینگے"۔

حاکم اور ابو نعیم نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وحی بھیجی خدا تعالی نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مضمون کی کہ بالتحقیق

مین نے یحیی بن زکریا کے انتقام مین ستر ہزار یہودی قتل کیے تھے ۔ تیرے فرزند حسین کے خون کے بدلہ مین اوس کے دو چند یعنے ایک لاکھ چالیس ہزار آدمی قتل کرونگا اور انتقام لونگا +

العظمۃ للہ ! غور کرنے کا مقام ہے ۔ اللہ جلشانہ کو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی خاطر ہے ۔ اور حضرت امام حسین کا کیسا مرتبہ ہے ۔ یحیی علیہ السلام پیغمبرون کے زمرہ مین ہین ۔ اون کے خون کے بدلہ مین تو ستر ہزار مارے جائین ۔ اور امام حسین کے خون کے عوض مین اوس کے دو چند قتل ہون ! اس مین ایک نکتہ ہے ۔ حضرت امام حسین کی شہادت درحقیقت جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت ہے ۔ کیونکہ اللہ جلشانہ نے آنحضرت کو جمیع فضائل و کمالات ظاہری و باطنی عطا فرمائے تھے ۔ جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے ۔ لیکن ایک درجہ شہادت کا باقی تھا ۔ جس کا ہونا ایسی ذات مجمع کمالات مین ضرور تھا ۔ اور آنحضرت کو بھی اوسکی تمنا تھی ۔ اوسکے حاصل نہونیکا سبب یہ تھا کہ شہادت کی دو صورتین ہین ۔ ایک خفی اور ایک جلی ۔ شہادت خفی کی تعریف یہ ہے کہ اوس کا ظہور اچھی طرح سے نہو ۔ بلکہ جہانتک ممکن ہے پوشیدہ طور پر ہو ۔ شہادت جلی وہ ہے

+ اس حکم کا ظہور دو دفعہ کے بلہ مین ہوا ۔ ایک تو امام حسین کی شہادت کے پانچ سال بعد مختار گردی مین ستر ہزار آدمی مارے گئے ۔ جتنے لوگ امام حسین کی شہادت مین شریک تھے مختار نے اون سب کو چن چن کر مارا ۔ دوسرے ستر ہزار عباسیون کی شروع عملداری مین قتل ہوئے منہ ۔

کہ علی رؤس الاشہاد قتل کیا جائے ۔ اور جسقدر اذیتیں ممکن ہیں وہ تمام گزر جائیں ۔ اور اوسکی شہرت ایسی ہو کہ ساری دنیا اوس سے واقف ہو جائے ۔ اور یہی شہادت کاملہ ہے ۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت صورت اول کی ہوتی تو کسی کو معلوم نہوتا اور شہادت کاملہ نہ کہلاتی ۔ اگر صورت ثانی کی ہوتی تو یہ امر شان و شوکت اسلام کے منافی تھا ۔ اسلام کی شان و شوکت کو برقرار رکھنا خدا تعالی کو منظور تھا ۔ لہذا حکمت الہی اس بات کی مقتضی ہوئی کہ اس کام کے سرانجام پانیکے واسطے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم مقام کیے جائیں ۔ تاکہ اون دونوں قسم کی شہادت کا وقوع بوجہ کمال ہو ۔ اسوجہ سے امام حسن کی شہادت ایسے خفیہ طور پر ہوئی کہ جسکے ظاہر ہونیکے اسباب مشتبہ رہے ۔ اور گو یہی کے اندر تمام امور کا فیصلہ ہو گیا ۔ امام حسین کی شہادت ایسی علانیہ صورت کی ہوئی کہ اوسکے حالات تمام دنیا پر مثل روز روشن ظاہر ہو گئے ۔ جتنی باتیں اس قسم کی شہادت کے لیے درکار ہیں وہ سب کی سب بوجہ اتم وقوع میں آئیں ۔ اور بحکم "والولد سر لابیہ" ان دونوں بزرگواروں نے حق فرزندی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ادا کر دیا ۔ اب قوم نے انکے ساتھ جو سلوک کیا وہ درحقیقت خاص آنحضرت کی ذات کے ساتھ کیا ۔ اسکے لیے عذر بھی کتنا معقول پیش کیا گیا ہے کہ حضرت امام حسین حاکم وقت کی بیعت سے کنارہ کش تھے ۔ ماشاء اللہ ! بھلا یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ خاندانی منصب امامت کے ہوتے سہاتے اون کا ہاتھ کسی حاکم دنیا کے ہاتھ میں دیا جاتا ۔

امامت وہ چیز ہے جس کو قائم مقام نبوت اور رسالت کہنا چاہیے ۔ اور جس کا سرچشمہ

ولایت ہے ۔ مرتبہ ولایت کی تعریف محتاج بیان نہین ۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "الولایۃ افضل من النبوۃ" یہ مرتبہ تقرب الی اللہ کا نام ہے اس مین سوائے ذات حق جل و علا کے کسی دوسری چیز کی گنجایش نہین ہوسکتی ۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "ولی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل" مجھے خدا کے ساتھ کوئی وقت ایسا ہوتا ہے جس مین میرے ساتھ نہ کسی فرشتہ مقرب کی گنجایش ہوتی ہے اور نہ کسی نبی مرسل کی ۔ جس طرح نبوت کے لیے ولایت کا ہونا ضروری ہے اوسی طرح امامت کے لیے بھی ولایت کا ہونا لازمی ہے ۔ جب کسی کو پیغمبری کا عہدہ ملا ہے تو پہلے اونکو ولایت کا مرتبہ حاصل ہوا ہے ۔ یہ ایک بدیہی مسئلہ ہے کہ جنکو بارگاہ کبریائی مین رسائی ہوگی اونکو اسرار الوہیت سے واقفیت ہوگی ۔ اور جنکو اسرار الوہیت سے واقفیت ہوگی اونکو تبلیغ احکام الہی کی خدمت ملیگی اس سے ثابت ہوگیا کہ خدا تعالی کے قرب اور اوسکی معرفت کا نام ولایت ہے ۔ اور مخلوق کو احکام الہی کی ہدایت کرنیکا نام نبوت ہے ۔ ہدایت کرنیکے دو طریقے ہین ۔ ایک تو شریعت مجددہ کو قائم کرنا ۔ دوسرا شریعت قدیمہ کو استواری دینا ۔ پہلے طریقہ کا نام نبوت اور رسالت ہے ۔ دوسرے طریقہ کا نام امامت ۔ جبکہ نبوت اور رسالت ہمارے رسول مقبول پر ختم ہوچکی ہے اور وہ شریعت جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کیا ہے قیامت تک باقی رہنے والی ہے تو اوسکے استحکام کے لیے خدا تعالی نے امامت کا منصب اون خاص لوگون کو عطا فرمایا جو مقربان بارگاہ کبریائی ہین ۔ اون حضرات کا یہ کام ہے کہ مسلمانون کو شریعت اسلام کے اوامر و نواہی کے پابند رہنے کی ہدایت کرین ۔ اور اسلام کے مستقیم راستہ سے اونکو بھٹکنے نہ دین ۔ اور اوسکے

ساتھ خدا کی معرفت اور اوسکے عشق اور ذکر اور فکر اور تصفیہ دل اور تزکیہ نفس اور
مراقبہ اور مشاہدہ اور حضور قلب اور فنا اور بقا اور وجود و عدم وغیرہ امور باطنی کی
تعلیم و تلقین کریں جسکو اصطلاح صوفیہ میں طریقت اور معرفت کہتے ہیں ۔ انکی بیعت
خداشناسی کیلئے اوسی طرح پر فرض ہے جس طرح خدا پرستی کے لیے پیغمبر کی بیعت فرض ہے ۔
اس میں کسی مسلمان کو کلام نہیں ہو سکتا کہ اس منصب کا استحقاق پیغمبر کے خاندان کے سوا کسی کو
نہیں ہے ۔ اور یہ شرف "ید اللہ فوق ایدیہم" کا خاص جناب امیر المومنین علی مرتضی
کرم اللہ وجہہ کو حاصل ہوا ہے کیونکہ خدا تعالی کی بارگاہ سے اون کو ید اللہ کا خطاب
ملا ہے ۔ گویا اون کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے ۔ اس دلیل سے اونکے جانشینوں کا ہاتھ کل
قوم اسلام کے ہاتھوں کے اوپر ہونا چاہیے ۔ نہ یہ کہ خود اونکے خاص فرزند کے ہاتھ کے اوپر
کسی دوسرے کا ہاتھ ہو ۔ کتنی بڑی جرات کی بات ہے کہ ایسی ذات مقتدای کائنات
سے اس طرح کا سوال کیا جائے جو نہ صرف اون کے ذاتی شرف و منزلت کے بلکہ اون کے
خاندان کے بھی خلاف ہو ۔ "چھوٹا منہ بڑی بات" جیسا کہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے
کبرت کلمۃ تخرج من افواہہم" واہ وا پیغمبر کے خاندان کی کیا اچھی عزت کیگئی !
اور اون کے احسان کا کیا اچھا معاوضہ ہوا ہے ! اور پھر اس منہ پر آیندہ قیامت کے
روز شفاعت کی بھی امید رکھی جاتی ہے ۔ کاش یہ لوگ کسی دوسرے کو اپنا پیغمبر
بنا لیتے ۔ اور ہمکو اس قسم کے شکوہ و شکایت کرنیکا موقع نہ دیتے ۔ اگر انکے یہی
پیغمبر ہیں ۔ اور یہی قرآن ان کا دین و ایمان ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ آیت
قرآن مجید کی انہیں پر صادق آتی ہے ۔ اور یہی تمغہ اونکے اعمال کا ہے ۔ "کیف
یہدی اللہ قوما کفروا بعد ایمانہم و شہدوا ان الرسول حق [illegible] واللہ لا یہدی

القوم الظالمین ۔ اولئک جزاؤھم ان علیھم لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین خالدین فیھا لا یخفف عنھم العذاب ولا ھم ینظرون ۔ کیونکر ہدایت کریگا خدا اوس قوم کو جو کافر ہوگئی بعد ایمان لانے کے اور گواہی دی اس بات کی کہ پیغمبر برحق ہے اور اون کے پاس معجزے بھی آچکے ۔ اور خدا ہدایت نہیں دیتا ہے ظلم کرنے والی قوم کو ۔ یہی بدلہ ہے ان کو کہ اونپر لعنت ہے خدا کی اور فرشتونکی اور کل آدمیون کی ۔ ہمیشہ اسی میں رہینگے نہ اونسے کچھ عذاب کم ہوگا اور نہ اونکو کچھ مہلت ملیگی ۔

چوتھا پان

سرگشتگان وادی غربت جہان چلے
رنج والم کا ساتھ لیے کاروان چلے

ایک شب ہمارا خیالی دوست گھر مین بیٹھے بیٹھے اوکتا کر جو باہر نکلا تو رات کا سمان بہت ہی پیارا معلوم ہوا ۔ اوائل ماہ کی اندھیری رات مین تارے خوب چمکے ہوئے ہین ۔ آسمان کیا ہے گویا سیاہ اطلسی کا چوبی شامیانہ تنا ہوا ہے ۔ قدم بڑھا کر آگے چلا تو ایک ایسے مقام پر پہونچا کہ جہان لوگون کا بڑا ازدحام تھا ۔ نئی نئی صورتین دیکھ کر عاشق مزاج دوست حیران ہو گیا کہ الٰہی ! یہ کونسا شہر ہوگا جو اسقدر کثرت سے آباد ہے ؟ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ مدینہ منورہ ہے ۔ اور یہ لوگ جو دکھائی دیتے ہین آدمی کی صورت مین فرشتے ہین ۔ ہمارے پیغمبر آخر الزمان کی زیارت کے لیے آسمان سے اوترے ہین ۔ جل جلالہ ! اوس وقت اتنی خوشی حاصل ہوئی کہ جس کی انتہا نہین ۔ سبحان اللہ عما یصفون ۔ کیا خدا کی شان ہے ! تمام عمر

جس روضہ مطہرہ کے دیکھنے کی آرزو تھی وہ آج یون مفت نصیب ہو گیا ۔ چلو سب سے پہلے زیارت سے مشرف ہو جائین ۔ اوس کے بعد شہر کی بھی سیر کرینگے ۔ جب حرم کے اندر داخل ہوا تو ایک نور کا عالم نظر آیا ۔ وہ نورانی گنبد ۔ اور وہ اطراف کی رنگین منقش جالی ۔ جس مین بجائے گل بوٹے کے تمام آیات و احادیث بخط عربی کندہ ۔ بیچ مین بہت ہی بیش قیمت قسطنطنیہ کے ریشمی قالین کا فرش ۔ اور اوسپر جابجا سونے چاندی کے بڑے بڑے روشن کیے ہوئے کنول اور دیگے ۔ خواجہ سراؤن کا وہ اہتمام ۔ زائرین کا وہ ازدحام ۔ خدا کی قدرت کا جلوہ صاف عیان ہے ۔ ہر طرف الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ۔ الصلوۃ والسلام علیک یا نبی اللہ کی ندا بلند ہو ۔ لوگ باب السلام سے چلے آرہے ہین اور طواف کر کر کے باب الجبرئیل سے نکل جاتے ہین ۔ اوس وقت دل کی کیا کیفیت تھی ؟ کس طرح بیان کرون ۔ تڑپ کر پہلو سے نکلا پڑتا ہے ۔ جوش عقیدت سے آنسو دونون رخسارون پر بہ رہے ہین ۔ گلا گھٹ گیا ہے ۔ زبان سے "اللھم صل علی محمد" پورا نہین نکل سکتا ۔ بہرصورت طواف کر کے مسجد نبوی مین پہونچا تو وہ مقام دکھلائی دیا جو ما بین گنبد و منبر ہے ۔ گنبد کی دیوار پر کیا ہی خوشخط جلی قلم طغرا مین بہ خط ثلث سنہری حروف کندہ ہین کہ دیکھنے سے تعلق رکھتے ہین ۔ غور سے پڑھا تو یہ حدیث لکھی ہے کہ "ما بین قبری و منبری روضۃ من ریاض الجنان" ، روحی فداک یا رسول اللہ ! تم نے اپنے زائرین کو بہت عنایت کر دی ۔ اس وقت مسجد مین کچھ عجب ہی لطف ہے ۔ تمام ستون منقش بآیات قرآنی مطلا ہین ۔ روشنی کی کثرت سے سراپا لقہ نور بنی ہوئی ہے ۔ بہت ہی پر تکلف فرش بچھا ہے ۔ اوسپر لوگ بیٹھے ہوئے تلاوت قرآن

کر رہے ہین ۔ اور کچھ نماز پڑھ رہے ہین ۔ دیکھنے والون کی آنکھون کو ایسی ٹھنڈک اور دل کو ایسی تسکین ہے کہ وہان سے نکلنے کو جی نہین چاہتا ۔ ابھی ہمارا دوست محو تماشائے فردوس تھا کہ دفعتاً ایک دردناک آواز کان مین آئی ۔ کیا کہون کسی نے دل کو مسوس ڈالا ۔ یا تو وہ خوشی تھی کہ پھولون نہین سماتا تھا ۔ یا یہ حال ہوا کہ دل قابو ہی مین نہین ۔ جھپٹ کر باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہے کہ حضرت امام حسین کے کوچ کی گڑبڑ ہو رہی ہے ۔ سامان گھر سے باہر نکل رہا ہے ۔ خدام پردہ کرا رہے ہین ۔ عورتین محملون مین سوار ہو رہی ہین ۔ ساتھ چلنے والے کمربستہ کھڑے ہین ۔ روانگی کا اہتمام ہو رہا ہے ۔ شہر کی تمام خلقت حضرت کو پہونچانے کے واسطے جمع ہو رہی ہے ۔ جتنے لوگ وہان موجود ہین سب افسوس کر رہے ہین اور گورنمنٹ شام کو برا بھلا کہہ رہے ہین اسی شور و غل نے ہمارے دوست کو پریشان کر دیا تھا ۔ وہ آگے بڑھکر حضرت کا قدمبوس ہوا ۔ اور آبدیدہ ہو کر عرض کیا کہ یا ابن رسول اللہ ۔ کہان کا قصد ہے ؟ اور کس لیے ؟ حضرت نے فرمایا ۔ بھائی ! بیت اللہ کا ارادہ ہے اور اس کا سبب مشیت ایزدی ہے ۔ ہمارا دوست پنجتن کے نام پر نثار ہونے والا ۔ بھلا وہ ایسے موقع پر کہین رکتا تھا ! وہین سے حضرت کے ہمراہ رکاب ہو گیا ۔ اور یہ آیت پڑھتا ہوا آگے آگے چلا کہ "فاینما تولوا فثم وجہ اللہ" جدھر تم پلٹو گے اودھر خدا کا سامنا ہے

جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے عہد مبارک سے اہل بیت اطہار مدینہ طیبہ مین رہتے تھے ۔ چنانچہ بی بی فاطمہ زہرا کی رحلت اور امام حسن کی شہادت اسی مقام متبرک مین ہوئی ۔ انکے بعد امام حسین بھی بدستور وہین تشریف رکھتے تھے ۔ اس وقت پنجتن پاک مین یہی ایک باقی رہگئے تھے ۔ اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی ایک زندہ یادگار تھے ۔

انکو دیکھ کر لوگ اپنی تسکین کر لیا کرتے تھے۔

۵۶ھ ہجری میں امیر شام معاویہ ابن ابی سفیان کو یہ خیال ہوا کہ اپنے جیتے جی اپنے فرزند یزید کو اپنا ولیعہد کر دیا جائے۔ تاکہ بعد میں کوئی خرخشہ پیدا نہو۔ اس خیال کی تائید پر ایک فرمان تمام ممالک اسلامیہ میں جاری کیا گیا کہ "یزید کے نام کی بیعت کل اہل اسلام سے لیجائے" اس حکم کی تعمیل میں حکام ان ریاست نے بڑی سرگرمی سے کی۔ یعنے یزید کی بیعت سب سے لیگئی۔ صرف حضرت امام حسین اور عبداللہ بن عباس اور عبدالرحمن بن ابابکر صدیق اور عبداللہ بن عمر فاروق اور عبداللہ بن زبیر باقی رہگئے۔ ان پانچ صاحبوں نے قبول نہیں کیا۔ گو اونسے بیعت لینے کی بہت کوشش کیگئی۔

آخر الامر چار سال کے بعد ۶۰ھ ہجری میں جبکہ معاویہ نے رحلت کی اور یزید مسند نشین ہوا تو اس نے نائبوں کو اس امر کی اطلاع دی اور اوسکے ساتھ ہی ایک رقعہ علیحدہ ولید بن عقبہ نائب مدینہ کو لکھا کہ جسطرح ہو سکے امام حسین وغیرہ باقی لوگوں سے جنہوں نے ابتک بیعت نہیں کی ہے فوراً بیعت لیجائے۔ جب یہ دونوں خط نائب مدینہ کو پہونچے تو اوسکو تردد ہوا۔ وہ جانتا تھا کہ امام حسین سے بیعت کا لینا آسان کام نہیں ہے۔ اس میں ضرور فساد ہوگا۔ اون دنوں مروان بن حکم مدینہ میں موجود تھا۔

بنابر ہمارے ناظرین مروان کے نام سے واقف ہونگے۔ یہ وہ ذات شریف ہے کہ ایکبار جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس کو وحی کے لکھنے پر مامور فرمایا تھا تو اوس نے وحی کی عبارت میں اپنی طرف سے کچھ بڑھا دیا تھا۔ جب یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئی تو وہ عبارت وحی میں سے نکال ڈالی۔ اور

ولید نے اوس کو بلا کر اس امر مین مشورت کی ۔ اس نے کہا کہ اون پانچون مین سے عبدالرحمن ابن ابا بکر نے تو انتقال کیا ہے ۔ اب چار باقی ہین ۔ اور وہ چارون یہان موجود بھی ہین اونکو بلا کر بیعت کا سوال کرو ۔ اگر قبول کرلین تو بہتر ہے ۔ والا اسی وقت اونکو قتل کرڈالو ۔ بس قصہ پاک ہوگیا ۔ نائب نے کہا ۔ واہ ۔ کیا اچھی صلاح دی ہے ۔ کیا تم نہین جانتے کہ امام حسین کون ہین ۔؟ اور ہمکو اون کے ساتھ کس طرح رہنا چاہیے ؟ مین اون کو قتل کرکے خدا کو کیا جواب دونگا ۔ اور پیغمبر کو کس طرح

اوس کو اپنے پاس سے دس کوس دور اخراج کرادیا ۔ آنحضرت کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت مین اور دس کوس دور بڑھا دیا ۔ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ نے اپنی خلافت مین اور بھی دس کوس دور کا حکم دیا ۔ اسکی فتنہ پردازی اور جعلسازی سے لوگ بہت ڈرتے تھے ۔ اس کا دارالخلافت مین رہنا مناسب نہین سمجھتے تھے ۔ یہ شخص بنی امیہ کے خاندان کا تھا ۔ بنی ہاشم کے خاندان سے سخت عداوت رکھتا تھا ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت مین اوس کو قابو ملا ۔ اونہون نے برادری کی رعایت سے اس مردود کو پاس بلایا ۔ اور اپنا مشیر بنایا ۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بنی امیہ کے خاندان والے تمام ملکی خدمات پر مامور ہوگئے اور خاطر خواہ حکومت کرنے لگے ۔ ہاشمی خاندان کے لوگ منہ دیکھتے رہگئے ۔ آخر اسی کا فساد باعث شہادت حضرت عثمان ہوا اور خلافت کے امور مین تفرقہ پڑگیا ۔ پھر اسی کی سازش سے امام حسن کو زہر دیا گیا ۔ اور اسی کی چشمک سے امام حسن کے جنازہ پر ہنگامہ ہوا جس کے باعث وہ اپنے نانا کے روضہ مین مدفون نہو سکے منہ ۔

منہ دکھاؤنگا ۔ ایسا تو مجھ سے کبھی نہوگا ۔ مروان نے کہا ۔ اگر تمہارا ایسا خیال ہے تو تمہاری نوکری رہنا محال ہے ۔

غرض یہ باتین ہو ہو کر امام حسین کے بلانے کے لیے آدمی گیا ۔ اوسوقت آپ مسجد نبوی مین بیٹھے عبداللہ بن زبیر سے باتین کر رہے تھے ۔ آدمی نائب کیطرف سے طلبی کا پیغام پہونچایا تو آپ نے فرمایا ۔ اچھا ۔ تم جاؤ ۔ ہم آتے ہین ۔ وہ شخص چلا گیا تو آپ نے ابن زبیر سے کہا ۔ شاید امیر شام کا انتقال ہو گیا ہے اسی لیے نائب نے ہمین بلایا ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ بیعت کا سوال کریگا ۔ ابن زبیر نے عرض کیا کہ میرا بھی خیال ایسا ہی ہے ۔ پھر آپ وہان سے اوٹھکر اور چند لوگون کو اپنے ساتھ لیکر نائب کے مکان پر تشریف لے گئے ۔ آدمیون کو دروازہ کے باہر چھوڑ کر اون کو فرمایا کہ تم یہان ٹھیرے رہو ۔ جب کوئی بلوہ کی صورت نظر آئے تو تم لوگ اندر چلے آنا ۔ پھر آپ تنہا اندر تشریف لے گئے ۔ نائب سامنے آکر آداب بجا لایا اور ادب سے لیجا کر مسند پر بٹھایا ۔ بعد مزاج پرسی کے یزید کا وہ خط ملاحظہ مین گزرا جس مین امیر شام کے انتقال کا مضمون تھا ۔ آپ نے اوس کو ملاحظہ فرما کر "انا للہ وانا الیہ راجعون" زبان مبارک سے پڑھا ۔ اور کہا ۔ خدا تم لوگون کو اس مصیبت مین صبر عطا کرے ۔ اسکے بعد ولید نے عرض کیا کہ تمام لوگون نے یزید کی بیعت قبول کی ہے اور اوس کی اطاعت اپنے ذمہ لی ہے ۔ آپ سے امید کیجاتی ہے کہ آپ بھی اوسکی بیعت کرینگے ۔ اور اس امر مین تامل نہ فرمائینگے ۔ حضرت نے فرمایا ۔ مین ایسا شخص نہین ہون کہ پوشیدہ طور پر بیعت کرلون ۔ تمام مسلمانون کو جمع کرو اور مجھے بھی بلاؤ ۔ اوسوقت

سب کی رائے کے موافق عمل کیا جائیگا ۔

ولید ایک سنجیدہ اور صلح پسند آدمی تھا ۔ عرض کیا ۔ بہت درست اور مناسب ہے ایسا ہی ہونا چاہیے ۔

آپ رخصت ہو کر وہان سے اوٹھے ۔ مروان بیٹھا تھا اوس نے ولید سے کہا ۔ دیکھو! موقع ہاتھ سے جاتا ہے ۔ ان کو جانے ندو ۔ یہ پھر ہاتھ نہ آئینگے ۔ اور تم بہت پچھتاوگے ۔

یہ بات اوس نے اس طرح سے کہی کہ حضرت نے سن لی ۔ اور پلٹ کر فرمایا ۔ خدا کی مرضی کے خلاف کسی سے کچھ نہین ہو سکتا ۔

اتنا کہہ کر وہان سے نکلے ۔ جب اپنے گھر پہونچے تو بہت متفکر ہوئے ۔ اور ایک نوع کا خوف بھی دامنگیر ہوا کہ کہین یہ لوگ براہ مکر و فریب کچھ کر نہ گزرین ۔ کیونکہ جب ان لوگون نے دو بدو کہنے مین کوئی شرم نکی تو در پردہ کسی ایسی کارروائی کے کرنے کو کب چوکنے والے ہین جو مروت کے خلاف ہو ۔

ولید نے اس کے بعد عبد اللہ بن زبیر کو بلا بھیجا ۔ وہ حضرت کی گفتگو سن چکے تھے کچھ حیلہ کر کے مکہ کو چلے گئے ۔ ولید نے اون کی گرفتاری کے لیے سوار دوڑائے مگر وہ ہاتھ نہ آئے ۔

عبد اللہ ابن عمر کو بلا کر بیعت کا سوال کیا گیا تو اونہون نے حضرت کے ساتھ بیعت کرنے کا عذر کیا ۔ غرض ولید سے گورنمنٹ شام کے حکم کی تعمیل نہو سکی ۔ اور وہ اس علت مین خدمت سے موقوف بھی ہو گیا ۔

اب اوس کی جائے پر عمرو بن سعید بن عاص نائب مکہ جو ایک متکبر اور تند خو

شخص تھا مدینہ کا حاکم بنا ۔ اوس نے آتے ہی حضرت کے بارہ مین خفیہ سازش شروع کردی ۔ ہر روز ایک تازہ منصوبہ ہوتا لیکن کارگر نہوتا تھا ۔ رفتہ رفتہ اس خوفناک معاملہ کو یہان تک ترقی ہوئی اور اوس کے اسباب ایسے جمع ہوئے کہ حضرت کو مدینہ مین رہنا دشوار ہوگیا ۔

آخر تنگ ہوکر ایک شب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک مین تشریف لے گئے ۔ اور بعد فاتحہ و درود کے عرض کیا کہ ای سید المرسلین ۔ ای خاتم النبیین ۔ ای رحمۃ للعالمین ۔ مین وہی حسین ہون جس نے آپ کے آغوش شفقت مین پرورش پائی ۔ اور جس کی نازبرداری مین آپ نے کبھی کسی قسم کی کوتاہی نہ فرمائی ۔ ہمیشہ میری خوشی مین آپ کی خوشی رہی اور میری آزردگی مین آپ کی ناخوشی رہی ۔ اور اب مین وہی حسین ہون مگر ایک آفت مین مبتلا ہون ۔ کوئی پرسان نہین ۔ کوئی قدردان نہین ۔ یہ قوم جو آپ کا کلمہ پڑھتی ہے میری جان کی دشمن ۔ میری عافیت کی رہزن ہو رہی ہے ۔ میرا یہان رہنا کیا معنے مینا دشوار ہوگیا ہے ۔ مجھے کچھ نہین سوجھتا کہ کیا کرون اور کہان جاون ۔ یہ آپ کا روضہ اطہر کس طرح چھوڑ دون ۔

اتنا کہا تھا کہ رونا آگیا ۔ پھر خدا کی بارگاہ مین التجا کی ۔ خداوندا ! یہ قبر تیرے پیغمبر کی ہے ۔ اور مین اوس کا فرزند ہون ۔ اپنے حال مین حیران ہون ۔ اسی قبر کا صدقہ ۔ مجھے بتادے کہ تیری خوشی کس بات مین ہے ۔ تاکہ میرے دل کو تسکین ہو ۔ جب یہ دعا ختم ہوئی تو آپ نے دو رکعت نماز پڑھی ۔ اور وہین قبر مبارک پر سر رکھ کر آنکھ بند کرلی تو دیکھا کہ جناب

رسول کریم تشریف لائے ہین ۔ اور سینہ سے لگا کر فرماتے ہین ۔ ای میرے قرۃ العین ۔ ای میرے مظلوم ابا عبداللہ الحسین ۔ تو وہ ہے جو بخوشی خدا کے عہد کو پورا کرے گا ۔ تو وہ ہی جو تمام دنیا کی مصیبتین جہیل کر بخشائش امت کا سلسلہ بنے گا ۔ تو وہ ہے جو خدا کی راہ مین بہوکا پیاسا ماریہ کے جنگل مین قتل کیا جائے گا ۔ تو وہ ہے جس کا لاشہ بے گور و کفن تین دن تک دہوپ مین پڑا رہیگا ۔ اب تجہے صبر و شکر کرنا اور دل کو مضبوط رکہنا چاہیے ۔ یہ خدا کی آزمایش ہے ۔ جو لوگ ایسے امتحان مین پورے اوترتے ہین اون کے لیے خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے ۔ بسم اللہ کرکے جلد کربلا کو جاو ۔ اور وہان سے سیدہے ہمارے پاس چلے آو ۔

حضرت امام حسین یہ معاملہ دیکہہ کر وہان سے مکان کو آئے ۔ اور مکہ کی روانگی کا سامان کیا ۔ حضرت کے ساتھہ تمام خاندان مرتضوی چلنے کو تیار ہوگیا ۔ اس طرح کی روانگی دیکہہ کر مدینہ والون کو بڑا رنج ہوا ۔ اون کو یقین ہوگیا کہ حضرت پہر یہان تشریف نہ لائینگے ۔ الغرض شعبان کی چوتھی تاریخ حضرت نے مدینہ کو خیرباد کہا ۔

اب مدینہ منورہ مین حضرت علی کے خاندان کا کوئی نرہا ۔ صرف محمد بن حنفیہ اور اون کے فرزند اور عبداللہ بن جعفر طیار باقی رہ گئے ۔

حضرت کی چہوٹی لڑکی فاطمہ صغری اون دنون بہت بیمار تہی ۔ لہذا وہ بی بی ام سلمہ ام المومنین کے پاس چہوڑ دی گئی ۔ اس لڑکی کی بیقراری اور گریہ و زاری ایسی نہ تہی جس کو ہم قلم انداز کردین ۔ حضرت کے پانون پر سر رکہے اور

رو رو کر کہتی ہے کہ مین بیمار نہین ہون ۔ راستہ مین بیماری کا نام بھی لون تو مجھے مارو ۔ راستہ مین چھوڑ دو ۔ مگر خدا کے لیے اب تو نہ چھوڑو ۔ مین علی اصغر کی خدمت کرون گی ۔ اوس کو کھلاون گی ۔ روئے نہ دون گی ۔ اگر اماں کی سواری مین جائے نہو گی تو مین فضہ کی سواری مین بیٹھ جاونگی ۔ میرا ایسا کتنا بوجھ ہے ۔ سواری نہین تو نہین ۔ مین پیدل چلونگی ۔ اتنے بہت سے لوگ چلتے ہین تو کیا مین نہین چل سکتی ؟ حضرت اوسکی تسلی کرتے ہین ۔ بی بی ! گھبراو نہین ۔ دادی کے پاس آرام سے رہو ۔ ہم تم کو جلدی بلا لینگے ۔ بھلا ! راستہ مین تمہاری بیماری بڑھ جائیگی تو کیسا ہوگا ؟ میری پیاری ! تم رُوو نہین ۔ تمہارے رونے سے میرا دل دکھتا ہے ۔ اوٹھو ۔ اپنی دادی کے پاس جاو ۔ شاباش ۔ ہم تم کو جلدی بلا لینگے ۔ حضرت نے لڑکی کو تو سمجھا سنا کر اوٹھایا ۔ مگر محبت پدری کب خالی چھوڑتی تھی ؟ اوس کی باتون پر دل بھر ہی آیا ۔ دل سے کہا ۔ اتنے مین کیا ہوتا ہے ؟ ابھی تو بہت کچھ غم کھانا ہے ۔ چلو اپنا کام کرو ۔ اوسی حالت مین گھر سے نکلے ۔ اور چلتے وقت یہ آیت پڑھی کہ "فخرج منہا خائفا یترقب ۔ قال رب نجنی من القوم الظالمین" پھر نکلا وہان سے خوف زدہ اور امیدوار ۔ کہا ای پروردگار بچا تو مجھے ظالم قوم سے ۔

راستہ مین جو تکلیفین اوٹھائین اون کے بیان کرنے کی حاجت نہین ۔ جو لوگ حج و زیارت کے لیے مکہ اور مدینہ کو جاتے آتے ہین وہ خوب جانتے ہین کہ وہ راستہ کسقدر دشوار گزار ہے ۔ اس سفر مین حضرت کے منجھلے فرزند امام

زین العابدین کو بخار آگیا اور وہ بہت ہی بیمار ہوگئے ۔ خیر ۔ بہزار دقت مکہ پہونچے
ربانکے چھوٹے بڑون نے آپ کا خیر مقدم کیا ۔ مکہ مین داخل ہوتے وقت آپ نے
یہ آیت پڑہی کہ "عسی ربی ان یہدینی سواء السبیل" امید ہے کہ میرا خدا مجھے سیدہا
راستہ بتائے ۔ رات دن اصحاب رسول آپ کی خدمت مین حاضر رہتے تھے ۔
اور آپ کی صحبت کا فیض پاتے تھے ۔ ابن زبیر بہی سب کے برابر حضرت کے
پاس آتے جاتے تھے ۔

چند روز کے بعد یکایک اونہون نے مکہ کے متولی کو جو گورنمنٹ شام کی جانب سے
ماتحت نائب مدینہ تہا نکال باہر کردیا ۔ اور اوس خدمت کو اپنے قبضہ مین کرلیا ۔
اس پر مدینہ کے نائب نے ایک فوج دو ہزار سپاہ کی اونکے مقابلہ کے لیے بہیجدی ۔
جب وہ فوج مکہ کے نزدیک پہونچی تو ابن زبیر بہی اپنے لوگون کو لیکر باہر نکلے اور
لڑائی شروع ہوگئی ۔ مدینہ کی فوج کا افسر لڑتے لڑتے عاجز ہوکر منہ پہیر گیا ۔
اور اوس کی فوج پراگندہ ہوگئی ۔ ابن زبیر نے قابو پاکر اوس کو قتل کرڈالا ۔ اب
مکہ مین پورا پورا قبضہ ابن زبیر کا ہوگیا ۔

اگرچہ حضرت امام حسین کو اس واقعہ سے کوئی سروکار نہ تہا ۔ یہ تو عبداللہ بن زبیر
کی ذاتی جرأت اور اون کے خاص ارادہ سے وقوع مین آیا تہا ۔ لیکن گورنمنٹ شام کو
حضرت ہی کی نسبت شبہ ہوا ۔ اوس کو معلوم ہوا کہ یہ فساد حضرت ہی کی چشمک
سے ہوا ہے ۔ لہذا ادہر گورنمنٹ کی توجہ اور بہی زیادہ مبذول ہوئی ۔ اور حضرت
پر قابو پانے کے لیے یہان بہی جاسوس مقرر کردیئے گئے ۔ اب حضرت کا قیام
مکہ مین بہی دشوار ہوگیا ۔ ابن زبیر کی حکومت اس خفیہ کارروائی کا علاج کیا

کر سکتی تھی ؟ آخر الامر نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کی مثال سامنے آگئی ۔ جو لوگ اپنے تھے وہ تو اپنے تھے ۔ مگر جو لوگ بیگانے تھے وہ کیونکر اپنے ہو سکتے تھے ؟ اس اثنا مین کوفہ والون کو حضرت کے مکہ کو آنے کی خبر پہونچی تو اون کو ہمدردی کا جوش پیدا ہوا ۔ وہان کے اعیان و اشراف نے اس معاملہ پر غور کرنے کے لیے ایک کمیٹی سلیمان بن صرد الخزاعی کے مکان مین کی جس مین کل ستر اشخاص جمع ہوئے ۔ ممبران کمیٹی ۔ سلیمان بن صرد الخزاعی ۔ مسیب ابن نجبتہ ۔ رفاعتہ ابن شداد ۔ اور حبیب ابن مظاہر تھے ۔ سلیمان نے حاضرین جلسہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا ۔ ای محبان اہل بیت رسول ! آج کیا اچھا مبارک دن ہے کہ مین آپ کو ایک اسلامی فائدہ کی غرض سے اس جگہ جمع دیکھتا ہون ۔ مین خوش ہون اور مبارکباد دیتا ہون کہ آپ کا اس جلسہ مین شریک ہونا اوس جوہر ایمان کا اظہار کرتا ہے جو اسلام کی جان ہے ۔ مین بالیقین کہہ سکتا ہون کہ ہم پر خدا کی بڑی عنایت ہے ۔ کہ اوسنے ہمارے دلون مین ایک ایسا جوش پیدا کر دیا جس کا نتیجہ ہمارے پیغمبر کی خوشنودی ہے ۔ اور یہی ایک ایسی چیز ہے جو ہم کو قیامت کے روز سرخرو کر سکتی ہے ۔ (نعرہ خوشی) صاحبو ! آپ کو معلوم ہے کہ امیر شام نے انتقال کیا ۔ اور اوسکا فرزند یزید خلافت کا دعویدار بنا ہے ۔ اوسکی خواہش ہے کہ حسین ابن علی سے بیعت لے ۔ تم خوب جانتے ہو کہ حسین کون ہین ۔ حسین ہمارے پیغمبر کے نواسے ہین ۔ اور خود پیغمبر نے فرمایا ہے کہ یہ میرا فرزند ہے ۔ فرزند مین اور نواسے مین کچھ فرق نہین جبکہ ہمارے پیغمبر کے کوئی خاص فرزند نہین ہے اور آنحضرت نے فرمایا ہے کہ یہی میرا فرزند ہے تو مسلمانون پر فرض ہو گیا کہ اون کو اپنے پیغمبر کا جانشین سمجھین ۔

اور واقع مین ہے بھی ایسا ہی ۔ ہمارے پیغمبر کی مسند آج اونہین سے زینبدہ ہے ۔ (نعرہ لاریب) سنو سنو ! ہم نے جہان تک امیر شام کی اطاعت کی ۔ اور اوس کے احکام کی تعمیل مین سرگرمی دکھائی تو کیا تم خیال کرتے ہو کہ یہ جو کچھ ہم نے کیا وہ دینداری کے متعلق تھا ؟ یا وہ ہماری فرمان برداری خداپرستی کے لحاظ سے تھی ؟ نہین ۔ ہرگز نہین ۔ وہ تو ہماری دنیاداری کا ایک لازمہ اور شکم پروری کا ایک ذریعہ تھا ۔ اب تک امیر شام کو امور دینیات سے کوئی سروکار نہ تھا ۔ وہ صرف اپنے دنیاوی تعلقات کے انتظام مین مصروف تھا ۔ اور اب اوس کو دینی معاملات مین دست اندازی کرنے کی خواہش ہوئی ہے ۔ تو کیا ہمارا اعتقاد اس بات کا متحمل ہوسکتا ہے کہ ہم اپنے پیغمبر کے جانشین کو حاکم دنیا کا مطیع دیکھین ؟ (نعرہ تحقیر اور لاحول) ای حضرات آپ خیال کرسکتے ہین کہ ہمارے امام برحق حسین ابن علی پر بیعت کے معاملہ مین کسقدر سختی ہوئی ہوگی جو اونکو اپنا آبائی وطن مدینہ چھوڑنا پڑا ۔ اور وہ اب پریشان ہوکر مکہ مین آئے ہین ۔ پھر آنا بھی کیسا ! بال بچون سمیت اس گرمی کے موسم مین ۔ کہ پکھیرو بھی اپنا گھونسلا نہین چھوڑتا ۔ تو کیا اب ہمکو ایسے موقع مین اونکی اعانت کرنے کی ضرورت نہین ؟ بیشک ہمارا فرض ہے کہ جہانتک ہوسکے مال سے ۔ جان سے اونکی مدد کرین ۔ ہمارا ایمان اوس آہنی دیوار سے کچھ کم مضبوط نہونا چاہیے جو یاجوج ماجوج کی شر و فساد سے بچنے کیلئے ذوالقرنین نے بنائی ہے ۔ اور جسکا ذکر قرآن مجید مین آیا ہے ٭ (نعرہ خوشی)

٭ ملک چین کی مشرقی شمالی حد پر جس جگہ منچوریا اور منگولیا کے درمیان کوہ یوال

(سلسلۃ الارض) کی ایک شاخ حائل ہوگئی ہے اوس کی حدود مین ایک موڑ ہے ۔
وہان سالہا سال ایک دیوار کھڑی تھی ۔ اوس کو ذوالقرنین بادشاہ نے بند کرادیا ہے
اسکی تحقیقات خلفائے عباسیہ کے عہد مین خلیفہ واثق باللہ نے بذریعہ ایک کمیشن کے کرائی
جسکا افسر محمد بن موسی خوارزمی منجم تھا ۔ یہ کمیشن طرخان کے ملک سے ہوکر اوس مقام پر
پہونچا کہ جہان یہ دیوار ہے ۔ اور واپس آکر چشم دید یہ کیفیت بیان کیا کہ ڈیڑھ سو گز کا
دو پہاڑون کے بیچ مین ایک درہ تھا جس کو دونون طرف سے پندرہ پندرہ گز عریض
دیوارین لوہے کی اینٹون سے بنائی گئی ہین ۔ پگھلے ہوئے تانبے سے اوسکی درزین
ملائی گئی ہین ۔ اور بیچ مین ایک دروازہ بناکر بڑے مستحکم آہنی کواڑون سے بند کرکے
اوس مین ایک زبردست آہنی قفل ڈال دیا گیا ہے ۔

اس دیوار کے علاوہ اور دو تین دیوارین دنیا مین اس براعظم پر ہین چنانچہ
ایک دیوار بہت ہی لمبی جسکا طول تخمیناً پندرہ سو میل بتلایا جاتا ہے چین کی شمالی سرحد
تاتار اور ختا کے درمیان واقع ہے جس کو فغفور چین چی وانگ تی نے (۲۴۵) سال
قبل سنہ عیسوی کے بنایا تھا ۔ اور ایک دیوار عراق عجم مین بھی چھوٹی سی بنی
ہے جس کو کسی بادشاہ ایران نے بنایا تھا ۔ لیکن جمہور محققین اور مورخین کا
اتفاق اس بات پر ہے کہ جس دیوار کا ذکر قرآن مجید مین آیا ہے اور جس کی تعمیر
کی تصریح مین اللہ جلشانہ فرماتا ہے کہ "حتی اذا ساوی بین الصدفین" وہ تعریف
اسی دیوار پر صادق آتی ہے کیونکہ اس آیت مین ایک محدود مقام کی طرف اشارہ
ہے ۔ یہ بات فغفور چین کی بڑی دیوار مین نہین ہے ۔

اس دیوار کا بانی طبقہ سلاطین یمن مین سے تبع حمیریہ کے خاندان کا ایک

بادشاہ تھا ۔ جس کا نام صعب بن حارث الرائش تھا ۔ اسی کا لقب ذوالقرنین تھا ۔ جو قرآن مجید مین مذکور ہے ۔ اسکندر رومی کو جو ذوالقرنین بتلاتے ہین وہ خلاف واقعہ ہے ۔ اس لیے کہ سکندر کو اس دیوار سے کوئی تعلق نہین ہے ۔ البتہ بادشاہ مین صعب بن حارث پر یہ لقب صادق آتا ہے اس کی عملداری بلاد مشرق مین بھی تھی ۔ سمرقند مین اس بادشاہ نے کئی عمارتین بنوائی ہین ۔ اور مصر مین بھی اس خاندان کے لوگ حکومت کر چکے ہین جو گلہ بانون کی عملداری کے نام سے مشہور ہے ۔ اس بادشاہ کا پردادا شداد بن عاد تھا جس نے باغ ارم بنایا تھا ۔ اور اسی کی اولاد مین سلسلہ بہ سلسلہ بادشاہت چل کر ساتوین پشت مین ملکہ بلقیس تخت نشین ہوئی ہے ۔ جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار مین حاضر ہوئی تھی ۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ دیوار سلیمان علیہ السلام کے زمانہ سے پیشتر کی ہے ۔

کوہ یورال کی پرلی طرف بحر اعظم کے کنارے منچوریا اور منگولیا چین سے ملی ہوئی جو بستیان ہین اون مین ترکون کی قومین رہتی ہین ۔ انھین گوگ یاجوج ماجوج کہا گیا ہے یہ لوگ یاجوج بن یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد ہین ۔ انکی سرشت مین وحشت اور خونخواری بھری ہے ۔ غارتگری اور لوٹ مار کے عادی ہین ۔ انھین کے دفع دخل کے لیے وہ درہ بند کر دیا گیا تھا ۔ عوام الناس جو ان لوگون کو عجیب الخلقت تصور کرتے ہین وہ بالکل بے اصل ہے ۔ شاید اون کے اخلاق و عادات مین مبالغہ کیا گیا ہے ۔ ترکون کی قوم تاتار مین بھی رہتی ہے جہان چینی عملداری ہے وہ عام انسانون کے جیسے ہین منہ ۔

ہماری عزت اور ہماری شرافت اسی سے ثابت ہونے والی ہے کہ ہم اسلام کا حق ادا کرین ۔ مال تو کیا مال ہے ۔ جان تک اہل بیت رسول کے قدمون پر نثار کر دین ۔ آل عبا مین سوائے حسین کے اب کون باقی رہا ہے ۔ صرف وہی ہمارے پیغمبر کی ایک زندہ یادگار ہین ۔ کل ہمکو اپنے پیغمبر کے سامنے جانا ہوگا ۔ اگر ہم آج حسین کی مدد نکرینگے تو کل کس منہ سے اون سے شفاعت کے خواستگار ہونگے ۔ آپ لوگ قوم مین نامی گرامی ہین ۔ آپکی قومی عزت ہرگز اس بات کو پسند نکریگی کہ قوم اسلام کا پیشوا امیر شام کی ایک ایسی نالائق حرکت کے باعث مجبور ہو جائے جو اوسکے خلاف شان ہو اور قوم بیٹھے منہ دیکھا کرے ۔ ہمکو اس مین کوشش کرنی چاہیے ۔ ہم حق پر ہین ۔ خدا ہماری مدد کرے گا ۔ (نعرہ خوشی) سلیمان نے اپنی تقریر ختم کی تو حبیب ابن مظاہر نے کہا ۔ میرے نزدیک ضرور قوم کی جانب سے اس بات کا اظہار ہونا چاہیے کہ ہمکو اسلامی عزت کا کس درجہ خیال ہے ۔ اور کہانتک ہم امیر شام کی ناشایستہ حرکات کو قابل نفرت جانتے ہین ۔ حبیب ابن نجبہ نے کہا ۔ میری رائے مین حضرت امام حسین کو بلا لینا مناسب ہے ۔ کیونکہ نزدیک سے ہر ایک کام بآسانی طے ہو سکتا ہے ۔ رفاعہ ابن شداد نے اوسکی تائید کی ۔ حاضرین جلسہ سب کے سب ہم آواز ہو کر (ہم کو اتفاق ہے) اسکے بعد یہ تجویز قرار پائی کہ ممبران کمیٹی کی جانب سے حضرت امام حسین کے نام ایک درخواست بھیجی جائے جسمین اپنے حسن عقیدت اور رسوخ کے اظہار کے بعد اونکی تشریف آوری کی نسبت اصرار بلیغ ہو ۔ (جلسہ برخاست ہوا) اس تجویز کے موافق حضرت کے نام ارکان مجلس کی جانب سے ایک عرضداشت لکھی گئی ۔ "بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ بعد حمد خدائے ذوالجلال والاکرام اور نعت محمد مصطفے علیہ الصلوۃ والسلام کے واضح رائے

انور ہو۔ ہم نے سنا ہے کہ امیر شام نے انتقال کیا اور اوسکے بیٹے کو خلافت کی ہوس ہوئی ہے
اس بات سے ہمکو بڑا رنج ہوا۔ قسم ہے اوس خدائے وحدہ لاشریک کی جسکے قبضہ قدرت مین ہماری
جان ہے۔ کہ وہ کسی صورت سے خلافت کا مستحق نہین ہے۔ خلافت پیغمبر کی اولاد کو سزاوار ہے
اور اوسکا استحقاق بلاشک آپکو ہے۔ ہم لوگ آپکی اطاعت کو عبادت۔ اور آپکی اعانت
کو سعادت جانتے ہین۔ ہمکو امید ہے کہ آپ ضرور یہان تشریف لائینگے۔ اور اپنے دیدار سے
ہمکو مشرف فرمائینگے۔ یہانکے چھوٹے بڑے آپکا دم بھرتے ہین۔ رات دن آپکی تشریف
آوری کی دعا کرتے ہین۔ ہمکو آپکی ذات سے ویسی ہی عقیدت ہے جیسی جناب رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ خدا وہ دن کرے کہ آپکے قدم ہمین نظر آئین۔ اور ہمارے دل
کی تمنائین بر آئین۔ والسلام"۔ یہ عرضداشت دو معتبر آدمیونکے ہاتھ مکہ کو روانہ کی گئی۔
اور زبانی بھی یہانکے لوگونکی عقیدت اور ارادت کے اظہار کے لیے قاصدونکو تفہیم کیگئی۔
جب یہ عرضداشت حضرت کے ملاحظہ مین گزری اور زبانی کیفیت بھی قاصدونکی طرف سے
گوش زد ہوئی تو آپ نے فرمایا۔ خدا کی جو مرضی ہوگی وہی ظہور مین آئیگی۔ عرضداشت کا
کچھ جواب نہین دیا گیا۔ اور قاصدونکو رخصت ملی۔ قاصد واپس روانہ ہوئے۔ ابھی وہ
کوفہ کو نہین پہونچے تھے کہ کوفیونکے صدق ارادت اور جوش محبت نے اتنا توقف بھی گوارا
نہ کیا کہ وہ اپنے قاصدونکے واپس آنیکا انتظار کرین۔ اور حضرت کے ارادہ پر آگاہی پائین۔
اونہون نے تین قاصد اور روانہ کیے۔ اور اونکے ساتھ بہت سے خطوط عام باشندگان کوفہ
کے تھے۔ ان سب خطون کا یہی مطلب تھا کہ ہم لوگ آپ کے قدیمی جان نثار ہین۔ ہم اپنی
جان اور اپنا مال آپکے قدمون پر تصدق کرنیکو تیار ہین۔ ہمارا مالک اور ہمارا والی دونون
جہانمین آپکے سوا کوئی نہین ہے۔ ہماری دلی آرزو یہ ہے کہ آپکے قدم دیکھین اور آپکی خدمت

بجا لائین ۔ آپ ضرور ہماری اس درخواست کو منظور فرمائینگے اور بہت جلد اس طرف تشریف لائینگے ۔ اسکے بعد ہانی سبیعی اور سعید بن عبد اللہ حنفی نے ایک خط اسی قسم کے مضمون کا لکھکر ایک قاصد کے ہاتھ روانہ کیا ۔ اور شبیث ابن ربعی اور حجاز ابن ابجر اور یزید ابن حارث اور عمرو بن حجاج اور حجاج زبیدی اور محمد بن عمر تمیمی نے بھی بہت ہی شد و مد کے ساتھ حضرت کی طلبی مین خطوط بھیجے ۔ اور اپنے عہد و پیمان کو موکد بایمان کیا ۔ حاصل کلام یہ کہ قاصدون کا تار بندھ گیا ۔ اور خطون کا ایک ڈھیر لگ گیا ۔ یہانتک کہ تین مہینے کے عرصہ مین کوئی تخمیناً ڈیڑھ سو سے زیادہ درخواستین حضرت کی خدمتمین گزر چکین ۔ روز ایک قاصد آتا اور خط کے ساتھ زبانی پیغام کوفیون کے اشتیاق کا سناتا تھا ۔ اسوقت تک حضرت نے نہ کسی ایک خط کا جواب دیا ۔ نہ اپنے ارادہ سے کسی کو آگاہ کیا ۔ مگر جب دیکھا کہ کوفیونکی التجا حد سے تجاوز کرتی چلی ہے ۔ اور خطون کا تار کہین ٹوٹتا ہی نہین تو آپکو اونکی راسخ الاعتقادی کا اعتماد ہو گیا ۔ اور بمقتضاء طبع رحیم اونکی مضطربانہ اور معتقدانہ تحریر و تقریر پر رجوع فرمایا ۔ جب یہ بات مکہ والون پر کھلی اور معلوم ہوا کہ حضرت کا ارادہ کوفہ جانیکا ہے تو اوس وقت کے موجودہ اصحاب رسول مختار اور دیگر اشخاص و فاشعار تجربہ کار جنکو حضرت کے ساتھ دلی محبت اور ارادت تھی ۔ اور خصوصاً عبد اللہ ابن عباس اور عبد اللہ ابن زبیر نے آپکی خدمتمین عرض کیا کہ کوفیونکے قول و فعل کا کچھ اعتبار نہین ہے ۔ وہانکے لوگ بڑے بدعہد اور نہایت بیوفا ہوتے ہین ۔ اونکی بیوفائی اور بدعہدی ضرب المثل ہو گئی ہے کہ "الکوفی لا یوفی" انکے قول و قرار پر ۔ انکے چلن و اطوار پر ہرگز اعتبار نکرنا چاہیے ۔ یہ لوگ دم دلاسا دیکر جنگل مین گلا کاٹنے والے ہین ۔ انکی صحبت سے خدا بچائے ۔ انکے جال مین خدا کسی کو نہ پھنسائے ۔ ہمارے نزدیک آپکا وہان جانا مناسب نہین معلوم ہوتا ۔ خدا خدا کرکے اہل بیت رسول خدا مین صرف ایک آپ باقی رہگئے ہین

خدانخواستہ اگر آپکی ذات کو کسی قسم کا ضرر پہونچگیا تو بڑا غضب ہوجائیگا ۔ اگرچہ یہ بات یقینی ہے کہ "لا تتحرک ذرۃ الا باذن اللہ" خدا کے حکم کے سوا ایک تنکا بھی نہین ہل سکتا ۔ مگر خدا نے ہر ایک بات کی تدبیر بھی تو بتادی ہے ۔ اوسکی تعمیل بھی ایک ضروری امر ہے مقتضائے احتیاط یہ ہے کہ اگر اونکا اصرار آپکی طلب مین زیادہ ہے ۔ اور آپکا وہان جانیکا ارادہ ہے تو بہتر ہوگا کہ پہلے کسی اپنے عزیز کو بھیجکر وہان کا رنگ ڈھنگ ملاحظہ فرمائیے ۔ جب یقین ہوجائے کہ وہ لوگ اپنے اعتقاد مین پکے اور اپنے قول و قرار مین سچے ہین تو پھر کچھ مضائقہ نہین ۔ چونکہ یہ رائے قرین صواب تھی لہذا حضرت کے بھی ذہن مین آگئی ۔ اور سب کی صلاح کے موافق حضرت نے اپنے چچا زاد بھائی مسلم ابن عقیل کو کوفہ جانیکے لیے تجویز فرمایا ۔ اور ایک خط کوفیونکے نام لکھا ۔ "بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ الحمد للہ علی کل حال ۔ والیہ المرجع والمآل ۔ والصلوۃ علی جدنا وسیدنا محمد الرسول اللہ ماحی الکفر والضلال ۔ مین نے اون تمام مراسلات کو پایا جو اب تک تم نے میرے پاس بھیجے ہین ۔ اور اونکے مضامین پر غور کیا ۔ تم نے اپنا حسن عقیدت اور صدق ارادت جو میری نسبت ظاہر کیا ہے اوس سے مین بہت خوش ہوا ۔ خدا تمکو اسکی جزائے خیر دے ۔ تمہاری درخواست کے موافق بالفعل مین نے اپنے بھائی مسلم ابن عقیل کو تمہارے پاس بھیجا ہے ۔ اور اون سے کہدیا ہے کہ وہانکے حالات سے مفصل طور پر اطلاع دین ۔ جب وہ مجھے لکھینگے تو انشاء اللہ تعالی مین بھی آؤن گا ۔ تم یقین مانو کہ امام وہی ہوسکتا ہے جو خدا کی کتاب کے موافق عمل کرے ۔ اور دین حق کو قائم رکھے ۔ اور اوسکے رسول کی پیروی کرے ۔ ربنا اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین ۔ والسلام علی من اتبع الہدی" ۔ یہ خط قاصدونکے حوالے کیا گیا اور اونکو مسلم کے ساتھ جانیکا حکم

دیا گیا۔ چلتے وقت حضرت نے مسلم کو ہدایت کی کہ تم کوفہ پہونچکر وہانکے حالات اور لوگونکے خیالات دریافت کرنا۔ اگر وہ فی الواقع ہم سے محبت رکھتے ہوں اور ہمارے آنیکی خواہش دل سے کرتے ہوں تو ہمکو لکھ بھیجنا۔ انشاء اللہ ہم بھی وہاں آئینگے۔ مگر خبردار۔ ذرا ہوشیاری سے کام لینا۔ کیونکہ آجکل زمانہ کا رنگ بگڑا ہوا ہے۔ مبادا کوئی صورت فساد کی پیدا ہو جائے۔ مسلم جب کوفہ کو جانے لگے تو انکے دو کمسن لڑکے جنکی عمر تخمیناً آٹھ آٹھ دس دس برس کی ہوگی۔ ساتھ چلنے کے لیے ہٹ کرنے لگے۔ چونکہ ان بچونکو باپ سے بڑی محبت تھی۔ اور مسلم کو بھی یہ بہت پیارے تھے۔ لہذا مجبوری اونکو ساتھ لینا پڑا۔ اور وہ بھی خوشی خوشی انکے ساتھ کوفہ کو چلنے کو تیار ہوئے کہ چار قدم آگے ہو لیے۔ ان نادان معصومون کو کیا معلوم تھا کہ قضا باپ کی محبت کا لائچ بتلا کر عید الضحی کی قربانی کے واسطے لے چلی ہے۔ مسلم اپنے دونون بچون سمیت کوفہ کو روانہ ہوئے۔ اور حضرت نے خدا حافظ کہکر رخصت فرمایا

پانچوان پان

کوفہ کا نام اہل مدینہ کیواسطے
خنجر کا کام کرتا ہی سینہ کیواسطے

تقدیر کا نوشتہ کوئی مٹا نہین سکتا ۔ ہزار تدبیر کرو کچھ کام نہین نکلتا ۔ ہونیوالی بات ضرور ہو کر رہتی ہے ۔ چنانچہ مسلم کا کوفہ کو جانا بظاہر اسباب تو مناسب معلوم ہوتا تھا ۔ اہل عراق نے حضرت امام حسین کے ساتھہ دلی ہمدردی کا اظہار کیا ہے ۔ اور مسلم حضرت کی طرف سے نائب ہو کر وہان جاتے ہین ۔ ایسی صورتین مسلم کی خاطر و مدارات ہونے مین کیا شبہہ تھا ۔ لیکن قسام ازل نے اون کی قسمت مین ایسا نہین لکھا تھا ۔ بلکہ یہ بزرگ تو ایک ایسی کتاب کا دیباچہ ہین جسمین بجز مصیبت کے اور کچھ نہین لکھا ہے ۔ یعنے انکی روانگی حضرت کی شہادت کا آغاز اور خاندان رسالت کی تباہی کا اختتام ہے ۔ ہم کیا کرین ۔ مجبور ہین ۔ ان کے لیے ایک فقرہ بھی ایسا نہین لکھ سکتے کہ جسکے پڑھنے سے ناظرین خوش ہون ۔ واہ!

مین سنا بھی کیا ہے تلخی بات کہی ہے ۔ بھلا ۔ جو داستان سراپا مصیبت ہو اوسمین خوشی کی بات کیون آنے لگی ؟ مگر انشاء اللہ تعالی ۔ ایک روز ایسا بھی آجائیگا کہ یہی داستان ہمارے ناظرین کی خوشی کا باعث ہوگی ۔ جیسا کہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ "وجوہ یومئذ مسفرۃ ضاحکۃ مستبشرۃ" (چہرے اوس روز چمکتے ۔ ہنستے ۔ مسکراتے ہونگے) کیونکہ یہ داستان اوس شخص کی ہے جس کی ذات اسلام کی جان اور جس کی اطاعت موجب ایمان ہے ۔

جبکہ مسلم حضرت سے رخصت ہوکر چلے تو جہان مدینہ کا اور کوفہ کا راستہ جدا ہوتا ہے وہان یہ ارادہ ہوا کہ مدینہ ہوکر کوفہ کو جائین ۔ مگر کوفہ کے قاصدون نے قبول نکیا اونہون نے سیدہا کوفہ کا راستہ لیا اور مسلم نے مدینہ کا ۔ مسلم نے مدینہ پہونچکر دو راہبر ساتھ لیے ۔ اور معمولی راستہ چھوڑکر ایک دوسرے راستہ سے چلے ۔ گرمی کا موسم ہونیکی وجہ سے راتون کو چلنا اختیار کیا ۔ دوسری منزل مین راستہ بھول کر ایک ایسے بیابان مین جا نکلے کہ جہان پانی کا نام ونشان ہی نہ تھا ۔ جس وقت آفتاب چمکا اور دہوپ کی شدت ہونے لگی تو پیاس کے مارے بے تاب ہوگئے ۔ منزل پر پہونچنا تو ایک طرف خود جان کے لالے پڑگئے ۔ آخر ایک رہبر تو جنگل ہی مین مرگیا اور دوسرا ایک مقام (مضیق) پر بہت سا پانی پیکر جان بحق تسلیم ہوا ۔ اب مسلم اکیلے رہگئے ۔ اونہون نے وہان ٹہیر کر اپنی ساری سرگزشت حضرت کو لکھی ۔ اور منتظر حکم رہے ۔ جب یہ کیفیت حضرت کو پہونچی تو اوس کے جواب مین حضرت نے لکھا کہ یہ زحمت ایک عارضی ہے ۔ اس کا خیال نکرو ۔ جس طرح ہوسکے کوفہ کو پہونچو ۔ اور اہل عراق کا حال دریافت کرکے اطلاع دو ۔ اس راستہ مین جسقدر تکلیف تمہین ہوگی اوس سے

زیادہ خدا تمکو راحت دیگا ۔ اگرچہ مسلم نے اس ابتدائی واقعہ کو بدشگونی تصور کرکے سفر سے واپسی کا ارادہ کیا تھا ۔ لیکن حضرت کے ارشاد پر آگے بڑھنے کا قصد فرمایا بحفر کی تمام سختیان سہہ کر بہزار دقت کوفہ پہونچے ۔ اور ایک معتبر شخص مختار نامی کے مکان پر اوترے ۔ اہل کوفہ ان کے آنے کی خبر پاکر بیحد خوش ہوئے اور ان کی ملاقات کو آنے لگے ۔ مسلم نے اونکو حضرت کا حکم سنا کر اپنے خاندان کے طریقہ کے موافق اون سے حضرت کے نام کی بیعت لینی شروع کی ۔ روز بروز لوگ جوق جوق آتے تھے ۔ اور مسلم کے ہاتھ پر بیعت کرتے جاتے تھے ۔ یہانتک کہ تھوڑے سے عرصہ مین کم و بیش چالیس ہزار آدمیون نے بیعت کرلی ۔ ان مین بوڑھے جوان ۔ سپاہی ۔ بیوپاری ۔ امیر ۔ غریب سب ہی تھے ۔ یہ لوگ مسلم کے ساتھ اسقدر تلطف و مدارات سے پیش آئے کہ اونکو ان کی راست کرداری اور ایمانداری کا یقین ہوگیا ۔ نعمان ابن بشیر گورنمنٹ شام کی جانب سے جو وہان کا حاکم تھا وہ بھی دل سے انکا مطیع تھا ۔ اور باوجود آگاہی اس امر کے کہ ہزارہا آدمی مسلم کے ہوادار اور حضرت امام حسین کے جان نثار ہوگئے ہین اور ہوتے چلے جارہے ہین چشم پوشی کرتا تھا ۔ مگر چونکہ وہ بلحاظ اپنی خدمت کے اس قسم کی باتون کا ذمہ دار تھا سرکاری بازپرس اور وقائع نگارون کی کارسازی کے خوف سے ایک روز مسجد جامع مین اہل کوفہ کی حاضری کا حکم دیا ۔ جسوقت سب لوگ جمع ہوئے تو منبر پر کھڑے ہوکر باواز بلند کہا ۔ ای اہل کوفہ ! تم جانتے ہو کہ مین ایک صلح جو انصاف پسند آدمی ہون ۔ میری یہ عادت نہین ہے کہ کسی کام مین مشقدمی کرون ۔ اور ناحق کسی پر تہمت دہرون بلکہ میری خواہش ہمیشہ یہ رہی ہے کہ تم لوگ فتنہ و فساد سے محفوظ رہو ۔

اور آپس مین اتفاق سے اپنی زندگی بسر کرو ۔ اب مین دیکھتا ہون کہ اندنون تم نے ایک شورش مچا رکھی ہے ۔ اور پورانی باتون کو از سر نو یاد دلایا ہے ۔ تم خوب سمجھو کہ اگر تم اپنے حاکم کی مخالفت کروگے اور اپنے عہد و پیمان سے پھروگے تو قسم ہے اوس خدائے وحدہ لاشریک کی جو مالک الملک ہے مین کبھی درگزر نکرونگا ۔ ایک ایک کو خاطر خواہ سزا دونگا ۔ نعمان نے یہان تک کہا تھا کہ بیچ مین عبداللہ بن مسلم حضرمی جو گورنمنٹ شام کا جاسوس اور اوس مجمع مین حاضر تھا بول اوٹھا ۔ ای امیر! ایسی کمزور باتون سے کام نہین نکلتا ۔ ریاست کے لیے سیاست ضرور ہے ۔ نعمان نے جواب دیا کہ خدا کی راہ مین زوردار باغی سے کمزور مطیع بہتر ہے ۔ اتنا کہہ کر نعمان منبر سے اوترا اور اپنے مکان کو چلا گیا ۔ اس عرصہ مین عمارۃ ابن عقبہ اور عمر ابن سعد ابن ابی وقاص نے جو امیر شام کے بڑے خیر خواہ اور جان نثار تھے اپنی خیر خواہی جتانے اور انعام پانے کے لالچ سے یہان کے حالات پوست کندہ لکھ بھیجے ۔ اور وہ جاسوس تو بذات خود دمشق کو جاکر امیر شام کی خدمت مین باریاب ہوا ۔ اور یہان کے کل حالات یعنے معززین کوفہ کا حضرت امام حسین کے ساتھ ہو جانا ۔ مسلم کا کوفہ کو آنا ۔ اور وہان کے خاص و عام ہزارہا آدمیون کا مسلم کے ہاتھ پر بیعت کرنا ۔ نعمان ابن بشیر کی چشم پوشی بلکہ در پردہ مسلم سے ملجانا ۔ اور اوس کے ساتھ موجودہ گورنمنٹ کی بیجکنی ۔ بنی امیہ کی سلطنت کا زوال ۔ بنی فاطمہ کا عروج ۔ وغیرہ پولیٹکل امور کی نسبت بحث کرکے آیندہ انتظام کرنے کا طریقہ اور اوس کے اسباب بہت ہی شرح و بسط کے ساتھ بیان کیے ۔

امیر شام (یزید) کے حق مین یہ باتین جادو سے کم اثر نہین رکھتی تھین ۔

فوراً شیطان سر پر سوار ہوگیا ۔ اور بدحواس ہوکر ہذیان بکنے لگا ۔ اوس وقت سرجون نامی جو ایک رومی غلام مصاحب خاص تھا ۔ اور اکثر ملکی معاملات مین رائے زنی کرتا رہتا تھا ۔ موقع دیکھہ کر کہنے لگا ۔ مین تم سے ایک پوچھتا ہون ۔ اگر تمہارے باپ زندہ ہوتے اور کوئی بات تم سے کہتے تو کیا تم اوسکو پسند نکرتے ؟ یزید نے جوابدیا ۔ بیشک مین اونکی بات کو رد نکرتا ۔ اونسے زیادہ میرا خیرخواہ کون ہوسکتا ہے ؟ سرجون نے کہا ۔ مین بھی تمہارا خیرخواہ ہون ایکبات کہتا ہون ۔ سنو ! یہ واقعہ جو پیش آیا ہے اور جس کے سبب سے تم بہت پریشان ہو بیشک تمہاری سلطنت کے لیے بہت مضر ہے ۔ مین خیال کرتا ہون کہ اس کا دفعیہ بجز ایک شخص کے دوسرے سے ناممکن ہے ۔ خاندان رسالت کی تباہی کون مسلمان گوارا کریگا ؟ اس کام کے لیے وہی شخص موزون ہوسکتا ہے جس کو آخرت سے زیادہ دنیا پیاری ہو ۔ افسوس ہے کہ تم ایسے شخص کی قدر نہین کرتے جس سے تمہاری سلطنت کی تقویت متصور ہوتی ہے ۔ یزید نے چونک کر کہا وہ ایسا کون شخص ہے جو میرا خیرخواہ ہے اور مین اوسکی قدر نہین کرتا ہون ؟ یہ بات تو کچھ عقل مین نہین آتی ۔ سرجون نے جوابدیا ۔ عبیداللہ ابن زیاد کو تم برا جانتے ہو ۔ اوس کو بصرہ کی حکومت سے معزول کیا چاہتے ہو ۔ مگر یاد رکھو کہ اس کام کی انجام دہی کیلئے اوس سے بہتر کوئی نہ ملیگا ۔ میری رائے تو یہ ہے کہ اب اوس کو کوفہ کی حکومت دیجائے ۔ تاکہ اس فتنہ کا استیصال قرار واقعی بہت جلد عمل مین آئے آیندہ تم کو اختیار ہے ۔ یہ ایک مشہور مثل ہے " دیوانہ ہم بکار خود ہوشیار " معلوم ہوتا ہے کہ سرجون کو ابن زیاد کے ساتھہ کوئی خصوصیت ہوگی جب ہی تو

اوس نے اتنی لمبی چوڑی سفارش کی ۔ ورنہ اوس وقت ابن زیاد سے بڑھ کر سفاک اور نا عاقبت اندیش اور بھی بہت سے تھے ۔ ابن زیاد مین کوئی سرخاب کا پر نہ تھا خاندان نبی فاطمہ پر سب ہی اودھار کھائے بیٹھے تھے ۔ خیر یون سمجھنا چاہیے کہ اس نیکنامی کا تمغہ اسی کے حصہ کا تھا ۔ تقدیر نے یزید کے دل کو اوسپر مہربان کردیا ۔ اور بموجب سفارش سرجون کے سرکاری طور پر ایک فرمان عبید اللہ ابن زیاد حاکم بصرہ کے نام اس مضمون کا جاری ہوا کہ "بعض ہواخواہان دولت کی طرف سے ہماری سماعت مین آیا ہے کہ مسلم ابن عقیل کوفہ کو آئے ہین اور حسین ابن علی کی جانب سے لوگون کو اغوا دیکر بیعت لے رہے ہین ۔ چونکہ یہ امر نہایت مخل نظام مملکت ہے لہذا تم کو لازم ہے کہ بمجرد صدور اس حکم کے کوفہ کو جاؤ ۔ اور نعمان ابن بشیر سے جائزہ لیکر ایسی کوشش عمل مین لاؤ جس سے سرکار پر تمہاری خیر خواہی ثابت ہو ۔ اور سردست مسلم کو گرفتار کرکے قتل کرڈالو ۔ تاکہ لوگون کے دلون پر سرکاری رعب چھا جائے"۔

مسلم کو اس کارروائی کی کچھ خبر نہین ۔ وہ ایک سیدھے سادے بزرگ خدا رسیدہ ان پولیٹکل امور کو کیا جانین ۔ اگر کوئی چالاک تجربہ کار دنیا کے مکر و فریب سے ہوشیار ہوتا تو اس کام کو جو انکے ذمہ کیا گیا تھا بہت خبرداری سے انجام دیتا ۔ کیونکہ بیعت کا معاملہ اوس زمانہ مین دینداری سے اوتنا متعلق نہ تھا جتنا کہ دنیاداری سے متعلق تھا ۔ یا یون کہیے کہ اوسکے دونون پلے برابر تھے ۔ جو شخص بادشاہ ہوتا تھا وہ امام کہلاتا تھا ۔ اس بات کو خلفائے راشدین کی پیروی خیال کرتے تھے ۔ ہرچند کہ یہ بات حضرت امام حسن کے عہد سے موقوف ہوگئی تھی ۔ لیکن امیر شام کو ابتک اوسکا

خیال باقی تہا ۔ اور یہ کارروائی اوسی خیال کی بناء پر ظہور پذیر ہوئی تہی ۔ مسلم کے ہاتہہ پر حضرت امام حسین کے نام کی بیعت وہی بیعت خیال کیگئی جو امیر شام نے حضرت سے لینی چاہی تہی ۔ حالانکہ یہ بیعت صرف مذہب کے متعلق تہی ۔ اوسکو دنیا سے کوئی واسطہ نہ تہا ۔ چنانچہ اس کی تصدیق ہم آگے چلکر خود حضرت کی زبان سے کرادینگے جو کربلا کے مقام پر برملا افسران فوج شام سے فرمایا ہے ۔ اب بہی ہم دیکہتے ہین کہ اکثر ناواقف لوگ حاکم کو سرکار کہتے ہین ۔ جیسا کہ اب سرکار اور حاکم مین فرق نہین کرتے ویسا ہی اوس وقت امام اور سلطان مین تمیز نہین کرتے تہے ۔ دونون کی بیعت ایکہی سمجہتے تہے ۔ اسی وجہ سے یہ ساری خرابی واقع ہوئی ۔ مسلم کچہ سمجہے ۔ اور امیر شام کچہ ۔ اوس نے اپنی سمجہ کے موافق تو وہ کارروائی کی جو اوپر بیان کیگئی ۔ اور مسلم نے یہ کیا کہ کوفیونکی راسخ الاعتقادی ۔ واثق الانقیادی کی کیفیت اور ایک جماعت کثیر کی بیعت ۔ اونکا اخلاص ۔ اونکی محبت من وعن حضرت کی خدمتمین لکہہ بہیجی ۔ اور حضرت کی تشریف آوری کی نسبت بہت کچہ ترغیب اور تشویق ظاہر کی ۔ اب انتظار صرف اس بات کا رہا کہ یہ خط جلد مکہ کو پہونچے ۔ اور خدا کرے حضرت یہان تشریف لائین ۔ تاکہ چند روز اطمینان سے بسر فرمائین ۔

اس عرصہ مین امیر شام کا فرمان ابن زیاد کو پہونچا ۔ اوس وقت جسقدر خوشی اوس کو ہوئی ہمکو اوسکے بیان کرنیکی قدرت نہین ۔ جسکی دنیاوی عزت و دولت کو ترقی ہو اور اوسکے ساتہہ اپنے دشمن کو نیچا دکہانیکا قابو ملے تو پہر اوسکی خوشی کا کیا ٹہکانا ! اوسی روز اوس نے اپنے بہائی عثمان ابن زیاد کو بصرہ کی حکومت کا چارج (جائزہ) دیکر اور اہل بصرہ کو اوسکی اطاعت اور اپنی سطوت کے متعلق بہت کچہ تاکید اور تہدید کرکے

دوسرے روز دو تین بصرہ کے چلتے پرزے (مسلم بن عمرو باہلی ۔ منذر بن جارود شریک بن اعور ہمدانی) ساتھ لیکر کوفہ کو روانہ ہوا ۔ جب کوفہ کے قریب پہونچا تو دو تین میل کے فاصلہ پر ٹھیر کر شام ہونیکا انتظار کیا جس سے یہ مطلب تھا کہ اندھیرے میں کوفیونکو معلوم نہو کہ کون آتا ہے اگر اونکو حضرت امام حسین کا خیال ہوگا تو اوس کا اندازہ بھی کر لیا جائے ۔ غرض آٹھ بجے شب کے حجازیونکے لباس میں اونٹ پر سوار ہوکر سیاہ رنگ کی چادر سر پر اوڑھے ہوئے سترہ سوار جلو میں لیکر مکہ کے رستہ سے شہر میں داخل ہوا ۔ بازار میں جو شخص اوسکو دیکھتا تھا دھوکا کھا کر حضرت کی سواری کا گمان کرتا تھا ۔ ایک منٹ ایک کو خبر ہوتے ہوتے سارے شہر میں غل مچگیا کہ حضرت امام حسین تشریف لائے ۔ اب کیا پوچھنا ؟ ہر ہر محلہ سے لوگ دوڑتے ہوئے چلے آرہے ہیں ۔ اور "مرحبا یا ابن رسول اللہ مرحبا ۔ قدمت خیر مقدم مرحبا" کا شور مچاتے ہوئے سواری کے گرد چکر لگا رہے ہیں ۔

عبید اللہ ابن زیاد کا مزاج اوس وقت کیسا تھا ؟ ہم کیا بتائیں ۔ جس طرح سپیرے کے سامنے کالا پیچ و تاب کھا کھا کر سر پٹکتا ہے اور کچھ زور نہیں چلتا ۔ اوسی طرح یہ بھی اونٹ پر بیٹھا ہوا ادھر اودھر جھک رہا ہے لیکن زبان سے کچھ نہیں نکلتا ۔ خاموش چلا جا رہا ہے ۔ بار بار منہ میں کف آتا ہے اور غصہ کے ساتھ نگل جاتا ہے ۔ آخر مسلم بن عمر پکارا کہ ای لوگو ہٹ جاؤ ۔ کیا تم نہیں جانتے کہ یہ امیر عبید اللہ بن زیاد ہے ؟ اتنا سننا تھا کہ سب کے ہوش اوڑ گئے ۔ اور جہانکے تہان سہم کر رہ گئے ۔ ابن زیاد نے یہ حال دیکھ کر اونٹ کو تیز رفتار کیا اور شاہی محل کے دروازہ پر پہونچا ۔

نعمان بن بشیر اور اوسکے علاقہ دار دروازہ بند کر کے چھت پر کھڑے دیکھ رہے تھے ۔

ابن زیاد کو عربی لباس مین دیکھکر نعمان نے سامنے لب بام آکر کہا یا ابن رسول اللہ! مین امیر شام کا امانت دار ہون۔ بے اجازت آپکا استقبال نہین کرسکتا۔ معاف فرمائیے! ابن زیاد نے بڑے اصرار سے دروازہ کھلوایا۔ اور اندر داخل ہوا تو نعمان نے پہچانا کہ یہ تو عبید اللہ بن زیاد ہے۔ بہت نادم ہوا اور عفو قصور کرایا۔

دوسرے روز علی الصباح شہر مین منادی کرادیگئی کہ جامع مسجد مین سب لوگ حاضر ہون سرکاری حکم مرگ مفاجات کے برابر ہوتا ہے۔ اوسی وقت تمام چھوٹے بڑے ہزارون آدمی مسجد مین جمع ہوگئے۔ جائے کی قلت اور لوگونکی کثرت سے دم بند ہونے لگا اتنے مین ابن زیاد آیا اور منبر پر چڑھکر سب کی طرف مخاطب ہوا اور کہا "شکر ہے اوس خدا ذوالجلال کا جس نے کل مخلوقات کی موت اور حیات اپنے قبضہ قدرت مین رکھی ہے۔ اور اپنے فضل و کرم سے انہین مین سے کسی کو امیر کسیکو فقیر بنایا۔ کسی کو تخت و تاج اور ملک و مال دیا۔ کسی کو قوت سے محتاج اور سقیم الحال کیا۔ انتظام سلطنت کے لیے بادشاہونکو حکومت اور رعایا کو اطاعت کی تلقین فرمائی۔ اسی بنا پر امیر المومنین یزید کو کل مسلمانونکا مالک اور اوسکی طرف سے مجھے یہان کا حاکم گردانا ہے۔ دیکھو! یہ اوسکا فرمان ہے۔ (خط کھولکر دکھاتا ہے) اب تمکو لازم ہے کہ اپنے مالک کی خیر خواہی اور وفاداری مین بجان و دل سعی اور میری اطاعت مین اپنی رفاہیت سمجھو۔ اگر ایسا کروگے تو مین تمہارا مددگار رہونگا۔ تمہارے ساتھ مہربانی اور انصاف سے پیش آؤنگا۔ اگر کوئی شخص میرے حکم کے خلاف عمل کریگا تو اوسکو سزا دینے مین ہرگز دریغ نکرونگا۔ میری سیاست اور میری عدالت کبھی اس بات کو پسند نہین کرتی کہ کوئی شخص حکم عدولی کرے اور اوسکو سزا نہ دیجائے۔"

اتنا کہہ کر منبر سے اوتر آیا ۔ اور محکمہ کے اجلاس پر آکر اہل دفتر کو حکم دیا کہ مخبرون کے ذریعہ سے ایک فہرست اون تمام اشخاص کی لکھہ کر پیش کرو جو بغاوت مین مسلم کے شریک ہین ۔

اس حکم کی تعمیل اوسی وقت ہوگئی ۔ بعد ملاحظہ فہرست کے حکم ہوا کہ کل صبحکو پہر سب لوگ مسجد مین حاضر کیے جائین ۔

دوسرے روز بہرے مجمع مین آکر منبر پر چڑہ کے کہا ۔ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ اکثر لوگ اس جگہ بانی فساد موجود ہین ۔ مین اونکو دیکھتا ہون تو آنکھون مین خون اوتر آتا ہے ۔ شاید ان لوگونکو معلوم نہین کہ میری سخت گیری کیسی ہے ۔ جس طرح بہڑکتی ہوئی آگ سوکہا گیلا کچہ نہین دیکھتی سب کو یکسان جلا دیتی ہے ۔ اوسیطرح میری غضب آلود نظر بہی اپنا پرایا کچہ نہین دیکھتی سب کو خاک مین ملا دیتی ہے ۔ یون تو مجھے غصہ آتا نہین ۔ مگر جب آتا ہے تو آتش کا شعلہ بہی کانپ جاتا ہے ۔ اچہا ! اب مین کہتا ہون"

یہ کہکر اوس فہرست کو کوتوال کے حوالہ کیا اور کہا کہ جتنے نام اس مین ہین اون سب کو گرفتار کرکے قتل کر ڈالو ۔

بموجب اس حکم کے دس بیس آدمی تو اوسی وقت قتل کیے گئے ۔ اور باقی لوگ حراست مین لے لیے گئے ۔

اوس نے چلتے ہوئے یہ بہی کہا کہ تمام شہر مین منادی کردو کہ جس نے مسلم کو پناہ دی ہے اوسکو لازم ہے کہ اونکو ہمارے پاس حاضر کردے ۔ اگر حاضر نکریگا اور ہماری تلاش سے معلوم ہوگا تو اوسکا گہر تاراج کردیا جائیگا ۔ اور وہ خود اپنے بال بچون سمیت قتل کیا جائیگا ۔

اس کارروائی سے سب کے دلونمین دہشت سما گئی ۔ بیچارے چھوٹے دل کے آدمی تھر تھر کانپنے لگے ۔ امام حسین کی محبت کا جوش گویا دودہ کا اوبال تھا ۔ معلوم بھی نہوا کہ وہ کبھی آیا بھی تھا ؟ کہان کے مسلم اور کس کی بیعت ۔ سب منہ چھپانے لگے ۔ چالیس ہزار مین مسلم کو ایک بھی صورت نظر نہین آتی تھی ۔ یہانتک کہ اون کو خود مختار کے گھر مین رہنا بھی دشوار ہوگیا ۔

رات کے وقت بیکسی کی حالت مین تن تنہا دونون بچون کا ہاتھ پکڑے ہوئے ہانی بن عروہ کے مکان پر گئے ۔ اور ملتجی ہوئے کہ تھوڑی سی جگہ ملے تو سر چھپائین ۔ ہانی کو انکی حالت پر رحم آیا اور ایک تہ خانہ مین انکو جگہ دی ۔

ابن زیاد کو تو مسلم کی تلاش تھی ہی ۔ اور اوس نے جاسوس لگا ہی رکھے تھے ۔ آخر پتا لگ گیا کہ وہ ہانی کے مکان مین ہین ۔

ہانی ایک معزز آدمی قبیلہ بنی مذحج کا تھا ۔ اوسکو سرسری طور پر گرفتار کرنا خلاف مصلحت تصور کرکے محمد بن اشعث اور اسما ابن خارجہ سے اوس کی ملاقات کی نسبت گفتگو کی ۔ اونہون نے کہا ۔ ہانی اندنون بیمار ہے اسی وجہ سے آپکی ملاقات سے مشرف نہو سکا ۔ ابن زیاد نے کہا ۔ تم جاکر میری طرف سے مزاج پرسی کرو اگر وہ آسکتے ہین تو بلا لاو ۔ مجھے اونکی ملاقات کی آرزو ہے ۔

وہ دونون صاحب ہانی کے مکان پر گئے ۔ اور ابن زیاد کا پیغام پہونچا کر ہانی کو لیکر آئے ۔ بعد سلام وعلیک کے ابن زیاد نے پوچھا ۔ مسلم بن عقیل کہان ہین ؟ ہانی نے کہا ۔ مین نہین جانتا ۔

ابن زیاد نے اوس جاسوس کو بلا کر سامنے کھڑا کر دیا جس نے ہانی کے مکان مین مسلم

ملاقات کرکے تین ہزار درہم باظہار عقیدت نذر کئے تھے ۔

ہانی نے اوسکو دیکھتے ہی پہچان لیا ۔ اور شرمندہ ہوکر کہا ۔ ای امیر! خدا تمکو نیکی دے ۔ واللہ مسلم کو مین نے نہین بلایا ہے ۔ اور نہ مین اونکے منصوبہ مین شریک ہون ۔ لیکن وہ خود رات کے وقت میرے مکان پر چلے آئے ۔ اوس وقت مجھے شرم آئی کہ اون کو کیسے نکال دون ؟

ابن زیاد بولا ۔ خیر اب اونکو حاضر کردو ۔ ہانی نے جواب دیا ۔ ایسا تو مجھ سے کبھی نہوگا ۔ جو شخص میرا مہمان بنکر آئے اور مین اوسکو اوسکے دشمن کے حوالہ کرون ! اس بات کو تو نہ شریعت جائز رکھتی ہے نہ شرافت ۔ اور نہ یہ عرب کی عادت ہے ۔ اگر ایسا کرون تو قیامت تک میرے نام پر داغ رہجائیگا ۔

ابن زیاد نے غصہ ہوکر کہا ۔ اگر تم اونکو حاضر نکروگے تو تمکو اپنی زندگی سے ہاتھ دھونا پڑیگا ۔ مسلم بن عمرو نے ہانی کو سمجھایا کیا غضب کرتے ہو ! کیون جان سے بیزار ہوگئے ہو ! کیا تم کو اپنے عیال و اطفال پر رحم نہین آتا ؟ اگر کوئی غیر شخص تمہارے مہمان کو طلب کرتا تو تمہارا یہ بیان معقول تھا ۔ جب سرکار اپنا مجرم تم سے مانگتی ہے تو اوسکے دینے مین کوئی عیب نہین ۔ بلکہ اطاعت حکم سرکار تو بموجب اس آیت کے فرض ہے کہ "یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم" ای مومنو! اطاعت کرو خدا کی اور رسول کی اور اپنے حاکم کی ۔

اس قسم کی باتون سے بہت کچھ تفہیم کی گئی مگر ہانی نے ایک نہ سنی ۔ بات بڑھتے بڑھتے یہان تک بڑھی کہ ابن زیاد نے اوٹھکر ہاتھ کی لکڑی ہانی کے سر پر اس زور سے ماری کہ اوس کا سر پھٹ کر لہولہان ہوگیا ۔ اور ہاتھون

ہاتھہ اوٹھوا کر ایک حجرہ مین بند کرا دیا ۔

اسماء بن خارجہ نے جو ہانی کو بلا کر لایا تھا غضب ناک ہو کر کہا ۔ تم نے میرے ذریعہ سے ہانی کو بلا کر مجھے بدنام کیا ۔ اگر مین تمکو پیشتر ہی سے دغا باز سمجھتا ہوتا تو ہانی کو کبھی نہ لاتا ۔ اب مجھے بھی ہانی کے ساتھہ جان دینی پڑی ۔

ابن زیاد نے دیکھا کہ اسماء بگڑا ہوا ہے شاید مار بیٹھے ۔ لہذا جوانونکو اشارہ کر دیا کہ اوس کو بھی گرفتار کر لو ۔

اس کشمکش مین اسماء نے بہت مار کھائی ۔ حاضرین کو یقین ہو گیا کہ اب وہ جینے والا نہین ۔

جب یہ خبر شہر مین مشہور ہوئی تو بنی مذحج جو ہانی کے اقربا تھے برافروختہ ہو کر ہانی کو چھڑانے اور اوس کا بدلہ لینے پر آمادہ ہو گئے ۔ مسلم نے اس موقع کو غنیمت جان کر باتفاق ایک جماعت کثیر کے بسرکردگی مختار ابن ابی عبید اور عبد اللہ بن نوفل فوج کو ترتیب دیکر دار الامارۃ کا محاصرہ کر لیا ۔ عبید اللہ بن زیاد کو اس وقت بجز اسکے اور کچھ نہ بن پڑا کہ دروازہ بند کر کے اپنے لوگون کو چھت پر چڑھا دیا اور اوپر سے پتھر اور تیر مارنے لگے ۔ مگر اس سے کیا ہوتا تھا ۔ مسلم کے ساتھہ والے بہت تھے اون کے نزدیک چھوٹے سے مکان کو مسمار کر دینا کچھ مشکل نہ تھا ۔ وہ کچھ قلعہ بھی نہ تھا ۔ جس کو فتح کرنا دشوار ہو ۔ بلکہ وہ وقت تو ایسا تھا کہ اگر قلعہ بھی ہوتا تو یہ لوگ فتح کر لیتے ۔

ابن زیاد نے گھبرا کر صلح کا جھنڈا کھڑا کر دیا اور قاضی شریح و دیگر عمائد شہر جو اوس وقت اوسکے پاس حاضر تھے اون کو لب بام کھڑا کر کے کہا کہ اہل کوفہ کو سمجھاؤ

انہوں نے بموجب حکم پکار کر کہا "افسوس ہے کہ تم لوگوں کو اپنے نفع و نقصان کی کچھ خبر نہیں۔ سرکار سے لگاؤ کر کیا بناؤ گے۔ ناحق اپنی ذات پر اور اپنے بال بچوں پر کیوں ظلم کرتے ہو۔ ذرا خیال کرو کہ جس وقت دمشق سے رسالے کے رسالے فوج کے آنے لگینگے تو تمہارا کہیں پتا بھی نہیں لگیگا۔ اور کسی کو معلوم بھی نہو گا کہ کدھر کھپ گئے۔ ابن زیاد نے عہد کر لیا ہے کہ اگر تم اپنی فضول کارروائی سے باز نہ آؤ گے تو تمہارے وظائف اور انعامات سب ضبط کر دے گا۔ ایک ایک کو چن چن کر قتل کرے گا۔ پھر قصور بے قصور کچھ نہ دیکھے گا۔ اور جتنے بچینگے اون کا اخراج کرا دیگا۔ اگر تمکو ہانی کا کچھ خیال ہو گا تو ہم قسمیہ کہتے ہیں کہ وہ زندہ موجود ہے۔ اوسپر صرف مسلم کی طلب کا تقاضا ہے اور بس۔"

ان خوفناک باتوں سے اہل کوفہ کے دلوں میں ہیبت سما گئی۔ اون کے دماغوں میں ہانی کے قتل ہونے کا جو سودا تھا وہ دفع ہو گیا۔ اب اونکو ایسی کیا پڑی تھی جو کہتے کہ مسلم تو ہمارے ساتھ ہیں۔ ہانی سے اونکی طلبی کے کیا معنے؟ اگر مسلم کو چاہتے ہو تو ہم سے مانگو۔ مگر اون کے عہد و پیمان ایسے واثق کہاں تھے۔ جنکا خیال ہوتا اور اپنی بات کی پیچ کرتے۔ اونکو تو صرف ہانی کے بچانے کی فکر تھی۔ جبکہ معلوم ہو گیا کہ ہانی زندہ موجود ہے تو پھر مسلم سے کیا واسطہ رہا؟ ہر ایک کو اپنی اپنی فکر ہو گئی۔ کسی نے اتنا بھی نہ پوچھا کہ اب مسلم کو کیا کرنا چاہیے؟ جسکے لیے یہ ہنگامہ برپا ہوا ہے۔ آیندہ اون کی کیسی گزریگی؟ تو چل میں چل کرتے کرتے تھوڑی ہی دیر میں سب کے سب ہوا ہو گئے۔

مسلم جب وہاں سے نکلے ہیں تو اونکے ساتھ صرف تیس آدمی رہ گئے تھے۔

مغرب کا وقت ہو گیا تھا۔ مسلم نماز پڑھنے کو مسجد مین گئے۔ نماز سے فارغ ہو کر دیکھتے ہین تو ایک بھی نہین ہے۔

اب مسلم کو بہت تشویش ہوئی۔ دل مین کہنے لگے "افسوس ہے کہ مین دشمنو نمین پھنس گیا۔ اپنون سے جدا۔ وطن سے آوارہ ہو گیا۔ یہان نہ تو کوئی غمخوار ہے جس سے کچھ کہون۔ اور نہ کوئی رازدار ہے جس کو حضرت کے پاس بھیجون۔ عجب طرح کی مصیبت مین گرفتار ہون۔ حاکم کو دیکھو تو جان کا قاتل۔ جن لوگون پر بھروسا تھا وہ سب بیدل۔ اب سوائے خدا کے کسی کا سہارا نظر نہین آتا۔ نہ جانے کا کوئی راستہ ہے۔ نہ رہنے کا کہین ٹھکانا ہے۔ خدانخواستہ اگر مجھے کچھ ہو گیا تو بچون کا کیا حال ہوگا؟ یہ اپنے وطن کو۔ اپنے گھر کو کیسے پہونچینگے؟ یہ تو ابھی ناسمجھ ہین۔ بھلا اپنے آپ کیسے جا سکینگے۔ ایسا ہمدرد کون ہے جو میرے بعد انکو انکے گھر پہونچائے۔ بالفعل تو یہ ہانی کے مکان مین پڑے ہین اور ہانی ابن زیاد کی قید مین ہے۔ اسکو یہ قید بھی میری ہی بدولت نصیب ہوئی۔ آیندہ معلوم نہین کہ اوس کا کیا انجام ہوتا ہے اور ان بچون کا کیا حشر ہونے والا ہے؟ کاش! یہ میرے ساتھ نہ آئے ہوتے تو اچھا ہوتا۔ مگر یہ کس کو معلوم تھا؟ چلو خدا کی مرضی! اونکی تقدیر مین جو لکھا ہے وہ ہو کر رہیگا۔ مین کیا کر سکتا ہون۔ اب تو مین ہانی کے مکان پر بھی نہین ٹھیر سکتا۔ اوسکے گھر والے کیا کہینگے؟ اور یقین ہے کہ وہ میرے بچونکو بھی نہ رکھینگے۔ مین ان کو ساتھ لیکر کہان کہان پھرون گا؟ مین نے حضرت کو ناحق کو لکھا۔ وہ میری لکھنے پر ضرور

آئینگے ۔ بلکہ نکل بھی چکے ہونگے ۔ دیکھئے اونپر کیا کیا مصیبتین پڑتی ہین ۔
سچ ہے "دراکوفی لایوفی" انکی کسی بات کا اعتبار نکرنا چاہیے ۔ انکو نہ خدا کا
ڈر ہے نہ بچون کی لاج ۔ اہل بیت رسول کی محبت تو کجا ۔ خیر! اب کیا کرنا چاہیے
چلو رات تو کہین گزار دینگے ۔ صبحکو جو کچھ ہوگا وہ دیکھ لینگے ۔"

انہین خیالات مین غلطان و پیچان ۔ اندھیری رات ہے اور مسلم ٹھوکرین
کھاتے ہوئے گلی کوچون مین چلے جارہے ہین ۔ انکو یہ بھی نہین معلوم ہوتا تھا کہ
مین کہان جارہا ہون ۔ اور کہان جانا چاہیے ۔ چلتے چلتے یکایک اونکی نظر
ایک مکان کے دروازہ پر پڑی ۔ جسکے سامنے ایک عورت ادھیڑ عمر کی بیٹھی
تھی ۔ اوسکے چہرہ سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی کا انتظار کر رہی ہے ۔ مسلم
کو بہت پیاس لگی تھی اوس عورت سے پانی مانگا تو وہ پانی لانیکو اندر گئی ۔
اور مسلم دیوار سے پیٹھہ لگا کر بیٹھہ گئے ۔

دن بھر کی بھوک پیاس ۔ اہل کوفہ کی دغابازی ۔ حاکم شہر کی دشمنی ۔
بچونکی تباہی ۔ یہ سب سامان ایسے جمع ہوئے تھے کہ جنکی وجہ سے پیچ و تاب
کھا کھا کر بہت ہی پست و ناتوان ہوگئے تھے ۔ جب وہ عورت پانی لائی تو
ایک ٹھنڈی سانس بھر کر ہاتھہ بڑھایا اور پانی پیکر پھر دیوار سے لگ گئے ۔
عورت مسلم کا برا حال دیکھہ کر کہنے لگی کہ ای شخص تو یہان کیون بیٹھا ہے؟ اپنے
گھر جا ۔ کیا تجھے معلوم نہین کہ آجکل شہر مین کیسا ہنگامہ مچا ہوا ہے؟ ایسے
موقع پر راتون کو باہر پھرنا اچھا نہین ۔ مسلم نے کہا ۔ ای نیکبخت مین مسافر
ہون ۔ اس شہر مین میرا گھر نہین ۔ اور نہ یہان میرا کوئی دوست ہے ۔

اگر تو میرے حال پر رحم کرے گی تو خدا تجھے اس کا اجر دیگا۔ عورت نے کہا۔ مین تم کو پہچانتی نہین۔ تم کون ہو۔ مسلم۔ مین ایک بڑے خاندان کا ہون۔ اور اوارہ ہون۔ کیا بتاون؟ غریب الوطن ہون۔ عورت بہت اصرار کرنے لگی تو کہا "مین مسلم بن عقیل ہون۔ یہان کے لوگون نے میرے ساتھ بڑی بے وفائی کی۔ پہلے تو بہت اصرار سے بلایا اور اپنا مہمان بنایا۔ یاری و مددگاری کا عہد و پیمان کیا۔ اور اب عین وقت پر ایسے کورے ہوگئے گویا کچھ جانتے ہی نہین۔ نہ کوئی ہمدرد ہے نہ ساتھی ہے۔ ایک مصیبت ہے اور مین ہون۔ ان لوگون نے مجھے کہین کا نہ رکھا"

وہ عورت مسلم کا نام سنتے ہی قدمون پر گر پڑی اور بہت عذر و معذرت کرنے لگی۔ "لعد! میری خطا معاف کیجئے۔ مین نے آپکو پہچانا نہین۔ آپ رسول اللہ کے خاندان کے ہین۔ ہمارے سرتاج ہین۔ یہ گھر آپ ہی کا ہے۔ اور مین آپکی لونڈی ہون۔ زہے نصیب! کہان ہم اور کہان یہ قدم! یہ بھی ایک وقت کا مقتضی ہے۔

مسلم کو اس وقت یہ باتین ایسی معلوم ہوئین گویا کوئی اپنا عزیز کہہ رہا ہے حالانکہ کبھی کی جان پہچان نہ تھی۔ بلکہ نام تک بھی نہین سنا تھا کہ اس کو (طوعہ) کہتے ہین اور قبیلہ بنی کندہ کی ہے۔

اس سے مسلم کی بیکسی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اور قوم کی ایمانداری کے بھی جوہر کھلتے ہین۔ جس مین اوس وقت بہت سے مشیخت مآب کہلاتے تھے۔ اور یا غفور۔ یا رحیم کی تسبیح پھیرا کرتے تھے۔

غرض وہ بڑھیا مسلم کو مکان میں لے گئی ۔ اور جو کچھ حاضر تھا لاکر حاضر کردیا کبھی اپنی خوش قسمتی پر ہنس پڑتی کہ ان پر ایسا وقت پڑا تا نہ میرے گھر آتے ۔ انکی بری تقدیر میرے حق میں اچھی ہوگئی ۔ کبھی اونکی مصیبت پر رو دیتی کہ ہائے اتنے بڑے شہر میں جہاں ہزار ہا مسلمان رہتے ہیں غریب کے خاندان کے ایک آدمی کو جگہ نہیں ملتی "

اسی رات تو مسلم کو جگہ ملگئی ۔ آیندہ خدا ہے ۔ تھوڑی دیر کے بعد اوس عورت کا بیٹا آیا جسکا وہ انتظار کر رہی تھی ۔ مسلم حجرہ میں سو رہے تھے ۔ ماں کو خلاف عادت اوس حجرہ میں جاتے آتے دیکھ کر پوچھنے لگا ۔ ماں نے بیٹے کو اہل بیت کی عظمت اور اونکی محبت جتا کر بڑی تاکید کے ساتھ کہا کہ اس راز کو ہرگز نہ کھولنا چاہیئے ۔ مسلم ہمارے مہمان ہوئے ہیں ۔ اور سارا شہر انکا دشمن بنگیا ہے ۔ ان لوگونکو عام آدمی نہ سمجھنا چاہیے ۔ یہ خدا کی رحمت ہے جو بشکل انسان زمین پر اوتری ہے ۔ ان کو ایذا پہونچانا خدا کا قہر نازل کرانا ہے ۔ کیا تم نے لوط کی اور صالح کی قوم کا حال قرآن میں نہیں پڑھا ہے ۔ لوط علیہ السلام کے یہاں فرشتے ایسی ہی صورتوں کے آدمی بنکر آئے تھے ۔ جب قوم نے اونپر دست درازی کی تو صبح کے ہوتے ہوتے اونکا سارے کا سارا شہر اوندھا کر دیا گیا ۔ ابتک وہاں ایسا غار پڑا ہوا ہے جیسے سمندر کا پاٹ ۔ صالح علیہ السلام کو خدا نے اونکی قوم کی درخواست پر ایک اونٹنی پتھر میں سے نکال کر دی تھی قوم نے اوسکو مار ڈالا تو اوسکے بچہ نے ڈر کر ایک چیخ ماری ۔ وہ ایک ایسے جلے ہوئے دل کا نالہ تھا کہ جسکے صدمہ سے تمام عالم ملکوت میں لرزہ پڑ گیا ۔ پھر کیا تھا ۔ غیب سے ایک ایسی چیخ آئی کہ تمام شہر کا دم نکل گیا ۔

مردوں کے گاڑنے تک کو بھی کوئی زندہ نہ بچا۔ بیٹا! مین بہت ڈرتی ہون کہ کہین اس شہر پر بھی کوئی آفت نہ آجائے،،

بیٹا یہ لیکچر (تقریر) سنکر چپ ہو رہا۔ ان سے جانا کہ اسکے دل پر کچھ اثر ہوا مگر نہین۔ اوسکو کچھ اثر نہوا۔ کیونکہ وہ تڑکے ہی اوٹھ کر سیدھا ابن زیاد کے گھر پر گیا اوس وقت ابن زیاد کے پاس محمد بن اشعث بیٹھا باتین کر رہا تھا۔ اس نے ابن اشعث کے کان مین کہا کہ مسلم ہمارے گھر مین ہین۔ ابن زیاد نے پوچھا کہ یہ کیا کہتا ہے محمد بن اشعث بولا کہ مسلم کا پتا بتاتا ہے۔ وہ اسکے مکان مین ہین۔ یہ بات سنتے ہی ابن زیاد اوچھل پڑا۔ اوسکو تو مسلم کی تلاش تھی ہی۔ شام سے اونکی گرفتاری کی فکر ہو رہی تھی۔ منادی کرا دیگئی تھی کہ جو شخص مسلم کو پکڑ لائیگا وہ خلعت و انعام پائیگا۔ اور جو شخص اونکو چھپائیگا اوسکا گھر لوٹ لیا جائیگا۔،، جاسوس ان کا پتا لگانے کے لیے مامور کیے گئے تھے۔ حصین ابن نمیر کو حکم دیا گیا تھا کہ شہر کے تمام راستون پر ناکہ بندی کرے اور صبحکو ایک ایک کی خانہ تلاشی کیجائے۔ ایسی حالت مین مسلم کا پتا لگنا اگرچہ کوئی مشکل امر نہ تھا لیکن ابن زیاد کے لیے حد سے زیادہ خوشی کا باعث ہوا۔ فوراً کوتوال شہر عمر بن حریث مخزومی کو بلا کر حکم دیا کہ تین سو سوار اور پیدل لیکر محمد بن اشعث کے ساتھ جاو اور مسلم کو گرفتار کرکے لاو۔ محمد بن اشعث سے کہا کہ ہون! اب جلدی کرو۔ غرض ان لوگون نے جاکر طوعہ کے مکان کا محاصرہ کیا۔ مسلم اوسوقت نماز صبح سے فارغ ہو کر تلاوت قرآن کر رہے تھے۔ آدمیون کا شور و غل سنکر جان گئے کہ یہ ہنگامہ میرے لیے ہو رہا ہے۔ اور اب بجز مارنے اور مرنے کے کوئی علاج نہین ہے۔ یکایک ہاشمی خون نے رگون مین جوش مارا۔ اور حمیت

اس بات گوارا نہ کر سکی کہ ایک عورت کے گھر مین چھپ کر بیٹھے رہین ۔ قرآن گردان سگلے مین حمائل کر اور تلوار ہاتھہ مین لے گھر سے باہر نکل پڑے ۔ جمعیت تو ان کی منتظر کھڑی ہی تھی چارون طرف سے گھیر لیا ۔ مسلم نے جب یہ حال دیکھا تو شیر کے مانند اونپر حملہ کر دیا ۔ پھر کیا پوچھنا ہے ؟ ہاشمیونکی شجاعت تو ساری دنیا مین ضرب المثل ہے ۔ اسلامی ممالک مفتوحہ کی تاریخین پکار پکار کر کہہ رہی ہین کہ وہ کونسی جنگ تھی جس مین اس خاندان کے لوگونکی تلوار نے سپاہ دشمن کو اپنے گھاٹ نہین اوتارا ۔ اور وہ کونسا بہادر سپاہی تھا کہ ان کے سامنے آکر اپنا سا سا کس بل نہین ہارا ۔ اس خاندان کے ایک ایک جوان نے پرے کے پرے اولٹ دئے ہین ۔ بڑے بڑے نامی پہلوان جو فخر سام و نریمان تھے ان کے ایک ایک وار مین دو دو کے چار چار ہو گئے ہین ۔ حضرت علی اور امیر حمزہ کے حملون سے کون واقف نہین ہے ۔ اور آگے بڑھکر ہم بتلائینگے کہ کربلا کے میدان مین جبکہ فوج شام سے مقابلہ ہوا ہے تو چھوٹے چھوٹے لڑکون نے کیسے بڑے بڑے حملے کیے ہین جنکے سننے سے حیرت ہو جاتی ہے ۔ مسلم بھی تو اسی خاندان کے تھے وہ ہاتھہ صاف کیے ہین کہ ارمان باقی نرہا ۔ اس مین کوئی مبالغہ نہین اگر مین کہون کہ بکریون کے گلے مین شیر گھس پڑا تھا ۔ پینتالیس آدمی تو مارے گئے اور قریب سو کے زخمی ہوئے ۔ اور جو بچے وہ بھاگ نکلے ۔ میدان صاف ہو گیا ۔ ابن زیاد کو جب یہ خبر پہونچی تو کہلا بھیجا کہ ایک آدمی کو اتنے سپاہی بھی نہ پکڑ سکے ! تعجب کا مقام ہے ! مانا کہ مسلم بہت شجیع ہین ۔ آخر ہین تو ایک ہی آدمی ۔ اونکے کوئی دس ہاتھہ نہین ۔ بیس پانون نہین ۔ یون کہو کہ

تم لوگون کو اون کا پاس خاطر ہے ۔ اور کیون نہو ؟ آخر تمہارے پیغمبر کے قرابت دار ہین ۔
اس پیغام سے محمد بن اشعث کا دل جل گیا اور کوتوال سے کہا ۔ دیکھو ! یہ تو اپنے
حکم پر اپنی آخرت کو یون بگاڑ دین اور اوس کا صلہ یہ پائین ! لعنت ہو ایسی حکمرانی
پر اور ایسی قدردانی پر ! عمر بن حریث (کوتوال) نے کہا "حضرت ! ہمکو شاید
معلوم نہین ۔ وہ سمجھتے ہونگے کہ کسی دہنیئے جولاہے کو پکڑ لانا ہے ۔ کئے اور ہاتھ
پکڑ لیے ۔ یہ بنی ہاشم ہین ۔ انکا پکڑا نا منہ کا نوالہ نہین ہے ۔ اگر وہ یہان آکر ہماری
کیفیت دیکھتے تو آنکھین کھل گئی ہوتین "!

ادہر تو یہ باتین ہو رہی تھین ۔ اودہر سپاہی مکانونکے چھتون پر چڑھکر مسلم کو سنگسار
کرنے لگے ۔ مسلم حیران کھڑے ہین اور اونپر چارون طرف سے پتھر اور تیر برس رہے
ہین ۔ تمام جسم زخمون سے چور ہو گیا ہے ۔ تشنگی نے بیتاب کر دیا ہے ۔ مجبور ہین کچھ
بن نہین آتا ۔ مقابلہ کرین تو کس سے کرین ۔ دشمن قابو سے باہر ہین ۔ آخر لاچار تن
بتقدیر ایک دیوار کے سہارے بیٹھ گئے ۔ اتنے مین کسی نے ایک گوشہ سے نکل کر سر پر تلوار
ماری ۔ وہ پیشانی اور رخسار کو لیتی ہوئی ہونٹون پر سے اوتر گئی ۔ جس سے تمام چہرہ اور
ڈاڑھی اور لباس خون مین تر بتر ہو گیا ۔ مگر مسلم نے اوسکو بھی جانے نہین دیا ۔
بھاگتے کو ایک ہاتھ مین دو کرکے گرا دیا ۔

ابن اشعث نے یہ دیکھا کہ انکے سامنے کوئی جاتا نہین تو خود آگے بڑھکر کہنے لگا کہ آپ
ناحق ہم سے لڑتے ہین ۔ ہم آپ سے کچھ لڑنے کو نہین آئے ہین ۔ ہم تو آپکے چچا کی امت
ہین ۔ ہم اقرار کرتے ہیں کہ آپ سے کسی قسم کا تعرض نکیا جائیگا ۔ ابن زیاد نے آپکو بلایا ہے ۔
اور اوسی نے آپکو امن بھی دیا ہے ۔ چلئے وہین تمام امور طے ہو جائینگے ۔

مسلم نے کلمات صلح آمیز سنکر اپنے خاندانی علم و مروت کو کام فرمایا۔ اور اونکے ساتھ چلنے کو راضی ہو گئے۔ اونکو کیا معلوم تھا کہ پیغمبر کا آسرا بتلا کر فریب دینگے۔ جب چلنے لگے تو سب نے انکو گھیر لیا۔ ایک نے انکی تلوار لے لی اور کہا کہ اب اس کا کام نہیں ہے۔ اس حرکت سے مسلم کو مایوسی ہو گئی۔ سمجھے کہ اب خیر نہیں۔

ابن زیاد کو مسلم کے لانے کی خبر معلوم ہوئی تو اوس نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ دروازہ پر آتے ہی بلا پرسش قتل کر ڈالو۔ سپاہی مسلح تیار کھڑے تھے۔ دروازہ پر آتے ہی مسلم پر ایک ساتھ دونوں طرف سے تلواریں پڑیں۔ اوس وقت مسلم کی زبان سے یہ آیت نکلی کہ "ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین" (خداوندا تو ہم میں اور ہماری قوم میں واجبی فیصلہ کر اور تو بہت اچھا فیصلہ کرنیوالا ہے) جب اتنی تلواریں ایک تن زار سراپا مجروح پر پڑیں تو پھر کیا باقی رہ سکتا ہے؟ مسلم زمین پر گر پڑے اور اون کا سر کاٹ لیا گیا۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون"۔ اور جسم مبارک دروازہ کے باہر پھینک دیا گیا۔

اب ہانی کی نوبت آئی۔ یہ بزرگ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مشرف تھے۔ ان کی عمر نوے برس سے تجاوز کر گئی تھی۔ ان کو بکروں کے کمیلہ میں لے جا کر ذبح کیا۔ ان دونوں کے سر تو دمشق کو امیر شام کے پاس بھیجدئے گئے۔ اور لاشیں شہر پناہ کے دروازہ پر لٹکا دی گئیں۔

جس وقت یہ دونوں سر ابن زیاد کے خط کے ساتھ امیر شام (یزید) کے ملاحظہ میں گزرے تو بہت خوش ہوا اور جواب میں لکھا کہ تم نے ایسا عمدہ کام

کیا ہے کہ جس کا عوض مین دے نہین سکتا ۔ تمہاری نمک حلالی ۔ خیر خواہی ۔ ہوشیاری تجربہ کاری اس کام سے بخوبی ثابت ہوگئی ۔ ابھی ایک کام تمکو کرنا ہے ۔ سنتے ہین کہ حسین بن علی بھی عراق کا قصد کرنے والے ہین ۔ اونکی نقل و حرکت کی ذرا ذرا خبر رکھنی چاہیئے ۔ اگر وہ ادھر کا رخ کرین تو اونکے آنے کے رستے روک دو ۔ اور جس طرح بن پڑے اونکو قتل کر ڈالو ۔ اور اون کے حالات کی روزانہ اطلاع ہمکو دیا کرو ۔ تمہارے قاصدون کو جو یہ دونون سر لائے ہین فی نفر دو دو ہزار درم بطور انعام کے عطا کیئے گئے ہین ۔ والسلام ۔

ابو مخنف نے صعقب بن زہیر سے نقل کی ہے کہ مسلم جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پیدا ہوئے تھے ۔ ان کی عمر چھبیس سال کی تھی ۔ صورت مین جناب رسول خدا سے مشابہ تھے ۔ طبیعت بہت شجیع اور متین واقع ہوئی تھی ۔ ان کے والد بزرگوار عقیل اور جعفر طیار اور علی مرتضی تینون حقیقی بھائی ابو طالب کے فرزند ہین ۔ ان تینون کی ماں فاطمہ بنت اسد ہین ۔ سب مین بڑے عقیل اون سے دس برس چھوٹے جعفر طیار اور اون سے دس برس چھوٹے علی مرتضی ہین ۔ مسلم کی شادی بی بی رقیہ دختر جناب علی مرتضی سے ہوئی تھی ۔ ان کے پیٹ سے دو فرزند تولد ہوئے تھے ایک محمد اور دوسرے ابراہیم ۔ یہی دونون صاحبزادے کوفہ کو اپنے باپ کے ساتھ آئے تھے ۔ ان دونون کا مسلم کے بعد جو کچھ انجام ہوا وہ آیندہ نذر ناظرین کیا جائیگا ۔ داستان مصیبت کا ابھی تو آغاز ہے ۔ خاندان رسالت کی تباہی پر بہت کچھ رونا باقی ہے ۔

افسوس ہے کہ قوم نے اسلام کے دامن پر یہ ایسا دھبہ لگا دیا ہے جو قیامت تک کے رونے سے بھی نہین مٹ سکتا ۔ جنکا ہم کلمہ پڑھتے ہین ۔ اور جنکی شفاعت باعث نجات سمجھتے ہین ۔ مسلم اون کے بھتیجے تھے کسی نے بھی خیال نہ کیا کہ یہ کون ہین ۔ ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیئے تھا اور کیا ہوا ۔ ای دنیا ! ای کم بخت دنیا ! تو نے کیسے کیسے دینداروں کا ایمان چھین لیا ۔ افسوس !

چھاپان

اے چرخ کچھ بھی رحم نہ آیا تجھے بھلا!

یہ طفل بے پدر! یہ چھری! اور یہ گلا!

آج ذیحجہ کی دسوین تاریخ ہے ۔ کوفہ مین گھر گھر عید الضحی کی تیاریان ہو رہی ہین ۔ لوگ صبح ہی صبح نہا دہو کر اور عمدہ عمدہ لباس رنگ برنگی پہن کر آراستہ و پیراستہ ہین ۔ سڑکون پر گویا جا بجا تختہ لالہ و نافرمان کھلا ہے ۔ عیدگاہ مین جانے کے لیے تمام شہر مین ایسی ہل چل پڑی ہے کہ کسی کو کسی کی خبر نہین ۔ ہر شخص اپنی اپنی دہن مین لگا ہوا ہے ۔ نوکر چاکر غریب غربا قصابون کو ساتھ لیے ہوئے ادہر اودہر دوڑتے پھرتے ہین اور قربانی کے لیے بکرے پکڑ پکڑ لیجا رہے ہین ۔

ایسے مین منادی نے ندا کی کہ جس شخص کے پاس مسلم کے بچے ہون اون کو سرکار مین لاکر حاضر کر دے ۔ اگر کوئی اونکی ہمدردی کرکے چھپا رکھیگا یا اون کو کہین بھیجدیگا تو نہ صرف اوس کا قتل سرکار پر واجب ہوگا بلکہ اوس کا گھر تاراج ۔

اوسکی ملک و معاش اور اوسکے منصب و انعام سب ضبط اور خالصہ کرلیا جائیگا"
یہ آواز جسکے کان مین پڑی بس وہ نقش دیوار بن گیا ۔ یا تو عید کی وہ دھوم دھام
تھی یا یہ عالم ہوا کہ یہ بھی ایک شہر خموشان ہے ۔ سب کے دماغون مین یہی خیال
بندھ گیا کہ شاید میرے ہی گھر مین کسی نے اونکو چھپا رکھا ہو ۔ اور مجھے اوسکی
خبر نہ ہو ۔

جس وقت مسلم پر ہنگامہ ہوا یہ دونون لڑکے گھبراکر باہر نکل پڑے تھے ۔
معلوم نہین کہ یہ کیونکر قاضی شریح کے گھر مین پہونچ گئے ۔ چونکہ قاضی ایک
خداد دست اور رحم دل آدمی تھا اوس کو ان لڑکون کا آنا ناگوار نہوا ۔ مگر اب
جو یہ حکم قضا توام سنا تو اوسان خطا ہوگئے ۔ کہانکی خداپرستی ! کس کی رحمدلی
اب تو جان پر بن گئی ۔ وہ سمجھ گیا کہ دو قضا ایک جا جمع ہوا چاہتی ہین ۔ حالانکہ
یہ ناممکن ہے ۔ یا تو خدمت قضا ہی رہیگی یا حکم قضا ہی نافذ ہوگا ۔ اوس کے
ساتھ سب ہی کچھ ہے اور اس کے ساتھ کچھ بھی نہین ۔

یہ سوچکر قاضی صاحب نے اون لڑکون سے کہا کہ اب تمہارا یہان رہنا اچھا
نہین ہے ۔ مین تم کو تمہارے وطن مین بھیجدیتا ہون ۔

اس وقت تک لڑکون کو اپنے باپ کے شہید ہونے کی خبر نہ تھی ۔ اونہون نے
خوش ہوکر کہا ۔ کیا ہمارے باپ نے ہمین بلایا ہے ؟ کیا وہ بھی مدینہ کو جاتے
ہین ؟ قاضی صاحب رو پڑے ۔ اور کہا تمہارے باپ کہان ہین ؟ وہ تو
مارے گئے ۔

بچون نے جو یہ بات سنی تو چہرون کا رنگ اور گیا ۔ یا تو ابھی خوش ہوئے تھے

یا زار زار رو دینے لگے ۔

قاضی صاحب نے اونکو سمجھایا کہ تم اہل بیت رسول ہو تم کو مصیبت میراث مین ملی ہے ۔ خدا کی مرضی پر راضی رہنا چاہیے ۔ صبر و شکر تمہارے خاندان کی ایک معمولی بات ہے ۔ مجھے خوف ہے کہین تمہاری خبر ابن زیاد کو معلوم نہ ہو ۔ اور تمہاری جان کو کوئی صدمہ نہ پہونچے ۔ مناسب یہی ہے کہ تم یہان سے نکل جاو ۔ مین تمکو مدینہ بھیجدیتا ہون ۔

پھر قاضی نے اپنے فرزند سے کہا کہ شہر کے باہر قافلہ اوترا ہے اور وہ مدینہ کو جانے والا ہے ۔ ان کو لے جا کر وہان پہونچا دو ۔ اور یہ پچاس درم بھی ان کے راہ خرچ کے قافلہ سالار کے حوالہ کر دو ۔

شام کو جب ذرا اندھیرا ہوا تو قاضی صاحب کے فرزندان بچون کو چھپا کر شہر کے باہر لے گئے اور دیکھا تو وہان قافلہ نہین ہے ۔ اندھیرے مین جو ایک اوترتی سیاہی زمین پر نظر آتی ہے اوس کو گرد کاروان سمجھا ۔ بچون سے کہا دوڑو ۔ اور وہ جو دھوان نظر آتا ہے وہی قافلہ ہے ۔ یہ درم اپنے راہ خرچ کو اور جا کر قافلہ مین مل جاو ۔

ان بچونکی ابھی ایسی کیا عمر تھی ؟ جو اتنا انتظام کر سکتے اور اتنی جرات اور تجربہ کہان سے لاتے ؟ مگر جان کے خوف نے اونکو آمادہ کر دیا ۔ ایک مٹھی مین درم اور ایک مٹھی مین درم لیکر اوسی طرف دوڑ پڑے جدہر قاضی کے بیٹے نے اشارہ کیا تھا ۔

قافلہ تو کب کا جا چکا تھا ۔ نہ گرد کاروان تھی ۔ نہ جرس کی فغان تھی ۔

وہ تو ایک اندھیرا تھا جو رات کو دنیا پر چھا رہا تھا ۔

قاضی کے فرزند رشید تو دو سے راستہ بتا کر چلدیئے ۔ اور یہ دوڑتے دوڑتے تھک گئے ۔ نہ قافلہ ملا ۔ نہ راستہ ۔ رات زیادہ ہوگئی ۔ اندھیرا بھرپور چھا گیا ۔ آدمی کا نام نہین ۔ راستہ کا نشان نہین ۔ نہ کوئی ساتھی ہے ۔ نہ غمخوار ہے ۔ صرف ہو کا میدان ہے اور اوس مین وحشت نمودار ہے ۔ کم سن لڑکے رات کو جنگل کی صورت دیکھ کر ڈر گئے ۔ پھرتے پھرتے اوسی جگہ پر آگئے جہان سے چلے تھے ۔

برگشتہ تقدیر والے بھی کہین منزل پر پہونچتے ہین ؟ قسمت ان کا ہاتھ پکڑ کر شہر مین لائی ۔ اور گشت والون کے حوالے کر دیا

اونہون نے پہچان کر پہرہ مین بٹھا دیا ۔ رات بھر تو پہرہ مین ہاتھ پانون بندھے پڑے رہے ۔ اور صبح کو ابن زیاد کے پاس حاضر کر دیئے گئے ۔

ابن زیاد کی بیرحمی اور سفاکی کس طرح بیان کی جاسکتی ہے ؟ کیسا ہی سنگدل کوئی کیون نہو ان بچون کی کم سنی ۔ غریب الوطنی اور یتیمی ایسی تھی جو اوسکو نرم نہ کر دیتی ۔ لیکن ابن زیاد کو اون کے حال پر کچھ بھی افسوس نہوا ۔ ہان اتنا تو ہوا کہ ان کو سر دست قتل نہین کیا ۔ بلکہ اون کے قتل کو امیر شام (یزید) کے ایما پر اوٹھا رکھا ۔ اور اون کو جیلخانہ مین بھیجدیا ۔

ان دونون لڑکون نے کبھی کاہیکو جیلخانہ کی صورت دیکھی تھی ۔ اون کے فرشتون کو بھی خبر نہین کہ جیلخانہ کسے کہتے ہین ۔ جب یہ وہان پہونچے تو ڈر کر ایسے سہم گئے جیسے کاٹ کے پتلے ۔ حیرت کا یہ عالم تھا گویا نقش تصویر ہین ۔ اوسوقت

اون کے دلون سے پوچھا چاہیے کہ چھوٹے چھوٹے سینون مین کیسے دھڑکتے ہونگے ۔ اگر ماں باپ ہوتے تو ان کو چھاتی سے لگاتے ۔ اب اون کا کون والی ہے ؟ ۔

میرا بھی عجب خیال ہے کہ ان بچون کے ہمدردونکو ڈھونڈتا ہے ۔ ان کی قسمت ایسی کہان ہے ! وہان تو ان معصومون کے قتل کی تدبیر ہو رہی ہے اور ہم اون کے ماں باپ کو یاد کرتے ہین ۔

وہ جیلخانہ جس مین یہ لڑکے قید کیے گئے تھے توبہ ! توبہ ! ایسا وحشت ناک تھا جس کے دیکھنے سے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے ۔ ایک چھوٹا سا مکان تنگ و تاریک ویران و قیانوس کے زمانہ کا بنا ہوا اور اوس مین چند حجرے ایسے مختصر جیسی قبرین ۔ ان مین نہ ہوا آتی ہے نہ روشنی کیجاتی ہے ۔ ایسے مقام پر اچھے مضبوط دل کے آدمی بھی ہار جاتے ہین تو پھر ان کم سن لڑکون کا کیا ٹھکانا ہے ۔

بارے داروغہ جیلخانہ ایک نیک دل آدمی اور ایماندار شخص تھا ۔ جس کا نام "منشکور" تھا ۔ اوس نے ان لڑکون کے حال پر رحم کیا ۔ وہ دن بھر ان کی خبر لیتا ۔ اور ان کی مصیبت پر افسوس کرتا تھا ۔ دوسرے روز شب کو اوس نے ان کو جیلخانہ سے نکالا اور کہا ۔ چلو ! مین تمہاری رہائی کی صورت کرتا ہون ۔ مجھ پر جو کچھ آفت گزرنی ہو بلا سے گزر جائے ۔ مگر تمہاری مصیبت دیکھی نہین جاتی ۔

اوس نے شہر کے باہر لیجا کر راستہ پر کھڑا کر دیا ۔ اور اپنی انگلی مین سے

انگوٹھی اوتار کر اون کو دی ۔ اور بولا کہ یہ راستہ قاوسیہ کا ہے ۔ سیدھے
چلے جاؤ ۔ راستہ مین کچھ ڈر نہین ہے ۔ تھوڑی دور پر قاوسیہ ایک گاؤن ہے ۔
اوس مین میرا بھائی رہتا ہے ۔ میرے نام کے پتے سے اوسکو ڈھونڈھنا نہین پڑیگا ۔
یہ انگوٹھی اوسکے حوالے کر دینا اور کہنا کہ ہمین مدینے پہونچا دو ۔ وہ بہت اچھا
آدمی ہے ۔ اہل بیت رسول کا دوست ہے ۔ تم کو ضرور مدینے پہونچا دیگا ۔

مسلم کے فرزندون نے انگوٹھی لیکر شکریہ ادا کیا اور چل نکلے ۔ مگر تقدیر
کب جانے دینے والی تھی ۔ تھوڑی دور جاکر راستہ بھول گئے ۔ بھلا یہ بھی
کوئی رہائی کی صورت تھی ۔ وارونہ کی عقل پر پتھر پڑین ! ان بچون کی عمر
پر خیال نہ کیا کہ ابھی تو یہ سات آٹھ ہی برس کے ہین ۔ رات کے وقت جنگل
مین کوسون اکیلے جانا ان سے کیسے ہو سکیگا ؟ اور اس بلا کا توڑ جوڑ ان کو کہان
سے آئیگا ؟ اونہین کیا معلوم کہ قاوسیہ کہان ہے ۔ اور دارونہ کا بھائی
کون ہے ۔ وہ گورا ہے یا کالا ۔

اس قسم کی کارروائی کے ایسی خوفناک حالت مین کسی ہوشیار عمر رسیدہ تجربہ کار
آدمی سے بھی پوری ہو سکنے کی امید نہین کیجا سکتی ۔ پھر یہ نادان کم سن لڑکے
جو اب تک گھر کے باہر نہین نکلے تھے کس طرح منزل مقصود کو پہونچتے ۔ اگر ان کے
ساتھ سایہ کرنا منظور تھا تو کسی آدمی کو ساتھ کر دیا ہوتا ۔ یہان تو وہ مثل
ہوئی کہ "نادان دوست دشمن سے بدتر" ۔

ان بچونکی حالت کچھ نہ پوچھئے ۔ ساری رات بدحواس ۔ مارے دہشت کے
دم نکلا جاتا ہے ۔ وہ سنسان بیابان ۔ وہ اندھیری رات کا سمان ۔

اوس مین یہ دونون لڑکے حیران و پریشان ۔ خیال کرنے کا مقام ہے کہ وہ رات اونپر کیسی گزری ہوگی ۔ باپ کا مارا جانا ۔ اپنا قید ہونا ۔ جیلخانہ سے بھاگ کر نکلنا ۔ اور اب کہین آسرا نہ ملنا ۔ یہ تمام باتین موت کی ڈرادنی شکل بنکر سامنے کھڑی تھین ۔

اگرچہ رات کا پردہ اون کی جان چھپانے کو اچھا تھا ۔ لیکن اکیلا پن غضب ڈھا رہا تھا ۔ وہ خود جان سے بیزار ہوگئے تھے کہ نہ یہ ہوتی نہ یہ مصیبت پڑتی ۔ ذرا کہین پتا کھڑکا یہ تھر تھر کانپنے لگے ۔ بے پانون وہان سے نکل کر کسی دوسری جگہ ہو رہے ۔ اور وہان بھی کوئی آہٹ معلوم ہوئی تو اور طرف چل دیئے ۔

یون ہی بھاگتے بھاگتے اور چھپتے چھپتے رات پوری ہوگئی ۔ چلتے تھے قادسیہ جانیکو ۔ صبح کو دیکھتے ہین تو کوفہ کی فصیل کے پاس ہین ۔ ان کے حق مین کوفہ گویا جزیرہ انڈمان ؎ تھا ۔ وہان کے جانے والون کو خدا ہی نکالے تو نکالے ۔ جب دن نکلا تو اور بھی خوف دامنگیر ہوا کہ اگر کوئی دیکھ پائیگا تو ہمین پکڑ لیگا ۔ پھر کیا ہوگا ۔ دونون بھائی آپس مین منصوبہ کرنے لگے کہ کہان چھپ جائین ۔ ایک نے کہا ۔ اگر یہان کوئی غار ہوتا تو اچھا ہوتا ۔ دوسرے نے کہا ۔ غار نہ سہی اب بھی اگر زمین پھٹ جائے تو کیا برا ہے ۔ ہم زمین مین دھنس جانے پر راضی ہین ۔ چھوٹے نے کہا ۔

؎ انڈمان ایک جزیرہ کا نام ہے جسکو عام لوگ کالا پانی کہتے ہین جہان اکثر مجرم قید ہی سے بھیجے جاتے ہین

اگر ہم زمین مین دھنس گئے تو پھر جئین گے کیسے ؟ بڑے نے جواب دیا ۔ ایسے جینے سے تو مرنا بہتر ہے ۔ مگر وہ بھی تو نہین ہوتا ۔ اب کیا کرنا چاہیے جب تک بن پڑے جان کا بچانا ضرور ہے ۔ چلو اسی کھجور کے بن مین جو سامنے نظر آرہا ہے چھپ جائینگے ۔

دونون لڑکے دوڑ کر اوس بن مین گھسے اور اِدھر اُدھر ہونڈھنے لگے ۔ وہان ایک سوکھا ہوا درخت کھڑا تھا جس کا پیڑ کھوکلا تھا ۔ سامنے پانی کا ایک چشمہ بھی تھا ۔ دونون اوس کھوکلے پیڑ مین گھس گئے ۔ پیاس کے دفع کرنیکو تو پانی نزدیک تھا ۔ لیکن بھوک کا کیا علاج تھا ؟ جس نے روٹی کا تقاضا لگا رکھا تھا ۔ جون جون دن چڑھتا جاتا ہے ان کے چہرے اوترتے جاتے ہین ۔ اتفاقاً ایک عورت کا اوس چشمہ پر گزر ہوا جو پانی بھرنے کو آئی تھی ۔ اوس نے دیکھا کہ یہ دونون لڑکے درخت مین چھپے کھڑے ہین ۔ اور اون کے گورے گورے چہرون کا عکس پانی مین عجب کیفیت دکھا رہا ہے ۔ گویا کسی نے پری کو شیشہ مین بند کر دیا ہے ۔ مکھڑے چاند کے ٹکڑے ہین مگر کمہلائے ہوئے ۔ قد سرو کے پودے ہین مگر مرجھائے ہوئے ۔ رخسارے ایسے معلوم ہوتے ہین جیسے کمہلائے ہوئے گلاب کے پھول ۔ کسی نے اونکو پانی مین ڈبو دیا ہے ۔ شاید یہ خیال ہوگا کہ وہ پھر تازہ ہو جائینگے ۔ نہین ۔ وہ دونون رہے ہین ۔ آنسوون سے منہ دھو رہے ہین ۔ پوچھا ۔ ای پیارے لڑکو تم کون ہو ؟ تم پر ایسی کیا مصیبت پڑی ہے جو اس جنگل مین چھپ کر رو رہے ہو ؟ اونہون نے کہا ۔ ای امان جان ! ہم دونون مسافر غریب

وبیکس ۔ ماں باپ سے جدا ۔ وطن سے آوارہ ۔ خویش و اقربا سے دور ۔ مصیبت مین مبتلا ۔ تنہائی سے لاچار ۔ دشمنون کے ہاتھون مین گرفتار ہین ۔ جان کے بچانے کو یہان چھپے ہین ۔ ہمارا کوئی وارث نہین ہے ۔ نہ ہمکو اپنے وطن کا راستہ معلوم ہے ۔ نہ کوئی ہم کو راستہ بتانیوالا ہے ۔ اب ہم ہین اور ہمارا خدا ہے ۔

اس تقریر پر اوس عورت کو بھی رونا آگیا ۔ کہا ۔ شاید تم مسلم کے فرزند ہو ۔ ایسی مصیبت اون کے سوائے اس شہر مین کس پر پڑی ہے ۔

باپ کا نام سن کر یہ اور بھی رونے لگے عورت نے اون کو گلے سے لگالیا اور کہا ۔ تم گھبراو نہین ۔ ہمارے گھر چلو ۔ ہمارے گھر کی مالک بڑی نیک بی بی ہے ۔ اور پیغمبر خاندان پر دل سے فدا ہے ۔ وہ تمہاری بہت خاطر کریگی ۔ اور تم کو بہت آرام سے اپنے پاس رکھے گی ۔ بلکہ تمہارے وطن کو بھی پہونچا دیگی ۔

اتنا کہہ کر وہ دونون کو اپنے گھر لے گئی ۔ اور دروازہ کے باہر کھڑا کر کے خود اندر جا کر اپنی بی بی سے سارا حال بیان کیا ۔ وہ مسلم کے بچون کا نام سنتے ہی دروازہ تک دوڑتی آئی ۔ اور ان دونون کو گلے لگا کر رونے لگی ۔

اوس وقت ان بچون کو ایسا معلوم ہوا کہ وہ گویا ان کی سگی ماں ہے ۔ بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے ۔ پھر اوس نے انکو سمجھا کر اور بڑی محبت سے اونکے سر اور پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر منہ دھلایا ۔ اور نہایت خاطر سے کھانا کھلایا ۔

یہ لڑکے جب سے اپنے باپ سے جدا ہوئے تھے آج پہلا دن ہے کہ اون کی

اتنی خاطر داری ہوئی ہے ۔ اس گھر میں ان کے دل کو بہت تسکین ہوئی ۔
وہ عورت ان دونوں کا منہ دیکھ دیکھ کر روتی تھی اور ان کے دشمنوں کو کوستی تھی ۔ خدا ان کے دشمنوں کا منہ کالا کرے ۔ اون کو دنیا میں درد و غم اور آخرت جہنم نصیب ہو ۔ انکی دولت اور حشمت غارت ۔ ان کی نماز اور روزے سب اکارت ہوں ۔ ہمارے گھر کا خانہ خراب مردوا بھی اوسی گت کا ہے ۔ اوسکی صحبت دشمن کو بھی نصیب نہو ۔ مگر خدا کرے ان معصوم بچوں کا حال اوس پر کھلنے نہ پائے ۔ دیکھ ری (لونڈی کی طرف خطاب کرکے) کہیں اوس موئے سے ان کا ذکر نہ کرنا ۔ اوس کو نہ خدا کا خوف ہے ۔ نہ دنیا کی لاج ۔ اوس کا دین و ایمان ۔ اوس کا دل و جان جو کچھ ہے پیسا ہے
غرض ایسی ہی باتوں میں شام ہوگئی ۔ اوس نیکبخت عورت نے رات کو ان بچوں کو کھلا پلا کر ایک حجرہ میں بچھونا کرکے سلا دیا ۔
پہر رات گئی ہوگی کہ اوس کا شوہر آیا ۔ اوس کو دیکھتے ہی عورت کا دل دھڑکنے لگا ۔ گھبرا کر پوچھنے لگی ۔ کیوں آج خلاف معمول رات کرکے آنے کا سبب کیا ہے ۔ اوس نے کہا ۔ مسلم کے بچوں کو جیلخانہ کے داروغہ نے بھگا دیا ہے ۔ اونکی گرفتاری کے لیے ابن زیاد نے انعامی اشتہار لگایا ہے ۔ چونکہ انعام کی رقم معقول یعنے دو ہزار درم ہے اس لیے میں نے صبح سے اب تک اون کی تلاش کی ۔ مگر کہیں پتہ نہ لگا ۔ تھک کر آیا ہوں ۔ کل تڑکے ہی پھر ڈھونڈھنے کو جاؤں گا ۔ اگر قسمت لڑگئی تو وہ ملجائینگے ۔
عورت نے کہا کیا تمکو خدا کا خوف نہیں آتا ! پیغمبر کے خاندان کے

ساتھہ برائی کرکے قیامت مین کیا پاوگے ؟ اور پیغمبر کو کیا منہ دکھاوگے ؟ ذرا تو خیال کرو ۔ اگر یہ انعام تمہین نہ ملیگا تو کیا ہو جائیگا ۔ یہی نہ کہ چار دن ہاتھہ کھلا نہ رہیگا ۔ لیکن آخرت تو برباد نہوگی ۔ ایسا کام کیون کرو جس سے خدا کی رحمت اور پیغمبر کی شفاعت سے محروم رہو ۔ مسلم کے لڑکے ہمارے پیغمبر کے خاندان کے ہین ۔ اگر کوئی تمہارے خاندان والے کو اذیت پہونچائے ۔ یا کچھ برا بھلا کہے تو تم ہی کہو کہ تمہارا دل کیا کہیگا ؟ اسی پر قیاس کرو کہ اون لڑکون کو دشمن کے پنجہ مین پھنسا دینے سے پیغمبر کا دل کیا کہیگا ۔ تم یہ نہ سمجھو کہ پیغمبر ہماری نظر کے سامنے نہین ہین ۔ بیشک وہ ہم کو دیکھتے ہین ۔ ہمارے اچھے کامون سے راضی اور برے کامون سے بیزار ہوتے ہین ۔ اگر ایسا نہو تو ساری باتین دینداری کی غلط ہو جائین ۔ دیکھو ! قرآن کی پہلی سطر مین خدا تعالیٰ نے مسلمانون کی سب سے اول صفت ایمان بالغیب لانے کی بیان فرمائی ہے " الم ۔ ذلک الکتاب لاریب فیہ ۔ ہدی للمتقین الذین یومنون بالغیب ۔ " یعنے اس مین کوئی شک نہین کہ یہ کتاب (قرآن) ہدایت کرنے والی ہے اون پرہیزگارون کو جو غیب کی باتون پر ایمان لاتے ہین ۔

جب عورت نے اس لکچر (تقریر) کو ختم کیا تو حارث (شوہر) نے کہا ۔ تجھے ان باتون سے کیا واسطہ ہے ۔ ہم لوگ دنیادار ہین ۔ دو ہزار درم ملینگے تو بہت سے کام نکلینگے ۔ نقد معاملہ چھوڑ کر ادھار پر نظر رکھنا کون عقلمندی کی بات ہے ۔

عورت نے جواب دیا ۔ کیا دنیادار لوگ دیندار نہین ہوتے ؟ یہ دنیا تو

بڑے بڑے پیغمبروں کے پاس رہی ہے ۔ مگر اونہوں نے دنیا سے وہین تک مطلب رکھا جہان تک کہ آخرت کا تعلق نہین ہے ۔ اگر آخرت بگڑتی تو دنیا کس کام کی ؟ عقلمندی تو یہ ہے کہ جتنا دنیا کا خیال کرین اوس سے زیادہ آخرت کا خیال کرین ۔ کیونکہ دنیا تو گزشتنی و گزاشتنی ہے ۔ ہمیشہ رہنے کی جائے کا نام آخرت ہے ۔ دنیا کتنی ! اور اوس مین آرام کیسا ! دنیاداری جتنی زیادہ ہوگی اوتنی ہی تکلیف زیادہ ہوگی ۔ ہر ایک چیز کی فراہمی کا اہتمام ۔ اور اوس کی نگہداشت کا انتظام کچھ کم تکلیف کی بات ہے ؟ عقلمندی کی بات تو یہ ہے کہ جس چیز کی ہمین خواہش ہو اوس کے بے تردد مل جانے کی تدبیر کیجائے ۔ اور پھر اوس کی حفاظت کی بھی ضرورت نہ پڑے ۔ یہ بات آخرت مین حاصل ہونے والی ہے بشرطیکہ وہان کی درستی کی فکر مدنظر رہے ،،۔

حارث نے لاجواب ہوکر غصہ کا منہ بنایا ۔ عورت خاموش ہوگئی ۔ حارث کیا تھا ملک الموت تھا ۔ ان لڑکون کی جان لینے کو آیا تھا ۔ افسوس ہے کہ تقدیر نے ان کو جیلخانہ سے نکل کر دم لینے کی فرصت نہ دی ۔

حارث کھا پی کر سو گیا ۔ پچھلی رات ابراہیم (چھوٹے لڑکے) نے اپنے باپ مسلم کو خواب مین دیکھا کہ اوس نے دوڑ کر اون کو پکڑ لیا ہے ۔ اور رو رو کر اون سے شکایت کرتا ہے ۔ اتنے دن کہان تھے ۔ مین نے تم کو بہت ڈھونڈھا ۔ اب نہین چھوڑون گا ۔ باپ اوس کو سمجھا رہے کہ نہین نہین اب مین تم کو اکیلا نہین چھوڑتا ۔ چلو مین تم کو تمہارے گھر لیے چلتا ہون ۔ وہ مانتا نہین ۔ باپ کے گلے مین ہاتھ ڈالکر رو رہا ہے ۔

اوس حالت مین آنکھ کھل گئی ۔ دیکھا تو اپنے بڑے بھائی (محمد) کے قدمون پر ہاتھ ہے ۔ خواب کا سماں آنکھون مین پھر رہا تھا بے اختیار چیخ مار کر رو دیا ۔ پھر تو دونون ملکر رونے لگے ۔

ان بچون کو مطلق اس بات کا خیال نہ رہا کہ ہم کس کے گھر مین ہین ۔ اور اس رونے کا انجام کیا ہوگا ۔ ان کے رونے نے غضب کر دیا ۔ اوس ظالم (حارث) کی آنکھ کھل گئی ۔ گھر مین اندھیرا تھا ۔ عورت سے پوچھا ۔ کون روتا ہے ؟ عورت کا ہیبت کے مارے دم فنا ہو گیا تھا ۔ وہ کیا جواب دیتی ؟ آخر خود ہی اوٹھ کر آواز کی طرف گیا ۔ اور پکارا ۔ تم کون ہو ؟ لڑکے چونک پڑے ۔ اور سہم کر دم بخود ہو گئے ۔ گویا جان نکل گئی ۔ اوس نے ٹٹولا تو ابراہیم پر ہاتھ پڑا ۔ پکڑ لیا ۔ اور کہنے لگا " بولو ۔ تم کون ہو ؟ دونون نے ہاتھ جوڑ کر کہا ۔ اگر ہم سچ بولینگے تو کیا تم ہم کو امن دوگے ؟ اوس نے کہا ۔ بیشک مین تم کو امن دیتا ہون ۔ سچ کہو تم کون ہو ؟ انہون نے کہا ۔ کیا تم خدا اور اوس کے رسول محمد بن عبد اللہ کی گواہی سے ہم کو امن دوگے ؟ حارث ۔ ہان ہان ۔ خدا اور اوس کے رسول محمد بن عبد اللہ کی گواہی سے مین نے تم کو امن دیا ہے " ۔

اب اون بچون کو ذرا تسکین ہوئی ۔ کہا " ہم محمد رسول اللہ کے خاندان کے ہین مسلم کے فرزند ہین ۔ جان کے بچانے کو ابن زیاد کی قید سے بھاگ کر نکلے ہین ۔ اب تمہاری عنایت کے امیدوار ہین " ۔

حارث نے خوش ہو کر کہا ۔ واہ ری قسمت ! جنکو مین دن بھر ڈھونڈھتا پھرا وہ تو گھر ہی مین ملے ۔ کیا خوب ! تم موت سے ڈر کر بھاگے تھے ۔

پھر موت ہی کے منہ میں آگئے ۔ میں تمہاری تلاش میں بہت حیران ہوا ۔ میرا گھوڑا بھی دوڑتے دوڑتے شل ہو گیا ۔ مگر شکر ہے کہ تم ہاتھ لگ گئے ۔

اتنا کہا اور گھوڑے کی باگ ڈور سے دونوں کی مشکیں کس ستون سے باندھ کر کھڑا کر دیا ۔

لڑکے تو دنگ ہو کر منہ دیکھتے رہ گئے ۔ مگر اس عورت نے اپنے شوہر کے پاؤں پر سر رکھ دیا ۔ اور کہا ۔ "خدا کے لیے ان کی بیکسی اور یتیمی رحم کرو ۔ ان بچوں پر خود یہ مصیبت کیا کم ہے کہ وطن سے اور خانمان سے آوارہ ہو گئے ۔ ایک باپ تھا وہ بھی قتل ہو گیا ۔ اب ان کا کوئی والی وارث نہ رہا ۔ گھر گھر کے ہو گئے یہ قابل ترحم ہیں ۔ ان پر ظلم نہ کرو ۔ ان کی فریاد سے ڈرو ۔ کہیں خدا کا قہر نہ آجائے ۔ دیکھو ! خدا تعالیٰ اپنے کلام پاک میں کیا فرماتا ہے کہ "فاما الیتیم فلا تقہر" (یتیم پر غصہ نہ کرو) "

حارث نے گھرک کر کہا "بس ۔ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں ۔ صبح تک یہ مظلوم بیچارے وارث لڑکے ویسے ہی بندھے کھڑے رہے ۔ جب دن نکلا تو ان کے لیے قیامت کا دن نکلا ۔ حارث دونوں کا ہاتھ پکڑ کر قتل کرنے کے لیے باہر لے چلا ۔ عورت بھی روتی بلبلاتی ہوئی ساتھ ہو لی ۔ ایک بیکس کمزور عورت سے اس سے زیادہ کیا ہو سکتا تھا ؟ شوہر کو ہزاروں قسمیں دیتی ۔ اور کہتی تھی کہ انکے بدلے میں مجھے مار ڈالو ۔ تمہاری جوانی کا صدقہ ان کو چھوڑ دو ۔ اری لوگو ! یہ معصوم لڑکے بے قصور ہیں ۔ اری یہ پیغمبر کے اہل بیت ہیں ۔ اری اللہ ! کوئی ان کو بچانے والا نہیں ۔ خداوندا ! تو غیب سے ان کی مدد کر ۔ مجھے سب طرح کی

قدرت ہے ۔ نوح کو طوفان سے ۔ ابراہیم کو آتش سوزان سے ۔ یونس کو مچھلی کے پیٹ سے ۔ یوسف کو زندان سے ۔ موسی کو فرعون کے بیداد سے ۔ عیسی کو قوم جلاد سے بچایا ۔ تو کیا ان مظلوموں کو ظالم کے ہاتھ سے نہیں بچا سکتا ہے ۔ تو چاہے تو سب کچھ ہو سکتا ہے ۔ نہیں تو کچھ بھی نہیں ہوتا ۔ آخر لاچار ہو کر بیچ میں آپڑی ۔ اور اون کو چھوڑ اسنے لگی ۔ حارث نے ابتک کچھ نہ کہا ۔ خاموش چلا جا رہا تھا ۔ جب دیکھا کہ یہ بالکل تنگ کر رہی ہے تو ایک ذرا سا چھرکا تلوار کا اوس کو دیدیا ۔ عورت ذات تھی ڈر کر چھوڑ دیا ۔ اور روتی ہوئی پیچھے ہو گئی ۔ حارث نے نہر فرات پر پہونچکر تلوار میان سے کھینچی ۔ ننگی تلوار کے دیکھتے ہی بچون کا لہو سوکھ گیا ۔ تھر تھر کانپنے اور چھوٹے چھوٹے ہاتھ جوڑ کر کہنے لگے ۔ خدا کے لیے ہم کو نہ مارو ۔ بھلا سے بازار میں ہمیں بیچ ڈالو تم نے خدا کی اور پیغمبر کی ضمانت سے ہمیں امن دیا ہے اوسکا خیال کرو ۔ حارث ۔ ایسا نہیں ہو سکتا ۔ میں تمکو قتل کرونگا ۔ اور تمہارے سر ابن زیاد کے پاس لیجاؤنگا اور انعام پاؤنگا ۔ انہوں نے پھر عرض کیا ۔ ہم پیغمبر کے قرابتدار ہیں ۔ پیغمبر کی قرابت کا لحاظ کرو ۔ اونکے نام پر ہمیں آزاد کر دو ۔ ہم امید کرتے ہیں کہ تم وہ بات کبھی پسند نکروگے کہ جس کے باعث اپنے پیغمبر کے کسی قرابتدار کو ایک ایسی حالت میں دیکھو جو بلحاظ اوسکی خاندانی عزت کے بالکل ناقابل برداشت ہو ۔ حارث ۔ تم ہرگز پیغمبر کے قرابتدار نہیں ہو ۔ بچون نے کہا ۔ خیر ہم پیغمبر کے قرابتدار نہ سہی ۔ ہماری کم سنی پر اور ہماری بیکسی پر تو رحم کرو ۔ کیا ہماری موجودہ حالت اس لائق نہیں ہے ؟ کہ ہمارے ساتھ وہ سلوک کیا جائے جسکے ہم مستحق سمجھے جائیں ۔ حارث ۔ تم ہزار عاجزی کرو میں ایک نہیں سنتا ۔

حارث ایسا سنگدل تھا کہ اوسپر ان بچون کی عاجزی کا کچھ بھی اثر نہوا ۔ حالانکہ بچون

ایسا تھا کہ اگر کوئی کافر آہن دل ہوتا تو بھی نرم ہو جاتا ۔ مگر یہ مسلمان ۔ کیا کہوں ؟ کس قسم کا تھا ۔ اوسکی طبیعت کو ذرا جنبش نہوئی ۔ ان لڑکوں نے دیکھا کہ کسی طرح اسکے دل میں رحم نہیں آتا تو بولے سن کر کہا ۔ اچھا ! تمہاری مرضی ۔ قتل کر ڈالو ۔ مگر اتنا تو سنو ۔ ہمکو دو رکعت نماز ادا کرنے کی اجازت دو ۔ ہم خدا کی درگاہ میں التجا کرینگے کہ وہ ہمکو صبر و شکر کی توفیق دے ۔ اوس نے کہا ۔ ایسا کرنے سے کیا ہوتا ہے ؟ اچھا تمہاری طبیعت چاہتی ہے تو کر لو ! میں مسلمان ہوں نماز کو منع نہیں کرتا ۔ دس پانچ منٹ کی دیر ہوگی اور کیا ہوگا ؟ واہ رے مسلمان ! آفرین ہے ! مسلمان ایسے ہی تو ہوتے ہیں ! دونوں لڑکوں نے خدا کو سجدہ کیا ۔ اور ہاتھوں کو آسمان کی طرف اوٹھا کر دعا کی ۔ خداوندا ! تو جانتا ہے ہم نے کچھ گناہ نہیں کیا ہے ۔ ناحق ہم قتل کیے جاتے ہیں ۔ تو اس کا انصاف کرنے والا ہے ۔ حارث تلوار کھینچے کھڑا ہے ۔ اور پوچھتا ہے ۔ کہو ؟ پہلے کس کی باری ہے ۔ اب لڑکوں کو بھی خدا نے صبر دیدیا ۔ دونوں مرنیکو تیار ہو گئے ۔ ایک کہتا ہے ۔ پہلے مجھے مار ڈالو ۔ میں اپنے بھائی کی لاش کو دیکھنا نہیں چاہتا ۔ دوسرا کہتا ہے ۔ نہیں پہلے مجھے مار ڈالو ۔ یہ دیکھ کر کوئی دم نہ لینے دو ۔

عورت سکتے کے عالم میں خاموش کھڑی منہ دیکھ رہی ہے ۔ حارث ہنستا ہے ۔ اور کہتا ہے ۔ کیا نادان لڑکے ہیں ۔ مرنا بھی کوئی اچھی چیز ہے ؟ جو پہلے میں پہلے میں کہتے چلے جا رہے ہیں ۔ ٹھیرو ۔ اس کا فیصلہ میں کرتا ہوں ۔ تم دونوں میں بڑا کون ہے ؟ دو سامنے آئے ۔ پہلے اوس کا حصہ ہے ۔ محمد نے آگے بڑھ کر کہا ۔ میں بڑا ہوں میرا نام محمد ہے ۔ حارث ۔ ٹھیک ہے ۔ آؤ ۔ سر جھکاؤ ۔ محمد نے سر جھکا دیا ۔ ابراہیم دیکھ رہا ہے ۔ حارث نے بہت ہی خاطر جمعی سے جیسے بکری کو ذبح کرتے ہیں

محمد کا گلا کاٹ کر سر جدا کر دیا ۔ اوسکو نام کا بھی کچھ لحاظ نہوا کہ یہ نام کس کا ہے ۔ اور اس نام کی تعظیم مسلمانوں پر کہانتک فرض ہے ۔ ابراہیم بیتاب ہو کر آگے بڑھا اور اپنے بھائی کی پھڑکتی ہوئی لاش پر گر پڑا ۔ اور اوس کا خون لیکر اپنے منہ پر ملا اور کہا ۔ "میں ایسا ہی منہ لیکر پیغمبر کے سامنے جاؤنگا ۔ حارث ۔ اچھا آؤ ! کچھ پروا نہیں ۔ تم ایسا ہی منہ لیکر پیغمبر کے سامنے جاؤ ۔ یہ کہہ کر ابراہیم کا بھی سر کاٹ لیا ۔ اور دونوں کی لاشیں نہر فرات میں ڈالدیں ۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون"

حارث جب اس کام سے فارغ ہوا تو دونوں کے سر توبرے میں ڈال گھوڑے پر سوار ہو ابن زیاد کے پاس گیا اور دونوں سر بطور نذر کے سامنے رکھ کر کھڑا ہو گیا ۔ ابن زیاد نے پوچھا کہ یہ سر کس کے ہیں ؟ حارث ۔ یہ آپکے دشمن مسلم کے فرزندوں کے ہیں جنکے لیے دو ہزار درم انعام کا اشتہار دیا گیا ہے بہت تلاش کرکے میں نے ان کو نکالا ہے ۔ ابن زیاد آگ ہو گیا ۔ اور کہا اے نمکحرام ۔ بدمعاش ! تجھے انکے قتل کرنیکو کسنے کہا تھا ؟ انکو زندہ کیوں نہیں لایا ؟ میں نے تو امیر شام کو انکے زندہ گرفتار ہونیکی اطلاع دی تھی ۔ اب اگر وہ انکو طلب کرے تو کیا جواب دوں ؟ تو مجھے ذلت دینا چاہتا ہے ۔ لے ! اب میں تجھے جہنم میں بھیجتا ہوں ۔ تیرا یہی انعام ہے ۔ یہ کہکر جلاد کو حکم دیا کہ اس ظالم کو بھی اوسی جگہ لیجا کر قتل کرو جہاں اس نے ان لڑکوں کو قتل کیا ہے ۔ اور اس کا سر نیزہ پر چڑھا کر تمام شہر میں پھراو ۔ اور منادی کرو کہ جو شخص خلاف حکم سرکار عمل کرتا ہے اوسکی یہ سزا ہے ۔

جلاد حارث کو پکڑ کر نہر فرات پر اوسی جگہ لے گیا جہاں یہ دونوں لڑکے قتل کیے گئے تھے ۔ اور اوسکو قتل کرکے لاش کو فرات میں ڈالدیا اور سر نیزہ پر چڑھا کر تمام شہر میں تشہیر کیا ۔

افسوس ہے کہ حارث کیسا سنگدل تھا ۔ اوسکے دل میں ذرا بھی رحم ان لڑکوں کی طرف سے

نہ آیا ۔ کم سنی ۔ یتیمی ۔ بیکسی ۔ غریب الوطنی ۔ بے جرمی ۔ عزت خاندانی یہ باتین ایسی ہین کہ اگر ان مین سے ایک بات بھی کسی مین ہو تو رحم کرنے کے لیے کافی ہے ۔ حالانکہ ان لڑکون کو یہ سب باتین نصیب تھین ۔ طرفہ یہ ہے کہ انکے قتل کا حکم بھی تو اوسکو نہین ملا تھا ۔ پھر یہ کیا تھا ؟ اگر انکو ابن زیاد کے پاس زندہ لیجاتا تو اس کا کیا نقصان ہوتا تھا ؟ انعام کی جو طمع تھی اوس مین کیا کمی ہوتی تھی ؟ بات یہ ہے کہ حارث مین نہ ایمان کی بو تھی ۔ نہ انسانیت کی خو تھی ۔ اور ایک اسی پر کیا موقوف ہے ۔ اوسوقت تو سب کے سب جتنے گورنمنٹ شام کے نمک پروردہ تھے وہ خدا کو اور رسول کو بھولے ہوئے تھے جب ہی تو اونکے ہاتھون سے ایسے کام ہوئے ہین کہ جو سنتا ہے کانپ جاتا ہے اور لاحول پڑھتا ہے ۔ خدا اپنا فضل کرے ۔

ساتوان پان

آنکھین بچھی ہین راستہ مین نشانیین کی
آتی ہے کربلا مین سواری حسین کی

اب وہ وقت آگیا کہ ہم اپنے معزز ناظرین کو حضرت امام حسین کی پیشوائی کے لیے میدان کربلا مین لیجا کر کھڑا کر دین ۔ اگرچہ موسم گرمی کا ہے ۔ آفتاب کی تیزی حد سے گزر گئی ہے ۔ تھرمامیٹر (مقیاس الحرارت) اپنے پورے ایک سو پینتیس درجہ پر ہے ۔ دھوپ کیا ہے گویا آگ برس رہی ہے ۔ زمین مثل تنور جل رہی ہے ۔ سایہ کا کہین نام نہین ۔ درختون کا کہین پتا نہین ۔ ایک سنسان کف دست بیابان ہے ۔ مگر کیا کیا جائے ۔ موقع ہی ایسا آن پڑا ہے ۔ ناظرین کو ذرا صبر کرنا چاہیے ۔ اس سختی کی برداشت آیندہ آپ کو فائدہ دیگی ۔

دیکھو تو ! حضرت کی سواری آرہی ہے ۔ ایک نورانی جماعت بہشت مین رہنے کے لائق ساتھ ہے ۔ آپ کو خبر ہے ؟ کہ ایسے سخت مقام پر حضرت

وضع کے گل اندام نوجوانون کو اور خضر کے جیسے مقدس بزرگون کو ساتھ لیے چلے
کیون تشریف لاتے ہین ۔ یہ آپ ہی کی محبت کی کشش ہے کہ اون کو یہان
کھینچ لائی ہے ۔ نہین تو اون کو یہان آنے سے کیا مطلب تھا ۔ اب یہان
سے بھوکے پیاسے صرف اپنی جان سے چلے جائینگے ۔ اور یہ کل کائنات اپنے
سراپا مجروح جسم کے ساتھ یہان چھوڑ دینگے ۔ کیا آپ سے اتنا بھی نہو سکیگا
کہ اون کے نام پر فاتحہ اور درود پڑھین ؟ پھر یہ قدم کہان میسر آنے والی ہین ۔
یہ اون کا آخری سفر ہے ۔ اب یہان سے اون کا مقام جنت مین ہوگا ۔
ہم وہان کیسے جا سکتے ہین ۔ شاید حشر کے روز پھر ایسا موقع ہاتھ آئے کہ آپ
اور ہم سب کے سب حضرت کی خدمت مین دست بستہ کھڑے ہون ۔

لیجیے ! وہ گرد کاروان نمودار ہوئی ۔ وہ پیش خیمے آگئے ۔ جناب !
نہر فرات سامنے بہہ رہی ہے ۔ چلیے ! ذرا ہاتھ مونہ تو دھو لین ۔ گرمی
سے تسکین ہو جائے گی ۔ اور وضو بھی کر لیجیے ۔ حضرت کے قدمبوس
ہونا ہے ۔ یہ قرآن ناطق ہین ۔ ان کے قدمون کو بے وضو ہاتھ نہ لگانا
چاہیے ۔ اللہ جلشانہ فرماتا ہے کہ "لا یمسہ الا المطہرون" "نہین چھوتے
اوس کو مگر پاک لوگ" ۔

نہر سے ذرا فاصلہ پر جانب مغرب خیمے استادہ ہونے لگے ہین ۔ دیکھو ! وہ حرم سرا
قائم ہوئی ۔ عصمت کے سراپردے بھی اطراف لگا دیے گئے ۔ اس مین
اہل بیت رسول اللہ کی حرمین اوترینگی ۔ اب تو فرشتہ بھی وہان نہین جا سکتا
کچھ کام کاج پڑیگا تو شاید حورین آتی جاتی رہینگی ۔ اب یہان سے ہٹو ۔

مقام ادب ہے ۔ اور دیکھو تو! حرم سرا کے بائین پہلو پر اور بھی خیمے نصب ہو رہے ہین ۔ یہ دربار کے خیمے ہین ۔ ان مین پانچون وقت اذان اور نماز ہوگی ۔ اور حضرت کے اصحاب رہینگے ۔

این ! یہ شمالی مشرقی کونے سے سوار کیسے آرہے ہین ؟ ادہر تو کوفہ کا راستہ ہے ۔ سوار بہت ہین ۔ ایک ہزار سے کم نہونگے ۔ ہان ۔ خوب یاد آیا ۔ شاید کوفہ کے لوگ حضرت کے استقبال کو آتے ہونگے ۔ کوفہ یہان سے نزدیک ہے ۔ کوئی تیس چالیس میل ہوگا ۔ سوار تو بہت نزدیک آگئے ۔ ہم کو ایک طرف ہو جانا چاہیے ۔ بس اب گڑبڑ ہوگی یہان سے نکلو اور آگے بڑہو ۔

مسلم کا خط اون کی شہادت کے سات روز پیشتر حضرت امام حسین کو پہونچ چکا تہا ۔ جس مین کوفیون کی کمال عقیدت اور ارادت مندرج تہی ۔ اور ایک جماعت کثیر کے بیعت کرنیکا بہی ذکر تہا ۔ اس پر حضرت نے کوفہ جانیکا مصمم ارادہ کیا ۔ جبکہ سامان سفر درست ہونے لگا تو اوس وقت بہی عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر اور جابر اور ابوسعید خدری اور ابوواقد لیثی اور بہت سے اصحاب جلیل القدر آپ کی روانگی کے مانع ہوئے اور کہا کہ آپ کوفیون کے قول وفعل پر اعتماد نہ کیجیے ۔ اور یہ خانہ خدا ہے ۔ یہان سے تشریف نہ لیجائیے ۔ ہم کو آپ کی جان کا بڑا خوف ہے ۔ خدا جانے کیا معاملہ پیش آئے اور کیسی افتاد پڑے ۔ کیا آپ کو معلوم نہین ؟ کہ ان کوفیون نے آپ کے والد کے ساتہہ اور آپ کے بہائی کے ساتہہ کیا سلوک کیا ہے ۔ اور

کیا آپ کو یاد نہین ؟ کہ آپ کے بھائی امام حسن نے اپنے انتقال کے وقت آپکو وصیت کی تھی کہ "کوفہ کے کمینہ لوگون کا اعتماد نکرو ۔ اور اون کے قول قرار پر نہ بھولو ۔ وہ لوگ تم کو فریب دیکر گھر سے نکالینگے ۔ اور دشمنون کے حوالے کر دینگے "

جب ان لوگون کا اصرار حد سے تجاوز کر گیا اور آثار رنج و ملال کے ظاہر ہونے لگے تو حضرت نے اون سے فرمایا کہ "ای حضرات ! مین نے اپنے باپ سے اور اونہون نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ۔ ایک بکری حرم کعبہ مین ذبح کیجائیگی اور اس کا ذبح ہونا موجب ہتک کعبہ کا ہوگا ۔ ٭ اس واسطے مین پسند نہین کرتا کہ وہ بکری مین بنون " ۔ سبحان اللہ ! خانہ کعبہ کا حفظ مراتب حضرت نے یہان تک پیش نظر رکھا کہ اپنا قتل ہونا ایک ایسے بیابان مین جہان کوئی پرسان حال نہو منظور فرمایا ۔ لیکن خانہ کعبہ کی بے حرمتی پسند نکی ۔

سچ ہے ۔ جو لوگ خدا پرست ہوتے ہین اونہین کو خدا کی عظمت کی قدر ہوتی ہے ۔ دنیا پرستون کو نہ خدا یاد ہے نہ اوس کی عظمت کا خیال ہے ۔

چونکہ اون دنون مکہ مین حکومت کے عزل و نصب سے عام بدنظمی پھیلی ہوئی تھی

٭ اس حدیث کے مصداق عبداللہ بن زبیر ہوئے ۔ بعد شہادت امام حسین کے گورنمنٹ شام کی جانب سے حجاج بن یوسف نے مکہ معظمہ پر چڑھائی کی ۔ اور منجنیق لگا کر خانہ کعبہ کو گرا دیا ۔ اور عبداللہ بن زبیر کو حرم کعبہ کے اندر شہید کیا ۔ یہ بزرگوار جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پھوپی زاد بھائی کے فرزند تھے ۔ منہ ۔

اور خاص کر حضرت کے لیے تو بہت کچھ بے اطمینانی کی صورت نظر آرہی تھی ۔ یہانتک کہ ایک دن کا قیام بھی دشوار ہوگیا تھا ۔ اور اب بلحاظ کوفیون کے حسن ارادت کے اظہار کے کوفہ ایک مقام امن معلوم ہوتا تھا لہذا ایام حج تک بھی ٹھیرنا مناسب نہ جانکر ذیحجہ کی آٹھوین تاریخ ارکان حج ادا کرکے کوفہ کی طرف کوچ فرمایا ۔

حضرات ناظرین ! یہی وقت ہے حضرت کے لیے "انا للہ وانا الیہ راجعون" کہنے کا ۔ کیا آپ لوگ امید کرسکتے ہین ؟ کہ حضرت اس سفر کے بعد مع الخیر والعافیۃ اپنے وطن کو واپس آئینگے ۔ اور پھر آپ کو اون کے قدم دیکھنے نصیب ہونگے ؟

ای عراق ! اگر تجھ مین کچھ بھی غیرت اسلام ہے تو عرق ندامت مین غرق ہو ۔ افسوس ہے کہ تو نے ہمارے ہاتھ سے ایسے انمول جواہر کو چھین لیا ۔ اور اوس کی کچھ قدر نہ کی ۔ استغفر اللہ ! قدر کیسی ۔ اوس نے تو توڑ پھوڑ کر مٹی مین ملا دیا ۔

جب حضرت چلے ہین تو بہت سے لوگ ساتھ ہوگئے ۔ وہ سمجھے تھے کہ حضرت کے ساتھ کوفہ مین چین کرینگے ۔ لیکن یہ خبر ہی نہین تھی کہ کوفہ کو پہونچنا آسان نہین ہے ۔

اس مابین مین حضرت کی روانگی کی خبر سن کر مدینہ سے چند لوگ خاندان عبد المطلب کے حضرت کی ہمراہی کی غرض سے آئے تو اون کے ساتھ محمد بن حنیفہ بھی جو حضرت کے علاتی بھائی تھے تشریف لائے ۔ اور بہت سی دل سوزی کی باتین کرکے ہجرت سے معذرت چاہی ۔ حضرت نے اون سے فرمایا کہ اگر تم نہین آتے ہو تو اپنے

فرزندون کو میرے ساتھ کردو ۔ اونہون نے عرض کیا کہ آپ کا یہ سفر بہت خوفناک ہے ۔ مین خیال کرتا ہون کہ اس سفر مین آپ کی جان کی خیر نہین ہے ۔ ایسی صورت مین مین مناسب نہین سمجھتا کہ آپ کے ساتھ ان کی بہی جان مفت مین جائے ۔

حضرت کو اس بات سے رنج ہوا اور فرمایا کہ اگر میرے ساتھ آنے مین تمہارے فرزندون کا نقصان ہے تو کچہ مضائقہ نہین جانے دو ۔

محمد بن حنیفہ نے کہا میرے فرزند کچہ آپ سے زیادہ مجھے عزیز نہین ہین ۔ مگر مجھے خود آپ کا جانا بہی تو پسند نہین ہے ۔ اس کا کیا علاج ہے ۔

آخر الامر حضرت سب سے مل ملا کر اپنے ہمراہیون سمیت روانہ ہوئے ۔ تہوڑی دور گئے تہے کہ عمر بن عاص نائب مدینہ کی طرف سے اوس کا بہائی یحیے سپاہیون کو لیکر حضرت کے روکنے کے لیے آیا ۔ حضرت نے فرمایا ۔ تم کو میرے مزاحم ہونے کا کوئی سبب نہین ۔ واپس چلے جاو ۔ اوس نے نہ مانا ۔ حضرت کے ہمراہی والون نے بہی بہت کچہ اوس کو سمجہایا ۔ آخر ہتیار چلنے کی نوبت پہونچی ۔ یہ حال دریافت کرکے عمر بن عاص نے اپنے جوانون کو واپس بلا لیا ۔ اور عبید اللہ بن زیاد حاکم کوفہ کو لکہہ بہیجا کہ حسین تمہاری طرف آنے کا قصد کرکے نکلے ہین ۔ میرے روکنے سے رکے نہین ۔ تم ہوشیار رہو ۔ اون کی طبیعت مین غرور بہت ہے ۔ کسی کو کچہ سمجہتے نہین ۔ اون کا برتاو ایسا ہے جیسا کسی آقا کا اپنے غلامون کے ساتھ ہوتا ہے ۔

جب حضرت مقام (تنعیم) پر پہونچے تو وہان ایک قافلہ ملا جو مین بہیجا امیر شام کے ہان

کچھ سامان پہونچا کر واپس جاتا تھا ۔ حضرت نے اوس قافلہ کے اونٹ کرایہ پر لیے آگے بڑھ کر مقام (صفاح) پر فرزدق شاعر ملا ۔ وہ عراق سے آتا تھا اوس نے سامنے آکر سلام کیا اور دعا دینے لگا ۔ آپ نے پوچھا ۔ کیون فرزدق عراق کے لوگون کی کیا کیفیت ہے ۔ اوس نے عرض کیا ۔ یا ابن رسول اللہ ! خیریت ہے ۔ وہان کے لوگون کے دل آپ کی طرف ہین مگر اون کی تلوار بنی امیہ کے ہاتھ مین ہے ۔ معلوم نہین قضائے آسمانی کیا ہے ؟ آپ نے فرمایا ۔ سچ ہے ۔ خدا کا حکم نافذ ہے جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے ۔ جو چاہیگا وہ کرے گا ۔ اگر اوس کی مشیت ہماری خواہش کے موافق ہے تو مقام شکر ہے ۔ اور اگر ہماری خواہش کے خلاف ہے تو محل شکایت نہین ہمکو ہر حال مین شکر گزار رہنا چاہیے ۔

فرزدق رخصت ہوا اور حضرت آگے بڑھ کر مقام (ذات العرق) پر پہونچے تو حضرت کے دونون بھانجے عون اور محمد آئے ۔ اون کے ساتھ اون کے والد عبداللہ ابن جعفر طیار کا خط تھا ۔ جس مین لکھا تھا کہ وہ آپ کی روانگی مین بہت جلدی ہوئی ۔ اگر چندے توقف ہوتا تو اچھا تھا ۔ اب بھی اگر ممکن ہو تو مراجعت فرمائیے ۔ قسم ہے اوس وحدہ لاشریک کی ! اگر خدا نخواستہ کچھ ہوگیا تو بس کیا کہون ۔ اسلام کی رونق جاتی رہیگی ۔ آپ تمام مسلمانون کے ملجا و ماوا ہین ۔ آپ ہمارے پیغمبر کے جانشین ہین ۔ مین امید کرتا ہون کہ آپ میرے معروضہ کو قبول فرمائینگے ۔ اور واپس تشریف لائینگے ۔ مین بھی بہت جلد آپ کی خدمت مین حاضر ہوتا ہون "

حضرت نے اوس کے جواب مین لکھا ۔ "تم کو معلوم نہین مین نے خواب مین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے ۔ اونھون نے مجھے ارشاد فرمایا ہے اوس کی بجا آوری کے لیے مجھے کوفہ جانا ضرور ہے ۔ اب مین واپس نہین آسکتا ۔ اور اوس کی کیفیت بھی بیان نہین کرسکتا"۔

وہان سے کوچ کرکے مقام (بطن الرمہ) پر پہونچے تو آپ نے ایک خط اہل کوفہ کے نام لکھ کر قیس ابن مسہر کے ہاتھ روانہ فرمایا ۔ اوس مین یہ لکھا تھا کہ "برادر عزیز القدر مسلم کے خط سے معلوم ہوا کہ تم کو میرے آنیکی بڑی آرزو ہے ۔ اور تم کو میرے ساتھ دلی محبت ہے ۔ خدا تم کو اس کا اجر دے ۔ اور جو کچھ میرے لیے تمہاری کوشش ہے اوس کو ضائع نکرے ۔ مین ذیحجہ کی آٹھوین تاریخ منگل کے روز نکلا ہون ۔ انشاء اللہ تعالی اس خط کے پیچھے ہی وہان پہونچتا ہون ۔ میرے قاصد کو بہت آرام سے رکھو ۔ والسلام ۔"

اس اثنا مین امیر شام کی جانب سے حاکم کوفہ کے نام ایک تاکید پہونچی کہ "خبر جاسوسنا گیا ہے کہ حسین کوفہ کا ارادہ کرکے مکہ سے نکلے ہین ۔ چونکہ تمہارے لیے یہ ایک مصیبت کا سامنا ہے جس کا دفع کرنا خود تمہاری ہمت پر منحصر ہے ۔ لہذا فوراً اون کو گرفتار کرکے ہماری بیعت لے لو ۔ اگر وہ انکار کرین تو تم کو اختیار ہے جیسا مناسب معلوم ہو بندوبست کرکے ہم کو اطلاع دو"۔

حاکم کوفہ ابن زیاد نے ہوشیاری کو کام فرما کر حضرت کا راستہ روکنے کے لیے چار ہزار سوار زیر کمان حصین بن نمیر کے قادسیہ مین اوتار دیئے ۔ جس سے کوفہ کو آنے جانے کے تمام رستے بند ہوگئے ۔ حضرت کو اس کارروائی کی

اب تک خبر نہین ۔ وہان سے کوچ کرکے مقام (حاجز) پر پہونچے تو نہر فرات کے کنارے عبداللہ بن مطیع ملے ۔ اونہون نے حضرت کو دیکھتے ہی دوڑتے ہوئے آکر سلام کیا اور پوچھا ۔ یا ابن رسول اللہ ! میرے مان باپ آپ پر سے قربان ۔ کہان کا قصد ہے ؟ آپ نے فرمایا کوفیون کی طلب اور تقاضا مجھے لے چلا ہے ۔ عبداللہ بن مطیع نے عرض کیا ۔ مین نے پیشتر ہی آپ سے عرض کیا تھا کہ آپ وہان نہ جائیے ۔ اسلام کی عزت آپ ہی سے ہے ۔ بنی امیہ آپ کے دشمن ہین ۔ اون کی تلوار کے منہ پر آپ چلے ہین ۔ خدا کے لیے ادھر کا ارادہ نفرمائیے ۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا ۔ اب تو مین جاتا ہون خدا کی مرضی پر رکھو ۔ وہ جو چاہیگا وہ ہوگا ۔

وہان سے آگے بڑھکر مقام (زرود) پر پہونچے تو وہان کچھ خیمے استادہ نظر آئے ۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ زہیر بن القین اوترے ہین ۔ حج سے فارغ ہوکر کوفہ کو چلے ہین ۔ حضرت نے اون کو بلایا ۔ جب اون کی نظر حضرت پر پڑی تو نور ایمان چمک اوٹھا ۔ اوسی وقت اپنا خیمہ اوکھاڑ کر حضرت کے خیمے کے پاس کھڑا کرادیا ۔ اور اپنی بی بی سے کہا کہ اب تم اپنے میکے مین چلی جاو ۔ مین حضرت کے ساتھ رہتا ہون ۔ اور اپنے ساتھ والون سے کہا کہ جس کو شہادت کی آرزو ہو وہ میرے ساتھ رہے اور جس کو اپنے وطن جانا ہو چلا جائے سب لوگ کوفہ کو چلے گئے ۔ زہیر بن القین حضرت کے ساتھ ہوگئے ۔ واہ ری تقدیر ! خوش قسمتی اس کو کہتے ہین ۔ موسی علیہ السلام کو پیغمبری ایسی ہی ملی تھی ۔ خدا کی شان ہے !

اسی مقام پر عبداللہ بن سلیم اسدی اور مزری مشمعل اسدی حج کے لیئے گئے تھے اور حج سے فارغ ہونے کے بعد حضرت سے ملنے کے لیے جلدی سے آرہے تھے حضرت کی ملاقات سے مشرف ہوئے ۔ اونہون نے بیان کیا کہ ابھی راستہ مین ایک شخص قبیلہ بنی اسد کا ملا تھا اوس نے کہا کہ مین کوفہ مین تھا بچشم خود دیکھا کہ مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ دونون کو قتل کرکے اور اون کے پانون پکڑ کر بازار مین کھینچ رہے تھے ۔

حضرت اس واقعہ سنکر دو انا للہ وانا الیہ راجعون ،، مکرر زبان پر لائے ۔ اونہون نے عرض کیا کہ یا ابن رسول اللہ ! خدا کے لیے نہ صرف اپنی ذات پر بلکہ اپنے اہل بیت پر رحم فرمائیے ۔ ایسے موقع پر کوفہ کا قصد موقوف کرکے اپنے وطن کو تشریف لے چلیئے ۔ حضرت نے فرمایا ۔ اگر مسلم ماری گئے تو ہمارے جینے مین کیا لطف ہے ۔

مسلم کے بھائی عبداللہ ۔ عبدالرحمن اور جعفر کو اپنے بھائی کے قتل ہونے کا بڑا رنج ہوا ۔ اونہون نے جوش محبت مین فوراً قسم کھالی کہ ہم تو ضرور کوفہ کو جائینگے ۔ اور اپنے بھائی کا بدلا لینگے ۔ اگر ہم ایسا نکرینگے تو ہاشمی خاندان کے نہون گے ۔

وہان سے آگے بڑھے ۔ مقام (عقیق) پر ایک شخص قبیلہ بنی عکرمہ کا ملا ۔ اوس نے خبر دی کہ ابن زیاد نے آپ کے روکنے کے لیے بڑا بھاری لشکر بھیجا ہے اور قادسیہ سے عذیب تک تمام راستون پر پہرہ بندی کیگئی ہے ۔

وہان سے آگے بڑھے ۔ مقام (زبالہ) پر عمر بن سعد کا قاصد خط لیکر

حضرت کی خدمت مین حاضر ہوا ۔ اوس مین لکھا تھا کہ کوفیون نے اپنی عادت کے موافق بیوفائی کا برتاو کیا ۔ مسلم کو تنہا چھوڑ دیا ۔ اون پر جو کچھ گزرنی تھی گزری ۔ اور اون کے ساتھ ہانی بن عروہ بھی تہ تیغ ہوا ۔

اوسی قاصد کی زبانی یہ بھی معلوم ہوا کہ قیس بن مسہر (حضرت کا قاصد) قادسیہ کی فوج کے ہاتھ مین پڑ کر کوفہ کو بھیجا گیا ۔ اور وہان ابن زیاد کے حکم سے قتل کیا گیا ۔

اب حضرت کو کوفیون کی بیوفائی کا پورا یقین ہوا ۔ اور مسلم کے شہید ہونے پر نہایت افسوس کیا ۔

اس مقام پر حضرت نے اپنے تمام ہمراہیون کو جمع کرکے منبر پر تشریف لیجاکر بعد حمد و صلوۃ کے فرمایا کہ "ای یاران وطن ! ای محبان پیچین ! تم لوگون نے اب تک میری رفاقت دی ۔ اور میرے ساتھ اس سفر مین بہت کچھ تکلیف گوارا کی ۔ میری خواہش تھی کہ تم لوگ میرے ساتھ رہ کر آرام پاتے ۔ لیکن مشیت الہی کچھ اور ہے جس مین کسی کو دخل نہین ۔ اب اس سفر کے آثار اچھے نظر نہین آتے ۔ تم نے سنا کہ میرا بھائی مسلم کوفہ مین قتل کیا گیا ۔ کسی نے اونکی مدد نہ کی ۔ معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ آج کل ہم سے منحرف ہوگیا ہے ۔ ایسی صورت مین مین ہرگز نہین چاہتا کہ میرے ساتھ تم لوگ بھی مصیبت مین گرفتار ہون ۔ بہتر ہوگا کہ تم اپنے وطن کو واپس چلے جاو ۔ مین نے تم کو اپنے حلقہ اطاعت سے آزاد کر دیا ہے ۔ اور دل سے تم کو اجازت دی ہے ۔ تم کو کبھی اس بات کا خیال نکرنا چاہیے کہ میری رفاقت کے ترک کرنے سے کسی قسم کا

معاوضہ آخرت میں ہوگا ۔ جب میں تم کو اپنی خوشی سے رخصت کرتا ہوں تو یقین مانو کہ تم جہاں ہوگے میرے ہی پاس ہو ۔ تم کو آئندہ بھی وہی امید رکھنی چاہیے جو میرے ساتھ رہنے میں ہے ۔ اب میں رخصت ہوتا ہوں ۔ تمہارا خدا حافظ ہے ۔ "

اس تقریر سے حاضرین کے دل پر بڑا صدمہ پہونچا ۔ ہمراہیوں کے دل متردد ہوگئے ۔ جو لوگ دنیاوی فائدہ کی غرض سے آئے تھے وہ تو خاموش رہے ۔ مگر جو لوگ محض خالصۃً للہ حضرت کی محبت کے سبب سے آئے تھے اون کی محبت نے اوس وقت اسقدر جوش مارا کہ بے اختیار چلا اوٹھے ۔ اور حضرت کے قدموں پر گر کر رونے لگے ۔ یہی کہتے جاتے تھے کہ ہم آپ کو چھوڑ کر کہاں جائیں ۔ ہم کو دونوں جہان میں آپ کے قدموں کے سوائے کہیں ٹھکانا نظر نہیں آتا ۔ جو کچھ مصیبت آنے والی ہے وہ پہلے ہم پر آئے ۔ ہم کو بہت خوشی ہے کہ ہم آپ کے قدموں پر تصدق ہو جائیں ۔ ہماری سعادت اسی میں ہے کہ ہم آپ کی ہر حالت میں شریک رہیں ۔ یہاں تک کہ آپکی رکاب تھامے ہوئے قیامت کے میدان میں آپ کے نانا کے سامنے دوڑتے جائیں اور آپ کی جنت میں رہنے کی عزت پائیں ۔ اب ہم کو اس سے زیادہ عرض کرنیکی ہمت نہیں ہے ۔ للہ ! ہم کو اپنے پاس سے دور نہ فرمائیے ۔ ہم غریب لوگ ہیں ۔ ہمارے پاس بجز ایک ناچیز جان کے اور کچھ نہیں ہے ۔ ہم اسی کو بطور ایک حقیر تحفہ کے آپ کی نذر کرتے ہیں ۔ ہم کو امید ہے کہ آپ قبول فرمائینگے ۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ ناچیز تحفہ آپ کے کسی کام کا نہیں ہے ۔

مگر کیا کریں ۔ مجبور ہیں ۔ اگر اس سے بہتر کوئی اور چیز ہمارے پاس ہوتی تو ہم اوس کو بھی خوشی سے آپ کی نذر کر دیتے ۔ ،،

یہ باتیں کچھ ایسے جلے ہوئے دل سے جگر کو چیر کر نکلی تھیں کہ جنکے ساتھ وہ جوان گرما گرم آنسوؤں کا تار بندھ گیا ۔ حضرت کو بھی اونکی محبت کا یقین ہوگیا ۔ اور ساتھ ہی اوسکے ایسے راسخ الاعتقاد جان نثاروں کا اپنے ساتھ گرفتار بلا ہونا آنکھوں میں پھر گیا ۔

عادت کی بات ہے کہ جب کسی دوست کی تکلیف یاد آجاتی ہے تو دل قابو میں نہیں رہ سکتا ۔ بے اختیار آپ کے بھی آنسو ٹپک پڑے ۔

کتنی بڑی خوش قسمتی اون لوگوں کی ہے جنکی محبت حضرت امام حسین کے دل میں جگہ پائے ۔ اور اوس کے صلہ میں اون کو خدا کی خوشنودی کا تحفہ ملے ۔

صبح کو واپس جانے والے تو رخصت ہو کر چلے گئے ۔ اور ساتھ چلنے والے آگے بڑھکر حضرت کی رکاب تھامے ہوئے ساتھ ہو لیے ۔ اور چلتے چلتے مقام (بطن عقبہ) پر پہونچکر اوتر پڑے ۔

صبح کو وہاں سے پھر آگے بڑھے ۔ تھوڑی دور گئے تھے کہ سامنے کچھ سوار آتے ہوئے نظر پڑے ۔ حضرت کے ساتھ والوں کو خیال ہوا کہ شاید یہ لوگ کوفہ سے ہماری پیشوائی کے لیے آئے ہونگے ۔ کیونکہ کوفہ یہاں سے نزدیک ہے ۔ اور قادسیہ تو صرف تین میل رہگیا ہے ۔ وہ سوار آتے آتے سامنے پرا باندھکر کھڑے ہو گئے ۔ اندازاً معلوم ہوتا تھا کہ ایکہزار سے کم نہونگے ۔

جب حضرت کی سواری نزدیک آئی تو آپ نے سواری کو روک کر فرمایا ۔

دریافت کرو یہ کون لوگ ہین کہان جاتے ہین؟

حضرت کے حکم پر ایک شخص نے آگے بڑھکر پوچھا کہ یہ فوج کہان جاتی ہے اور اس کا افسر کون ہے۔ اون سوارون مین سے ایک شخص سامنے آیا اور کہا۔ مین ہون اس فوج کا افسر۔ اور میرا نام "حُر" ہے۔ یہ فوج حسین ابن علی کے روکنے کے لیے کوفہ سے آئی ہے۔

اتنا کہہ کر وہ حضرت کے نزدیک آیا اور آداب بجالایا۔ حضرت نے پوچھا۔ ای حُر تو یہان کیون آیا ہے اور یہ سوار کہان جاتے ہین۔ حُر نے عرض کیا۔ یا ابن رسول اللہ! حاکم کوفہ عبیداللہ ابن زیاد نے آپ کی تشریف آوری کی خبر سنکر ایک ہزار سوار میرے ساتھ دیکر بھیجا ہے۔ اور حکم دیا ہے کہ آپ کو ان سوارون کی حراست مین کوفہ پہونچاون۔ اب مین آپ کے ساتھ کوفہ تک رہونگا اور آپ کو ابن زیاد کے پاس چلنا ہوگا

حضرت یہ بات سنکر خاموش رہے۔ اوس وقت دن ڈھل گیا تھا۔ آفتاب کو دیکھ کر آپ نے فرمایا۔ اچھا۔ اب نماز کا وقت آگیا ہے اوتر پڑو۔ ہم بھی اوترتے ہین۔ پھر دیکھ لیا جائیگا۔

حضرت کے حکم پر سب لوگ اوتر پڑے اور نماز ظہر کی تیاری کرنے لگے۔ حُر بھی اپنے لوگون سمیت آکر حضرت کی جماعت مین شریک ہوگیا۔ نماز سے فارغ ہوکر حضرت نے حُر سے فرمایا کہ "میرا اس طرف آنا صرف تمہین لوگون کے اصرار سے ہوا ہے۔ اہل کوفہ کے مراسلات نے مجھے اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور کیا ہے۔ اب اگر تم لوگ میرا آنا پسند نہین کرتے ہو تو مجھے کوفہ سے کیا کام ہے۔

یہین سے واپس ہو جاؤن گا ۔ مین نے اسقدر تکلیف جو اس بیلے موسم کے سفر مین اوٹھائی ہے وہ محض تمہین لوگون کی خاطر سے اوٹھائی ہے ۔ مین کسی پر بار خاطر ہونا نہین چاہتا ۔ میرے روکنے کو اتنی فوج کی کیا ضرورت ہے ۔ صرف ایک حرف واپسی میرے لیے کافی ہے ۔"

"حر" ۔ "مجھے خبر نہین کہ آپ کو کوفہ والون نے بلایا تھا یا آپ اپنی خوشی سے اون کے پاس جاتے ہین ۔ جو خطوط اہل کوفہ نے آپ کو لکھے ہین وہ شاید میرے غائبانہ لکھے ہونگے ۔ مین چند روز سے کوفہ مین نہ تھا ۔ مین نہین جانتا کہ اون لوگون نے آپ سے کیا اقرار کیا ہے اور کس واسطے کیا ہے ۔ بالفعل مین تو ابن زیاد کے حکم سے آپ کو لیجانے کو آیا ہون ۔ اگر آپ میرے ساتھ کوفہ کو چلین تو بہتر ہے والا مین خود آپ کے ساتھ ہو جاتا ہون اور ابن زیاد کو اطلاع کر دیتا ہون ۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اب مین آپ کو نہین چھوڑ سکتا ۔"

حضرت نے فرمایا ۔ "مجھے تمہارے ساتھ کوفہ جانے کی کوئی ضرورت نہین ہے ۔ اب نہ مین کوفہ کو جاؤن گا نہ اپنے وطن کو جاؤن گا ۔ جہان خدا لیجائے گا وہان جاؤن گا ۔"

اس گفتگو مین عصر کا وقت آگیا ۔ آپ نے نماز عصر پڑھکر کوچ کا حکم دیا ۔ حر بھی اپنی فوج لیکر ساتھ ہو گیا ۔ جبکہ مقام (عذیب) پر پہونچے تو وہان چار سوار ملے ۔ ان کے ساتھ نافع ابن بلال بھی تھے ۔ حضرت نے پوچھا کیون نافع کوفیون کا کیا حال ہے ۔ اونھون نے عرض کیا ۔ یا ابن رسول اللہ!

تا سو لوگ تو آپ کے مخالف ہیں کیونکہ اون کو خاطر خواہ رشوت دی گئی ہے کہ وہ امیر شام کے طرفدار بنے رہیں ۔ باقی لوگوں کا کچھ ٹھیک نہیں ۔ اور کیا عجب ہے کہ وقت پر وہ بھی ادھر ہی ہو جائیں ۔

آپ نے پوچھا ۔ ہمارے قاصد قیس بن مسہر کی بھی کچھ خبر ہے ؟ نافع ۔ حصین ابن نمیر نے اون کو پکڑ کر ابن زیاد کے پاس بھیجدیا ۔ اوس نے مکان کی چھت پر سے گرا کر مار ڈالا اور اون کا سر اوتار لیا ۔ یہ خبر سنکر حضرت آبدیدہ ہوئے اور یہ آیت پڑھی کہ "ومنہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر" کسی نے اپنا عہد وفا کر دیا اور کوئی وفا کرنے کا منتظر ہے ۔ پچھلی شب حضرت نے خواب دیکھا کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار ہے اور کہتا ہے کہ تم بہت جلد چلے جا رہے ہو اور موت تمہارے پیچھے ہے ۔ جب آنکھ کھلی تو آپ نے کہا "انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ والحمد للہ رب العالمین"

صبح کو زبان سے آگے بڑھے اور مقام زینویہ پر اوترے ۔ اس مقام پر ایک سانڈنی سوار کوفہ سے حُر کے پاس آیا اور ابن زیاد کا خط دیا ۔ اوس میں لکھا تھا کہ حسین کو ایسے مقام پر اوتارو کہ جہاں آبادی نہو ۔ عنقریب اور فوج بھی آتی ہے ۔

حُر نے اس خط کو حضرت کے ملاحظہ میں گزرانا اور کہا ۔ اب یہاں سے آگے بڑھنا نہ چاہیے ۔ حضرت کے اصحاب کو اس بات کی تاب نہ آئی ۔ عرض کیا کہ اب ان لوگوں کی شرارت حد سے بڑھ گئی ہے ۔ حکم دیجئے کہ ہم ان کو مار کر اپنا راستہ صاف کر لیں ۔ آپ نے فرمایا ۔ میں اپنی طرف سے جنگ کی ابتدا ہونی نہیں چاہتا ہوں ۔

صبح کو کوچ کی تیاری تو آپ نے عمر سے فرمایا "تھوڑی دور ہمارے ساتھ اور چلو۔ آگے بڑھ کر اوتر جائینگے"۔

اندازاً ایک میل آگے بڑھے ہونگے کہ یکایک حضرت کی سواری کا ناقہ کھڑا ہو گیا۔ آگے بڑھانا چاہتے ہیں مگر نہیں بڑھتا۔ حضرت نے پوچھا۔ اس جنگل کا کیا نام ہے؟ لوگوں نے عرض کیا۔ یا ابن رسول اللہ! اس جنگل کو "ماریہ" اور نیز "کربلا" کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ بس یہاں مقام کیا جائے۔ ہمراہیوں نے دیکھا کہ ایک کف دست میدان ہے نہ کہیں درخت کا نام ہے نہ سایہ کا نشان ہے۔ صرف ایک نہر بہتی ہے۔ کوئی آبادی بھی قرب وجوار میں نظر نہیں آتی جس سے کسی قسم کی سربراہی کی امید ہو سکے۔ اونہوں نے عرض کیا کہ اگر کہیں آبادی کے قریب اوترنے کا حکم ہوتا تو بہتر تھا۔ یہاں اوترنے میں بہت تکلیف ہوگی۔ آپ نے فرمایا "تم کو خبر نہیں۔ یہ مقام وہ ہے کہ جہاں ہم کو بے انتہا سختی برداشت کرنی ہوگی۔ یہاں ہمارا خون بہیگا۔ یہاں ہمارا سامان لوٹا جائے گا۔ یہاں ہمارے خیمے جلائے جائینگے۔ یہاں ہمارے بال بچے قید ہونگے۔ اسی مقام کی خبر پیغمبر خدا نے دی ہے کہ میرا حسین یہاں قتل ہوگا۔ خدا ہم کو صبر عطا کرے! جسقدر مصیبتیں پڑیں صبر وشکر کے ساتھ برداشت کرنی چاہئیں"۔

اتنا فرما کر ناقہ سے اوتر پڑے اور نہر سے ذرا فاصلہ پر خیمے استادہ کرنے کا حکم دیا۔ جبکہ خدام خیمے نصب کرنے لگے تو جہاں میخ گاڑی جاتی تھی زمین سے خون کا فوارہ نکلتا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر حضرت امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مصیبت کو جو آنے والی ہے اپنی خوشی سے قبول نہ کیا ہوتا۔ اور اس ظلم کی داد منتقم

[illegible] کیسے تو خدا کی غضب نازل ہو گیا ہوتا ۔ جیسا کہ قوم حضرت صالح علیہ السلام
[illegible] پانی [illegible] ہونا کو [illegible] کر دیا تھا ۔ اور اسی طرح آپ کی [illegible]
خون کا طوفان [illegible] ۔ کیا [illegible]
کہ [illegible] ہیں [illegible] ۔ اور [illegible] جیسا ظلم کیا گیا ہو
ہو ۔ اور جس کی شان میں خدا نے عزوجل نے فرمایا ہو ۔ اولا کل لما اظہرت الرجیۃ
فرمایا ہو ۔ اوس کا نواسا کیا ہے اوس کا فرزند اور اوس کا جانشین بلکہ یوں کہنا چاہیے
کہ اوس کی جان اور اوس کی تاب و توان اوسی کے کلمہ گو ظالم قوم کے ہاتھوں یوں
بیدردی اور بے رحمی کے ساتھ مع اپنے تمام کنبے کے قتل ہو ۔ اوس کی پس ماندہ
عورتیں اور بچے تباہ اور گرفتار بلا اور اوس کا مال و متاع تاراج ہو ۔ اور اوس پر عظمت
کبریائی اپنی ناراضمندی کا اظہار نہ کرے ۔ اور صفت جبروتی اپنے جلال کا جلوہ
نہ دکھائے ۔ کیا ہمارے دانشمند ناظرین نے کتب تواریخ میں اور نیز قرآن مجید میں
پچھلی قوموں کے حالات ملاحظہ نہیں فرمائے ہیں ؟ کہ ایسے ہی موقعوں پر مختلف
قسم کے قہر کئی بار خدا نے نازل کیے ہیں ۔ زمین سے خون کے فوارے نکلنا خدا
کی پناہ ! کچھ کم قہر کی علامت ہے ؟

غرض سب لوگ اوترے اور حُر نے بھی اپنی فوج کے ساتھ حضرت کے مقابل ایک نہر
ڈیرہ ڈالا ۔ اور ابن زیاد کو اپنی اس کارروائی کی اطلاع دی ۔ اوس روز دوسری
تاریخ محرم کی تھی ۔ اور سنہ ۶۱ ہجری شروع ہوا تھا ۔ بعد اوتارے سامان اور سواریوں
کے سب لوگ اپنے اپنے کام کاج میں لگ گئے ۔ اور حضرت نے بھی اپنی خوابگاہ میں
آرام فرمایا ۔ دل میں انواع و اقسام کے خیالات تھے ۔ کبھی تو قوم کی ناہنجاریاں

پیش نظر ہوتی تھیں۔ کہ ان کی آنکھوں پر غفلت کے پردے کیوں پڑ گئے ہیں؟ ان کے
سوز ان کا کیا حال ہوگا؟ قبر میں منکر و نکیر کو کیا جواب دینگے؟ جب عذاب کے
فرشتے ان پر مسلط ہونگے تو کیسی بنے گی؟ ان کو اپنی عاقبت کا خیال کیوں نہیں آتا؟
ان کو کس طرح سمجھانا چاہیے؟ جب تو خلافت کا دعوی نہیں ہے۔ یہ بات تو میں علانیہ
کہہ رہا ہوں۔ مگر ان کے دماغ میں اب تک وہی چکر ہے۔

یہاں تک سلسلہ خیالات کا پہونچا تھا کہ کسی بچے کے رونے کی آواز آئی۔ اب خیال
پلٹ کر اپنے متعلقات کی طرف رجوع ہوا "اگر جنگ چھڑ گئی۔ اور اگر ہار کے کیا
ہوگا؟ یوں کہو۔ بے شک چھڑ گئی۔ اور ہم سب کے سب قتل کیے گئے تو ان عورتوں
کا اور بچوں کا کیا ہوگا؟ ان کی نگہداشت کون کرے گا؟ ان کو ان کے وطن میں
کون پہونچائے گا؟ اس قوم سے جو ہماری کہلاتی ہے کیا امید ہے جو ہمارے بعد
ان کے ساتھ نیک سلوک کرے گی؟ جبکہ خود ہمارے ساتھ قوم کا یہ حال ہے تو ہمارے پس ماندوں کو
کیا سمجھیگی؟ نہیں۔ ایسا نہوگا۔ ہمارے ساتھ ان لوگوں کو ایک خاص طور کی کاوش
ہے۔ جس وقت ہمارا فیصلہ ہو جائے گا پھر یہ بات نہ رہے گی۔ عرب کی شرافت اور
شجاعت ساری دنیا میں مشہور ہے۔ اون کو دوسروں کی ناموس کا خیال رہتا ہے تو
کیا ہماری ناموس کا خیال نہ رہے گا؟ ضرور رہے گا۔ عبداللہ ابن عباس نے اچھی صلاح
دی تھی کہ عورتوں بچوں کو ساتھ نہ لیجانا چاہیے۔ ہم نے نہیں مانا بہت برا کیا۔
اگر اس وقت یہ ساتھ نہوتے تو بڑی اچھی بات تھی۔ ہم کو کچھ فکر نہ تھی۔ خیر۔ وہ بات
تو ہاتھ سے جاتی رہی۔ اب پچھتانے سے کیا فائدہ؟ چلو! خدا اون کا مالک ہے۔
آدمی کی تدبیر سے کچھ بھی نہیں ہوتا"

انہیں خیالات میں آنکھ جھپک گئی تو جناب رسول خدا کو دیکھا کہ حضرت کو سینہ سے لگا کر فرماتے ہیں۔ "ای فرزند دلبند! میں جانتا ہوں کہ بنی امیہ نے تیرے قتل پر کمر باندھی ہے۔ وہ ضرور تجھے قتل کرینگے۔ خدا کی مشیت انہی باتوں میں ہے مگر وہ لوگ جو تجھے ایذا پہونچائینگے اور شہید کرینگے میری شفاعت سے محروم رہینگے۔ اون کو اون کے اعمال کی پوری سزا ملے گی۔ اب وہ وقت قریب آگیا کہ تو ان ظالموں کے ہاتھ سے بے انتہا صدمے اوٹھانے کے بعد اس دار فانی سے نکلکر اون بہشتوں کی سیر کرے گا جو تیرے لیے آراستہ کی گئی ہیں۔ اور اپنے والدین کے ساتھ آرام پائیگا جو تیرے انتظار میں بے چین ہو رہے ہیں۔ خدا تجھے صبر عطا کرے۔ اور رضا و تسلیم کے جادہ پر قائم رکھے۔ اتنا فرمایا اور اپنا ہاتھ حضرت کے سینہ مبارک پر رکھکر یہ دعا کی کہ "اللھم اعط الحسین صبرا و اجرا" (ای خدا تو حسین کو صبر اور اجر عطا کر)۔

خواب سے بیدار ہو کر حضرت نے "انا للہ و انا الیہ راجعون" کہا اور خواب کا مضمون سب کے روبرو بیان کیا۔ اس وقت کی حالت بیان کرنے کو پتھر کا جگر چاہیے۔ تمام ساتھ والے کیا باہر کے اور کیا اندر کے سب کے سب اسقدر روئے۔ اسقدر روئے کہ ہچکیاں بندھ گئیں۔ اون کو یقین ہو گیا کہ اب حضرت امام حسین کا خاتمہ ہے۔ اور اسی جنگل میں ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ "ایسے موقع میں صبر اور شکر کرنا چاہیے۔ یہ بھی ایک خدا کی عنایت ہے کہ ہم کو اس آزمایش کے لیے منتخب فرمایا۔ اور اس وعدہ "وانما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب" سے ممتاز کیا۔ یعنے بے شک صبر کرنے والوں کو اون کا معاوضہ بے حساب دیا جائے گا۔ کوئی تنقیح اس بات کی نہ کی جائے گی کہ انکا کام کا

اتنا معاوضہ دینا چاہیے۔ کیا یہ سرفرازی ہمارے واسطے کچھ کم ہے؟ اور کیا ہم کو اس عنایت کا کوئی دعوی ہو سکتا تھا؟ شکر کا مقام ہے کہ خدا نے ہم کو اپنی عنایت کا مستحق بنایا۔ اور اپنی تمام مخلوق مین سے ہم کو منتخب کیا۔ اوس کی ذات بڑی غیور ہے اوس کی بارگاہ مین کسی کی پروا نہین۔ صرف اوس کی عنایت درکار ہے اور بس۔

ادہر تو یہ کیفیت رہی۔ اب اودہر کا حال سنئے۔ ابن زیاد نے حضرت کے مقابلہ کے واسطے کوفہ مین فوج کی تیاری کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ ایک فوج کثیر جس کی تعداد بائیس ہزار سوار اور پیادہ بیان کی گئی ہے عمر ابن سعد کی افسری مین مقرر کی۔ عمر ابن سعد اوس وقت کوفہ مین تھا۔ اوس کو صوبہ رے کی کمشنری گورنمنٹ شام سے ملی تھی۔ وہ اپنی کمشنری پر جانیکی فکر مین تھا کہ اس عرصہ مین ابن زیاد نے اوس کو بلا کر کہا کہ اب تم رے کو تو جاتے ہی ہو اس فوج کو بھی ساتھ لیتے جاو۔ کربلا مین حسین ابن علی اوترے ہین۔ اون کا فیصلہ کر کے اپنے علاقہ پر چلے جانا۔ عمر ابن سعد نے پہلے تو انکار کیا اور کہا کہ یہ کام مجھسے نہو گا کسی اور کو مقرر کرو۔ مگر جب ابن زیاد نے ذرا بے مروتی سے کہا کہ اگر تم حسین کے مقابلہ پر نہ جاوگے تو رے کی حکومت سے بھی ہاتھ اوٹھاؤ۔ بہتر ہے۔ مین کسی دوسرے کو اس فوج کا سردار بنا کر بھیجدونگا۔ وہی رے کی حکومت بھی کرے گا۔ تب تو عمر ابن سعد کی آنکھین کھل گئین۔ دیکھا کہ رے کی حکومت ایک پری کی صورت بنکر سامنے کھڑی ہے۔ یہ اوس کے حسن و جمال اور خط و خال پر ایسا فریفتہ ہو گیا کہ وہ تمام نوازشات اور احسانات جو جناب رسول کریم نے اوس کے باپ کے ساتھ کیے تھے۔ اور جس کو اصحاب عشرہ مبشرہ مین داخل کر کے قطعی جنتی کے معزز خطاب سے سرفراز فرمایا تھا سب کے سب نسیاً منسیاً کر دیئے۔ حکومت رے کی رونمائی مین دین

و ایمان نذر کرکے بلا تامل حضرت امام حسین پر شکر کشی کو قبول کر لیا ۔

عبرت کا مقام ہے کہ جب ایسے مستثنیٰ لوگ دنیا کے فریب میں آکر اپنے دین و ایمان کو بیچ دیں تو عوام الناس کا کیا ٹھکانا ہے ۔ سچ ہے ۔ صحبت کا بڑا اثر ہوتا ہے ۔ دیکھئے ! جناب رسول خدا کی صحبت میں پشین کے کافر مسلمان ہو گئے ۔ اور گورنمنٹ شام کی تربیت کا یہ اثر ہوا کہ اصحاب رسول اور ان میں سے جو قطبی جنتی کا خلف رشید خود اپنے پیغمبر کی اولاد پر شکر کشی کے لیے آمادہ ہو گیا ۔ اور چلتے ہوئے ایمان کو فرات میں ڈبو دیا ۔

آٹھوان پان

اعزاز میہمانون کا رکھا ہی طاق پر
مہمان نوازی ختم ہی اہل عراق پر

دنیا مین سب سے زیادہ عمدہ چیز کیا ہے؟ یہ سوال ایسا بیڈھب ہی کہ بادی النظر مین پریشان کر دیتا ہے۔ ہر ایک چیز کی عمدگی اوس کے کارآمد ہونے کے لحاظ سے سمجھی جاتی ہے۔ اس معنے سے تو سب ہی چیزین عمدہ ہین۔ کیونکہ خلاق عالم نے کوئی چیز نکمی نہین بنائی ہے۔ پھر زیادہ عمدہ کے کیا معنے ہین؟ اگر یہ کہا جائے کہ جو چیز دس پانچ قسم کا کام دے وہ زیادہ عمدہ ہے۔ تو ایسی چیزین بھی تلاش کرنے پر بہت سی ملینگی۔ اب اس سوال کے جواب مین وہ کون چیز بتلائی جائے جو بالعموم تشفی بخش ہو؟ لیکن غور کرنے سے یہ پریشانی دفع ہو سکتی ہے کہ ہو نہ ہو وہ تواضع یعنے خوش اخلاقی ہے۔ خوش اخلاقی کی تعریف یہ ہے کہ ایک دوسرے سے راضی رہے۔ جس مین طرفین کی خوشی متصور ہے۔ اور خوشی سے زیادہ عمدہ چیز

دنیا میں کوئی نہیں ۔ خوش اخلاقی کا اعلیٰ درجہ مہمان نوازی ہے ۔ اس میں اخلاق کی وسعت ظاہر ہو جاتی ہے ۔ یہ صفت وہ ہے جو خوش اور مخلوق میں تمیز کرا دیتی ہے ۔ دنیا ایک مسافر خانہ ہے ۔ اس میں جتنی مخلوق ہے وہ سب خدا کی مہمان ہے ۔ اونکی پرورش اور غور و پرداخت خدا نے اپنے ذمہ لی ہے ۔ اگر خدا ان مسافروں کی پرورش نکرتا تو اوس کو پروردگار کون کہتا ؟

یہ صفت جب آدمی میں ہو تو اوس سے بہتر کوئی آدمی نہیں ہو سکتا ۔ ہمارے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو خدا تعالیٰ نے یہ صفت دی تھی ۔ کتب سیر کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت کسقدر مہمان نواز تھے ۔ اور دوسروں کو اس باب میں کیسی تاکید فرماتے تھے ۔ انتہا یہ ہے کہ آپ نے فرمایا ہے اکرموا الضیف ولو کان کافراً ، (عزت کرو مہمان کی گو وہ کافر ہو) اسی نظر سے اللہ جلشانہ نے اپنے کلام پاک میں آنحضرت کی طرف خطاب کرکے فرمایا ہے کہ " وانک لعلی خلق عظیم " (بے شک تو بڑا خلیق ہے) ۔

سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ کی کتاب بوستان میں ابراہیم علیہ السلام کی مہمان کا قصہ جو سب ناظرین کی نظر سے گزرا ہوگا ۔ ایک کافر مہمان کے واسطے خدا تعالیٰ نے اپنے خلیل پر کیسا عتاب ظاہر فرمایا ہے ۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے حضرت امام حسین کی مہمان داری کوفیوں نے کیسی کی ۔ یہ تو ایک بڑے معزز مہمان ہیں ۔ اور بہت ہی عجز و نیاز کے ساتھ بلائے گئے ہیں ۔ اون کے لیے یہ ایک بے انتہا فخر کی بات ہے کہ وہ شخص ان کا مہمان بنا ہے جس کے نانا اون کے پیغمبر ہیں ۔ وہ اپنی خوش قسمتی پر جسقدر ناز کریں بجا ہے ۔

مگر افسوس ہے کہ ہمارا قیاس بالکل غلط نکلا ۔ ابھی وہ کوفہ کو پہونچے بھی نہیں کہ ہوا کی طرف سے بے مروتی کے آثار ظاہر ہونے لگے ۔ راستہ ہی میں اون پر سوار ولنا کا پہرہ مسلط ہو گیا ۔ اور ایک ایسے جنگل میں اوتار دیے گئے کہ جہاں اور تو کیا ملتا درختوں کا سایہ تک نہیں ہے ۔ ہاں ایک نہر پانی کی تو ہے ۔ دیکھیے آئندہ اوس کے لیے بھی کیا ہوتا ہے ۔

محرم کی تیسری تاریخ عمر ابن سعد بائیس ہزار فوج لیکر کربلا میں آپہونچا ۔ اور فرات کے دونوں کناروں پر اپنا لشکر اوتار دیا ۔ اوس روز تو لشکر کی سربراہی میں مصروف رہا ۔ دوسرے روز حضرت کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ یہاں آپ کے آنے کا سبب کیا ہے ؟ حضرت نے جواب دیا کہ میں اپنی طرف سے یہاں نہیں آیا ہوں ۔ اہل کوفہ نے بڑے اصرار سے مجھے بلایا ۔ میرے آنے کے لیے سیکڑوں خط لکھے ۔ اپنی عقیدت اور ارادت کا بہت کچھ اظہار کیا ۔ لہذا میں اون کی خاطر شکنی مناسب نہ جانکر چار ناچار مکہ سے نکلا ۔ راستہ میں مجھے اون کی بدرخی معلوم ہوئی تو واپس جانے کا ارادہ تھا ۔ مگر حُر نے آکر میرا راستہ روک دیا ۔ اور مجھے اس مقام پر ٹھیرنا پڑا ۔ اب بھی اگر تم اجازت دو تو میں واپس چلا جاتا ہوں ۔ مجھے کوفہ سے کوئی سروکار نہیں ہے " ۔

عمر ابن سعد نے ابن زیاد کو اس بات کی اطلاع دی تو اوس نے شمر ذی الجوشن سے مشورہ لیا ۔ شمر نے اوس کو صلاح دی کہ حسین کا زندہ رہنا تمہاری حکومت کے لیے مضر ہے ۔ جس طرح بنے اون کو قتل کرنا مناسب ہے ۔

ابن زیاد کو شمر کی رائے پسند آئی ۔ اوس نے عمر ابن سعد کو لکھ بھیجا کہ مین نے تم کو صلح کے پیام پہونچانے کے لیے نہین بھیجا ہے ۔ بس یہی ایک بات ہے کہ حسین یا تو یزید کی بیعت قبول کرلین یا اپنی جان ہماری تلوارون کی نذر کردین ۔ "

عمر ابن سعد نے اس خط کو بجنسہ حضرت کے پاس بھیجکر جواب طلب کیا ۔ حضرت نے یزید کی بیعت سے صاف انکار کردیا ۔

اب عمر ابن سعد اپنی سعادت مندی کو کام مین لایا ۔ یعنے اوسی وقت پانچ سو سوار کا پہرہ نہر فرات پر بٹھا دیا اور اون سوارون کی افسری عمر ابن حجاج کو دیکر تاکید کی کہ خبردار ! حسین کے علاقہ دارون کو نہر پر آنے نہ دو شاباش ! اوس کے دل مین ذرا بھی خیال اس بات کا نہ آیا کہ اس گرمی کے موسم مین بغیر پانی کے ان کی کیسی گزرے گی ۔ یہ اہل بیت رسول مقبول ہین ۔ اگر ان کے ساتھ دنیا مین پانی کا مضائقہ کیا جائیگا تو آخرت مین حوض کوثر پر ساقی کوثر اور شفیع روز محشر کو کس طرح منہ دکھانا ہوگا ۔

خیر ۔ یہ ساتوین تاریخ کا ذکر ہے ۔ وہ دن تو جون تون گزر گیا ۔ پچھلے دن کا بچا کھچا پانی بچون کو پلا کر اون کی تسکین کردی گئی ۔ لیکن بڑے بوڑھے سب پیاسے رہے ۔

آٹھوین تاریخ حضرت کے ہمراہیون کا حال پیاس کی شدت سے اس درجہ کو پہونچا کہ زبان اور حلق سوکھ جانے کی وجہ سے منہ سے بات نہین نکلتی تھی ۔ صرف اشارون سے کام لیتے تھے ۔ اور تیمم سے نماز ادا کرتے تھے ۔

ایسے حال میں عبداللہ ابن حصین نے پکار کر کہا کہ "اے حسین! دیکھو تو نہر فرات کا پانی کیسی لہریں لے رہا ہے۔ مگر تم کو ایک بوند نہیں مل سکتی"

حضرت کو یہ بے ادبی اوس کی بُری معلوم ہوئی۔ بارگاہ کبریا میں عرض کیا کہ "خداوندا! تو اس کو پیاس کا مزہ چکھا دے"۔ اوسی وقت اوس کو پیاس لگی۔ ہرچند پانی پیتا تھا لیکن پیاس کم نہوتی تھی۔ گویا مرض استسقا ہو گیا۔ آخر اوس کا پیٹ پھٹ گیا اور "پانی" "پانی" کرتا ہوا مر گیا۔

جبکہ اہل بیت پر پیاس کا غلبہ زیادہ ہوا۔ اور حرم محترم سے بچوں کا شور اوٹھا تو حضرت نے اپنے بھائی علی عباس سے فرمایا "کہ نہر پر جا کر جس طرح بنے تھوڑا سا پانی لاؤ تو بچوں کی جان بچے"

علی عباس بموجب حکم حضرت کے تیس آدمی ساتھ لیکر نہر کی طرف چلے تو محافظ نہر عمر ابن حجاج نے اون کو روکا۔ ہلال ابن نافع نے آگے بڑھ کر کہا۔ ای ابن حجاج! افسوس ہے کہ تجھے شرم نہیں آتی۔ جن کا کلمہ پڑھتا ہے اور جن سے شفاعت کی امید رکھتا ہے اون کے اہل بیت کو پانی لینے سے منع کرتا ہے۔ اوس نے جواب دیا کہ میں کیا کروں عمر ابن سعد کا حکم ہی ایسا ہے۔

علی عباس آگے بڑھے اور ایک ہی حملہ میں اوس فوج کو جو نہر کی محافظ تھی پراگندہ کر دیا۔ پھر اپنے لوگوں کو نہر پر لے جا کر مشکوں میں پانی بھروا لیا۔ جب پلٹنے لگے تو پھر وہ فوج آڑے آئی اور ایک سخت لڑائی ہوئی جس میں

دار فین کے لوگ زخمی ہوئے ۔ مگر علی ابن عباس نے اون کو شکست دی ۔
اور بڑی جرات اور استقلال کے ساتھ پانی لیکر واپس آئے ۔
اوس وقت بچون کی خوشی اور اون کی کیفیت لڑی دیکھنے کے لائق تھی ۔
اون کے حق مین اوس دن گویا عید تھی ۔ ان معصومون کو کیا معلوم تھا کہ آج
یہ پانی تلوارون کی چھاؤن مین نظر آیا ہے ۔ کل اس کے بدلے مین خون دیکھنا
پڑے گا ۔ وہ پانی ایسا کتنا تھا؟ اندر باہر ہاتھون ہاتھ دو دو گھونٹ
مین تمام ہو گیا ۔
یہ کیفیت دیکھ کر حضرت نے عمر ابن سعد کو بلایا ۔ اور فرمایا کہ ہم سے لڑنا
تم کو مناسب نہین ہے ۔ کیا تم نہین جانتے ہو کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و
سلم ہمارے ساتھ کیسا برتاؤ کرتے تھے ۔ اور ہمارے باب مین کیا فرماتے
تھے ۔ ہماری محبت اور اطاعت کرنے کے لیے خدائے تعالی نے اپنے کلام
مین کیسی تاکید کی ہے ؟ اور اوس کے معاوضہ مین کیسے مضبوط اقرار کے ساتھ
کیا کیا بشارتین دی ہین ۔ اگر تم کو حکومت شام کا خوف ہے تو ہمارے
ساتھ مدینہ چلو ۔ ہم تم کو بہت اچھا مکان بنوا دینگے ۔ اور زراعت کے
لیے کچھ زمین معافی دیدینگے ۔ دنیا کا معاوضہ تو یون پورا کیا جائے گا ۔
اور آیندہ آخرت مین ہمارے نانا کی خوشنودی تمہاری بخشایش کا بڑا
ذریعہ ہو گی "۔
مگر وہ بدنصیب راضی نہوا اور کہا ۔ مجھے امیر شام کی جانب سے اطمینان
نہین ہے ۔ اگر مین آپ کی طرف ہو جاؤن گا تو میرا گھر تاراج اور میرے

بال بچے محتاج ہو جائینگے ۔ اس سے قطع نظر امیر شام نے میرے ساتھ کیا برائی کی ہے ۔ جو میں اوس کی اطاعت سے منحرف ہو جاؤں ۔ اب تو اوس نے مجھے رہنے کی رخصت دی ہے ۔ اور آیندہ اوس سے بہت کچھ امید ہے ۔ حضرت نے فرمایا ۔ دوسرے کی حکومت پر تم کو نازاں نہونا چاہیے ۔ تمہاری قسمت میں وہاں کا ایک دانہ جو بھی نہیں ہے ۔ مفت میں تمہاری جان جاتی رہیگی ۔ ،،

یہ حضرت کی پیشین گوئی تھی ۔ مگر اوس نے نہ سمجھا ۔ حضرت نے غور کیا کہ جیسا اس کا باپ قطعی جنتی تھا ۔ ویسا ہی یہ قطعی جہنمی ہے ۔ ہماری پند و نصیحت اس کے دل پر اثر نہیں کرتی ۔ اور بموجب اس آیت کے کہ ،، انک لا تہدی من احببت ولکن اللہ یہدی من یشاء ،، (تو جس کو چاہتا ہے اوس کو ہدایت نہیں کر سکتا مگر خدا جس کو چاہتا ہے اوس کو ہدایت کرتا ہے) جبکہ خدا ہی کو اس کی ہدایت منظور نہیں ہے تو ہمارے سمجھانے سے کیا ہوتا ۔

آپ نے اوس کو رخصت کر دیا ۔ دوسرے روز صبح کو نویں تاریخ کوفہ سے اور فوج آئی ۔ اس فوج میں زیر کمان شمر ذی الجوشن کے پانچ ہزار سوار ۔ اور عمر قیس کی افسری میں دو ہزار سوار ۔ اور قیس حنظلہ کی افسری میں دو ہزار سوار ۔ اور نظر ابن شامی کی افسری میں دو ہزار سوار ۔ اور حجاج حرار کی افسری میں دو ہزار سوار ۔ اور یزید ابن کلب کی افسری میں دو ہزار سوار ۔ جملہ پندرہ ہزار سواروں کی فوج تھی ۔ اس کے علاوہ وہ چار ہزار سوار ہیں جو زیر کمان حصین ابن نمیر تمیمی کے قادسیہ میں اوترے تھے ۔

اب کربلا کے میدان مین حضرت امام حسین کے مقابلہ کے واسطے بیالیس ہزار سوار اور پیادے جن بیشمار الجمع موجود ہوگئے ۔ دیکھنا چاہیے کہ اتنی فوج کے مقابلہ مین ستر بہتر آدمی اور وہ بھی ساز و سامان ۔ بلکہ یون کہئے کہ بھوکے پیاسے کس طرح کام سے سکینگے ۔ اور امام حسین کو کیونکر بچا لینگے ۔ غضب کی بات ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسین کو اپنے باغ کا پھول فرمایا ہے تو کل خاندان نبوت ایک گلزار ہی ہوا ۔ جب ایسے باغ کے پایمال کرنے کو اتنے لوگ جمع ہوئے ہین تو جس کا یہ باغ ہے اوس کا دل کیا کہتا ہوگا ۔ خداوندا! تو رحم کر ۔ اگر ہمارے پیغمبر رحمۃ للعالمین نہوتے تو پھر دیکھتے کہ زمین کربلا پر کس قیامت کی بلا نازل ہوتی ۔ اور سلطنت شام پر کیسا اندھیرا چھا جاتا ۔

شمر کے ساتھ ابن زیاد کا ایک خط بھی تھا جس مین عمر ابن سعد کو لکھا تھا کہ مین نے سنا ہے کہ تم حسین سے تخلیہ مین صلاح و مشورت کرتے ہو ۔ اور اون کے ساتھ دوستی رکھتے ہو ۔ اگر یہ بات سچ ہے اور تم کو حسین سے لڑنا منظور نہین ہے تو تم اپنی خرابی پر راضی ہو جاو ۔ اور یاد رکھو کہ بہت جلد تمہارا فیصلہ کیا جائیگا ۔" اور شمر کو زبانی سمجھا دیا تھا کہ اگر عمر ابن سعد کی طرف سے ذرا بھی اس مہم کی انجام دہی مین سستی پائی جائے تو تم خود اوس لڑائی کا سرانجام کردو ۔ اور عمر ابن سعد کو بھی قتل کر ڈالو ۔

اس خط نے عمر ابن سعد کے دل کے ساتھ وہ کیا جو آگ کے ساتھ تیل کرتا ہے ۔ فوراً یورش کا حکم دیدیا ۔

جبکہ فوج نے میدان مین آکر پڑاو کیا ہے اوس وقت دن ڈھل گیا تھا ۔

نوین تاریخ محرم کی تھی ۔ حرم سرا مین پانی کی پکار پڑ رہی ہے ۔ چھوٹے چھوٹے بچے پانی پانی کر رہے ہین ۔ باہر دیکھو تو فوج کھڑی ہے ۔ اب بلہ ہوا چاہتا ہے ۔ پانی کا ملنا تو درکنار خود جانون پر بن گئی ہے ۔

جس وقت میدان مین فوج کا شور بلند ہوا اور حرم سرا مین خبر پہونچی کہ اب ان سب کو قتل کرنے کے لیے فوج آگئی تو مارے دہشت کے عورتون کا جگر پانی پانی ہوگیا ۔ بچے سہم کر رہ گئے ۔ اب کوئی پانی نہین مانگتا ۔ مائین دوڑ دوڑ کر اپنے اپنے بچون کو بی بی زینب کے دامن مین چھپاتی جاتی ہین اور خود تھر تھر کانپ رہی ہین ۔ یہ ایک معمولی بات تھی کہ کنبے مین کسی بچہ کی مان مرجاتی تھی تو اوس کا بچہ بی بی زینب کے حوالہ ہوتا تھا ۔ ایسے بچون کی پرورش اور پرداخت وہ خود کیا کرتی تھین ۔ اسی طریقہ پر اب بھی وہ تمام بچے بی بی زینب کی گود مین ڈال دیئے گئے جن کی ماؤن کو یقین ہوگیا تھا کہ وہ مرجائین گی ۔

بی بی زینب کا یہ حال ہے کہ وہ خود ایک سکتے کے عالم مین حیرت کی نگاہ سے دیکھ رہی ہین کہ امام حسین کے جیسے بھائی اور اون کے ساتھ اور آٹھ نو بھائی چار پانچ بھتیجے ۔ اور خود اپنے دونون بیٹے ۔ یعنے کل خاندان کے لوگ کیسی مصیبت اور بلا مین گرفتار ہین ۔ ہزارون کی فوج ان کے قتل پر تلی ہوئی ہے ۔ آخر اس کا انجام کیا ہوگا ۔ حرم سرا کی عورتون کا ایسا برا حال ہے کہ بیان نہین کیا جاتا ۔ دراصل عورتون کی خلقت مین خود جرأت اور استقلال نہین ہوتا ۔ ذرا سی بات مین گھبرا جاتی ہین ۔ اوسپر اس قسم کی آفت

اور ایسا ہنگامہ کہ جس میں بڑے بڑے شیر دل بہادر چاہیوں کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں ۔ ایسی حالت میں اون بیچاریوں کے دل سے پوچھا چاہیے جنہوں نے اپنے گھر والوں کے سوا کسی دوسرے کی آواز تک نہ سنی ہو ۔ مگر کیسے کیا ۔ ان کی تقدیر میں ایسا ہی لکھا تھا ۔

حضرت نے دیکھا کہ یہ لوگ بالکل آمادہ جنگ ہیں تو آپ نے علی عباس کی زبانی اون کو کہلا بھیجا کہ تم لوگ ہم سے کیوں لڑتے ہو ؟ ہم کچھ لڑنے کو نہیں آئے ہیں ۔ بلکہ تمہارے بلانے پر آئے ہیں ۔ اگر تم کو ہمارا آنا گوارا نہو تو ہم یہیں سے پلٹ جاتے ہیں ۔ ہم کو کوفہ سے کوئی سروکار نہیں ہے ۔،،

یہ بات سنکر شمر نے کہا ۔ "ہم کچھ نہیں سنتے ۔ اگر حسین یزید کی بیعت کریں تو بہتر ہے ۔ نہیں تو ہم بزور شمشیر بیعت لینگے ۔ اس میں چاہے کچھ ہو"

علی عباس پلٹ کر آئے اور حقیقت حال حضرت سے عرض کی ۔ اسپر حضرت نے پھر کہلا بھیجا کہ "آج روز پنجشنبہ ہے ۔ آج کی شب جمعہ ہماری عمر کی آخری شب ہے ہم چاہتے ہیں کہ آج کی رات خدا کی عبادت میں گزار دیں ۔ کل صبح کو تمہیں اختیار ہے ۔ چاہو لڑو چاہو ہم کو چھوڑ دو ۔"

عمر ابن سعد نے افسران فوج سے اس باب شوری کیا کہ آج کی مہلت دینا مناسب ہے یا نہیں ۔ شمر نے ترش رو ہو کر کہا ۔ تم کو اختیار ہے ۔ میں کچھ رائے نہیں دے سکتا ۔ عمر ابن حجاج نے کہا ۔ دستور ہے کہ اگر کوئی کافر مہلت مانگتا ہے تو منظور کی جاتی ہے ۔ یہ تو ہمارے پیغمبر کے رشتہ دار ہیں ۔ ان کے لیے ایک دن کی بھی مہلت نہ دینا قرین انصاف نہیں ہے ۔

آخر کچھ تو ان کے حق مین رعایت کرنی چاہیے ۔ دوسرے نے کہا ۔ اجی ! ایک دن کہان ۔ اب تو شام ہوگئی ۔ صرف رات ہی تو بیچ مین ہے ۔ کل صبح پر یہ معاملہ اوٹھا رکھا جائے تو کیا ہرج ہے ۔ تیسرے نے کہا ۔ مہلت کی ضرورت ہی کیا ہے ۔ ہم تو لڑنے کو تیار ہین ۔ یہ سب جان چرانی کی باتین ہین ۔

غرض تقریر کو طول ہوا اور آخر مین کج بحثی ہونے لگی تو عام لشکری پکار اوٹھے کہ عجب بے دین لوگ ہین ۔ کہ اپنے پیغمبر کی اولاد اور دنیا مین سب سے بہتر شخص کے تو قتل کا ارادہ رکھتے ہین اور اون کو ایک رات کی بھی مہلت نہین دیتے ۔ گویا بڑا ثواب کماتے ہین ۔

عمر ابن سعد کو خیال ہوا کہ مبادا لشکر بیدل ہو کر کوئی اور صورت پیدا ہو جائے ۔ چار ناچار اوس روز کی مہلت منظور کی ۔ اور فوج کو ہٹا لیا ۔

شام کو بعد نماز مغرب کے حضرت نے اپنے کل اصحاب باوقار اور اقربائے نامدار کو حاضر رہنے کا حکم دیا ۔

امام زین العابدین فرماتے ہین کہ مین اوس وقت بخار کی حالت مین تھا ۔ بڑی مشکل سے اوس مجلس مین پہونچا ۔ دیکھا تو حضرت منبر پر کھڑے ہین ۔ بعد حمد و نعت کے ارشاد فرماتے ہین کہ "مین نے کسی صحابی کو اپنے اصحاب سے زیادہ وفادار اور کسی دوست کو ان سے زیادہ غمگسار نہین دیکھا ۔ اور نہ کسی خاندان کو اپنے خاندان سے زیادہ ہمدرد اور جان نثار پایا ۔ مین اوس کا شکریہ ادا کرتا ہون ۔ اور خدا سے امید رکھتا ہون کہ

وہ تم کو اس خیر خواہی اور جان نثاری کی جزائے خیر دے ۔ صاحبو! میں دیکھتا ہوں کہ آج کی رات کے بعد میرے لیے کوئی صورت مخلصی کی نہیں ہے ۔ اور ان لوگوں سے کسی قسم کی مروت اور انصاف کی امید کی جا سکتی ہے ۔ ایسی حالت میں میں مناسب نہیں سمجھتا کہ میرے ساتھ تم کو بھی کسی مصیبت میں مبتلا دیکھوں ۔ میں ہرگز نہیں چاہتا کہ زمانہ ایسے پاک نفس اور خدا پرست لوگوں سے خالی ہو جائے ۔ ،،

(یہاں تک بات پہونچی تھی کہ ایک شخص مالک ابن نضر نے اوٹھ کر عرض کیا ،، خداوند میں بال بچے والا ہوں ۔ اور قرضدار بھی ہوں ۔ مجھے اجازت دیجئے ۔ ،، حضرت نے حکم دیا کہ اوس کو ایک اونٹ تیار کر کے دیدو کہ وہ راتوں رات یہاں سے نکل کر اپنے گھر پہونچ جائے ۔ پھر حضرت نے اپنی تقریر کا سلسلہ چھیڑا)

،، یہ رات کا اندھیرا تمہاری پردہ داری کے لیے کافی ہے ۔ جبکہ میں یہاں موجود رہوں گا تو تمہارا کوئی خیال بھی نہ کرے گا ۔ تم شوق سے اپنے وطن کو چلے جاؤ ۔ میں تم کو دل سے رخصت کرتا ہوں ۔ اور چلتے ہوئے میرے متعلقین کو بھی ساتھ لیتے جاؤ ۔ ،،

حضرت نے اپنی تقریر کو ختم کیا تو سب نے ایک زبان ہو کر کہا کہ ہم ایسے نازک وقت میں آپ کو تنہا نہیں چھوڑ سکتے ۔ آپ کے بعد ہم زندہ رہنا ہرگز نہیں چاہتے ۔ خدا ہم کو وہ وقت نہ دکھائے ۔ پہلے ہماری جان آپ پر نثار ہوگی ۔ یہ تو ایک دفعہ کا مرنا ہے ۔ ہماری آرزو تو یہ ہے کہ ہزار دفعہ

آپ پر جان قربان کرین ۔ زندہ ہوتے جائین اور جان دیتے جائین ۔ جب تک ہمارے تن مین ایک رمق بہر بہی جان باقی رہیگی ہم سپر بنکر آپ کی حفاظت کرینگے ۔ اور جب تک ہمارے دست و بازو مین ایک بال کے برابر بہی قوت رہیگی ہم آپ کی تلوار کا کام دینگے ۔ اور جب ہماری جان جاتی رہیگی تب ہم سمجہینگے کہ آپ کی غلامی کا حق ادا ہوا ۔ ،،

اس کے جواب مین حضرت نے فرمایا " مرحبا ۔ جزاکم اللہ ۔ جب تمہارا ایسا ارادہ ہے تو بہت مبارک ہے ۔ کل صبح کو میدان جنگ مین جاکر شجاعت کے جوہر دکہانے ہونگے ۔ جو شخص راہ حق پر ثابت قدم رہتا ہے خدا غیب سے اوس کی مدد کرتا ہے ۔ دیکہو ! جنگ بدر مین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے کیسی مدد دی تہی ۔ چنانچہ خود اللہ جلشانہ فرمایا ہے کہ " بلی ان تصبروا وتتقوا ویاتوکم من فورہم ہذا یمددکم ربکم بخمسۃ آلاف من الملائکۃ مسومین ،، (ہان اگر تم صبر کروگے اور پرہیزگار بنے رہوگے اور وہ لوگ اپنے جوش مین تم پر چڑھ آئینگے تو خدا تمہاری مدد پانچہزار نشان والے فرشتون سے کریگا) صبر و شکر اور ہمت و استقلال مین خدا نے عجب تاثیر رکہی ہے ۔ جبکہ تم صبر و شکر کے عادی اور ہمت و استقلال کے پابند ہو تو سب مشکلین آسان ہو جائینگی ۔ ،،

دربار برخاست ہوا اور حضرت خلوت مین تشریف لے گئے ۔ اس تقریر نے سامعین کے دلون مین جو خیالات اور ولولے پیدا کردئے اون کو وہی لوگ اچہی طرح سے بیان کرینگے جن کو ایسی تقریر سننے کا اتفاق ہوا ہو ۔ ہم کو

یہ تھے سلف کبھی ایسا اتفاق ہی نہیں ہوا ۔ ہم اوس کی کیفیت کیونکر بیان کر سکتے ہیں ؟ ہاں بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جانبازان ہر راقت شعار شجاعت کے نشہ میں سرشار ہیں ۔ جو چہرے ابھی ابھی بھوکھ پیاس کی شدت سے زرد ہو رہے تھے دم کے دم میں سرخ بھبوکا بن گئے ہیں ۔ طبیعت کا جوش سنبھالے نہیں سنبھلتا ہے ۔ ہونٹوں تک بات آ آکر رہجاتی ہے ۔ اس کا سبب اور کچھ نہیں صرف ایک متانت ہے کہ زبان پکڑے لیتی ہے ۔ جو لوگ متین اور مستقل مزاج ہوتے ہیں اون کے دل میں کسی بات کا یکایک جوش نہیں آتا ۔ اور جب آجاتا ہے تو پھر اوس کا ضبط دشوار ہو جاتا ہے ۔ بے چین طبیعتیں آخر کو اوبل پڑیں ۔ اور باہم یون گفتگو ہونے لگی ۔ ایک نے کہا ۔ "کیا مزہ ہو اگر میری تلوار کے قبضہ میں سے دشمنوں کے خون کی دھار لگ جائے" ۔ دوسرا ۔ "میرے نیزے کی انی پر مخالف ایسا نظر آتا ہوگا جیسے نشان پر پھریرا لٹکتا ہے" ۔ تیسرا ۔ "انشاء اللہ کل میدان جنگ میں دیکھ لینا کہ پرے کا پرا سامنے سے یون بھاگتا ہوگا گویا چیتے کے آگے ہرنوں کی ڈار ہے" ۔ چوتھا ۔ "جب ہی مجھے سپاہی کہنا کہ فوج کے اندر اس طرح گھس جاؤں جس طرح دشمن کے دل میں خوف گھس جاتا ہے ۔" پانچواں ۔ "اصل یہ ہے کہ حق کا حامی خدا ہوتا ہے ۔ ہم حق پر ہیں ہم کو کیا ڈر ہے ۔ مرینگے تو بہشت میں جائینگے ۔ حوریں پائینگے ۔ جیتے رہینگے تو نیکنامی کمائینگے ۔ اہل بیت رسول کے مددگار کہلائینگے ۔ بھلا امام حسین کی رفاقت کہیں خالی جاتی ہے ؟ ہمارے تو دونوں ہاتھ لڈو ہیں ۔ دنیا میں بھی اچھے ۔

آخرت بن بھی اچھے" چھٹا ۔ "جناب! ہم کو تو نہ بہشت کی خواہش ہے نہ حوروں سے مطلب نہ نیکنامی سے غرض ۔ یہ سب باتیں خود غرضی کی ہیں ۔ ہم کو صرف اپنے پیغمبر کی خوشنودی منظور ہے ۔ سمجھنے کی بات ہے کہ ہمارے پیغمبر کا ہم پر کتنا بڑا احسان ہے ۔ کفر کے اندھے کنوئیں سے نکال کر ایمان کی روشنی میں لائے ۔ جہالت کے جنگل سے اوٹھا کر اسلام کی شائستہ محفل میں بٹھایا ۔ پھر اگر ہم اون کے خاندان کے اڑے وقت کام آئے اور اون کے فرزند کے لیے دو بوند لہو ٹپکایا تو کیا بڑا کام ہوا ۔ ساتواں "لاریب ۔ بانی اسلام کا حق ہم پر اتنا ہے کہ اگر ہم ہزار بار اون کے نام پر اپنی جان تصدق کر دیں تو بھی ادا نہیں ہو سکتا ۔ کل جنگ میں مارا جانا تو کس شمار میں ہے ۔ جو آدمی پیدا ہوا ہے یا پیدا ہوتا ہے وہ ضرور مرنے والا ہے ۔ چارپائی پر پڑ کر مر جانے سے میدان جنگ میں مرنا کیا برا ہے ۔ آخر مرنا ہے دون نہ مرے یوں مرے ۔ بلکہ مردوں کے لیے تلوار کے منہ پر مرنا تو باعث فخر ہے ۔ آٹھواں ۔ "اجی دیکھو تو سہی! کل میدان میں کیا تماشا ہوتا ہے ۔ بھوکے شیر کو آپ نے دیکھا ہوگا ۔ کس طرح شکار پر جھپٹتا ہے؟ کیا ہماری بھوکھ پیاس کچھ بھی کام نہ آئیگی؟ وہ تو یہ کہئے کہ حضرت کی اطاعت کا قلادہ ہماری گردن میں پڑا ہوا ہے ۔ نہیں تو آج ہی شام تک ایک کی بھی صورت نظر نہ آتی ۔ کل کی کون کہے" نواں ۔ "بھائی! تم بڑے جلد باز ہو! معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری رگوں میں بجائے خون کے بجلی دوڑتی ہے ۔" دسواں ۔ "واہ کیا خوب کہا ۔ ان کے خاندان کا لقب تو خود "بجلی" ہے

اگر ان کی رگون مین بھی بجلی ہو تو کیا عجب ہے"۔ "گیارھوان "واہ بھئی واہ تم نے تو بجلی سے بجلی کو خوب ملا دیا۔ کہ ہر ہندی لفظ اور کہان عربی لقب آپ کی تک بندی کے بھی قربان جائیے"۔ اب ہنسی مین بات اوڑ گئی۔

ابو مخنف نے امام زین العابدین سے روایت کی ہے کہ جس وقت حضرت خلوت مین تشریف رکھتے تھے میری پھوپی بی بی زینب میرے پاس بیٹھی ہاتھ پانون داب رہی تھین۔ اتنے مین حضرت کی زبان سے دو تین بار یہ اشعار سنائی دیئے کہ "یا دہر اف لک من خلیل۔ کم لک بالاشراف والاصیل۔ من صاحب او طالب قتیل۔ والدہر لا یقنع بالبدیل۔ وہانما الامر الی الجلیل۔ وکل حی سالک سبیل۔ ؎ مین اس کا مطلب سمجھ گیا اور رونا آیا تو بڑی مشکل سے روکا۔ لیکن چونکہ اس مضمون مین سراپا مایوسی تھی میری پھوپی ضبط نکر سکین۔ بے اختیار روتی ہوئی حضرت کے خیمہ مین دوڑ پڑین۔ اور کہا "واثکلاہ! لیت الموت اعدمنی الحیوۃ" کاش! مین پیشتر ہی مرگئی ہوتی۔ ای خلیفہ ماضی وحال۔ ای مقبول بارگاہ ذوالجلال۔ آج میری ماں فاطمہ زہرا مرگئین۔ آج میرے باپ علی مرتضی

ترجمہ ؎ اے روزگار! حیف ہے کہ تیرے کتنے دوست صبح وشام پیوند زمین ہوتے چلے جاتے ہین اور تو اون کی کچھ رعایت نہین کرتا۔ ہان! ہر ایک کام خدا کی طرف سے ہے۔ اور ہر ایک جاندار اسی راستہ پر چلنے والا ہے۔ منہ۔

اور میرے بھائی حسن مجتبیٰ شہید ہوئے ۔ گویا سب کے سب آج ہی مر گئے ۔ میں کیوں نہیں مر گئی ۔ میں تمہاری مصیبت ۔ تمہاری بیکسی اور تمہاری مظلومی نہیں دیکھ سکتی ۔ ہائے ! کیا میں اسی لیے جیتی رہی کہ تمہارا یہ حال دیکھوں ؟ میں کہاں تک روؤں اور کس کس کو روؤں ۔ ہائے ! میں کیا کروں ؟ کس سے کہوں ؟ کون سننے والا ہے خداوندا ! تو ہی سننے والا ہے ۔ میری فریاد سن لے ۔ حسین کے بدلہ میں میری جان جان لے لے ،، اتنا کہا تھا کہ دل کی آگ بھڑک کر دماغ تک پہونچی اور بیہوش کر دی

بی بی زینب کی یہ فریاد وزاری کوئی معمولی بات نہ تھی جو کسی سننے والے کا دل تاب مین نہ رہنے دیتی ۔ ان کا صبر اور ان کا استقلال خود کہے دیتا تھا کہ ان کا دل صدمے سہتے سہتے پتھر کا ہو گیا ہے ۔ مگر یہ صدمہ ایسا پڑا کہ وہ پتھر بھی پانی ہو کر بہ گیا ۔ اب اوس آگ کو خیال کرنا چاہیے کہ جس نے پتھر کو گلا کر پانی کر دیا ہوگا ۔ اس آگ کی تپش کیا ممکن ہے جو کسی کے دل کو لگے اور وہ نہ جلے ۔ حضرت نے جو انکی یہ حالت دیکھی تو دل تڑپ گیا ۔ مگر بڑی ضبط و استقلال سے تھام کر فرمایا ۔ ،، بہن ! خدا کے لیے بس کرو ۔ تمہارے رونے سے کلیجا منہ کو آتا ہے ۔ تم اہل بیت رسول ہو ۔ تمہارے لیے ہر مصیبت میں صبر و شکر ایک عادتی اور موروثی امر ہے ۔ دیکھو تمہاری ماں اور تمہارے باپ اور تمہارے بھائی پر اور خود تمہارے نانا جناب رسول خدا پر کیسی کیسی مصیبتیں پڑی ہیں ۔ تم کو خوب معلوم ہے کہ اونہوں نے باوجود قدرت کے کسی سے بدلہ نہیں لیا ۔ اور صبر و شکر کے ساتھ زندگی کے دن پورے کر دیے اگر وہ چاہتے تو زمین و آسمان ہلا دیتے ۔ مگر نہیں ۔ اونہوں نے وہی کیا جس میں خدا کی خوشی تھی ۔ اب تم بھی اون کی پیروی کرو ۔ جو جو مصیبتیں آنے والی ہیں اون کو صبر و شکر کے اور ہمت و استقلال کے ساتھ اوٹھاؤ ۔ دنیا گزشتنی و گزاشتنی ہے

جو چیز پیدا ہوئی ہے یا پیدا ہوگی وہ بالضرور فنا ہونے والی ہے۔ ایک صرف خدا کی ذات ہے جو ہمیشہ باقی رہیگی۔ تم جانتے ہو کہ ہماری ماں باپ ہمائی ہم سے اچھے تھے وہ بھی تو دنیا میں نہیں رہے۔ پھر ہم اگر دنیا سے اوٹھ گئے تو کون تعجب کی بات ہے۔ تمکو قسم ہے اوسی زندۂ جاوید کی جسکے قبضہ قدرت میں کل مخلوقات کی جان ہے۔ اسطرح کا شور و شین میرے بعد نکرنا۔ تمہارا ہر ایک فعل مسلمانوں کے لیے دستور العمل ہے۔ اسلیے تمہارا ہر ایک فعل قرآن اور حدیث کے موافق ہونا چاہیے۔ تاکہ لوگ وہی چال چلیں۔

پھر حضرت نے اون کا ہاتھ پکڑ کے امام زین العابدین کے پاس پہونچا۔ اور باہر نکل کر حکم دیا کہ خیمے نزدیک نزدیک نصب کرو۔ اور رسیان ایک سے ایک ملا کر مضبوط باندھ دو۔ تاکہ دشمنوں کو بلوہ کرنے موقع نہ ملے۔

جب اس کام سے فراغت ملی تو سب کے سب جانماز بچھا کر عبادت الٰہی میں مشغول ہوگئے یہاں تو وہ رات تسبیح و تہلیل میں گزری۔ اودھر عمر ابن سعد کے حکم سے سپاہ شام کے چوکیدارون کو ان کے خیموں کے اطراف گشت کرنے میں بسر ہوئی۔ بغیر وہ اپنے زعم میں ان کو اپنی حراست میں لیے ہوئے تھے۔

نوان پان

تیغیں کھچی ہیں بادشہ کائنات پر
لڑتی ہے فوج شام کی نہر فرات پر

رات کے چار بج گئے ہیں۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ اس وقت آسمان کا سماں عجب لطف دے رہا ہے۔ سیاہی مائل نیلے رنگ میں تاروں کا جھلملانا ایسا نظر آتا ہے گویا کسی مہ وش کے آسمانی دوپٹے میں روپہلی گل بوٹے بنے ہوئے ہیں۔ زمانہ ایک حالت سکون میں ہے۔ اگرچہ رات کی تاریکی اور خاموشی اب کم کم ہو چلی ہے۔ دنیا کے کام دھندے والے کہیں کہیں ادھر اودھر چلتے پھرتے دکھائی دیتے ہیں۔ مگر پرندے بھی نہیں بولتے۔ درختوں کی ٹہنیوں پر خاموش بیٹھے ہیں۔ البتہ مسجدوں میں اور مندروں میں کچھ کچھ آواز سنائی دیتی ہے۔ کہیں موذن اللہ اکبر اللہ اکبر کا نعرہ مارتا ہے۔ کسی جگہ ناقوس بجتا ہے۔ اب صبح ہوا چاہتی ہے۔ دیکھو یہ صبح کیسی ہوتی ہے اور کیا کیا کام کرنے پڑتے ہیں۔ آؤ! ذرا چل کر کربلا کی

جنگل کی کیفیت دیکھیں ۔ ہمارے خاص واقعہ نگار نے ہم کو خبر دی ہے کہ وہاں گورنمنٹ شام کا لشکر اوترا ہے ۔ اوہ ! کتنی بہت فوج ہے ۔ دریائے فرات کے دونوں کناروں کو گھیر لیا ہے ۔ کٹ دست میدان میں جہاں تک نگاہ کام دیتی ہے سپاہی ہی نظر آتے ہیں ۔ بیالیس ہزار کی تعداد جو بتلائی گئی ہے بے شک اوتنی ہی ہوگی ۔ بیچ میں ندی بہ رہی ہے ۔ اوس کا پانی لہریں لیتا ہوا اپنی مستانہ چال میں بہت ہی سہولت کے ساتھ دونوں کناروں کو دامن سمیٹتا ہوا چلا جا رہا ہے ۔ ایک طرف ذرا فاصلہ پر ایک چھوٹی سی جماعت ٹھیری ہے ۔ یہی مدینہ کا قافلہ ہے ۔ جس کے قتل و غارت کرنے کو اتنی بڑی بھاری فوج آئی ہے ۔ کیا یہ قافلہ اس انبوہ کثیر سے سر بر ہو سکیگا ؟ کیا یہ لوگ صحیح و سلامت اپنے وطن کو پہونچینگے ؟ ای میرے پیارے ناظرین ! اس کا جواب تم دو ۔ ہماری عقل تو کچھ کام نہیں کرتی ۔

مسافران دشت کربلا ساری رات تسبیح و تہلیل میں بسر کر کے نماز صبح کی تیاری میں مصروف ہیں ۔ نماز کی تیاری کیسی ؟ وضو کرنے کو تو پانی ہی نہیں ہے ۔ صرف تیمم کر کے مصلے بچھا بچھا کر رو بہ قبلہ یاد الٰہی میں بیٹھے ہیں ۔ دیکھو تو ! کیسے نورانی چہرے ہیں ۔ جوانوں پر کیسا حسن برس رہا ہے ۔ خدا کی قدرت کا تماشا لائق دید ہے ۔ پیشانیوں سے آثار سعادت ظاہر ہیں ۔ بڑی بڑی سیاہ متوالی آنکھوں میں مروت اور شجاعت کوٹ کوٹ کر بھری ہے ۔ گورے گورے رخسار گلاب کے پھول کو شرماتے ہیں ۔ مگر کملائے ہوئے ہیں ۔ اس کا سبب پانی کی کشش ہے ۔ بوڑھوں کی صورت پر صبح صادق نثار ہو رہی ہے ۔

اون کی سفید سفید داڑھیان آفتاب کے اوترتے وقت کی کرنون کا جلوہ دکھاتی ہین ۔ سب کے سب خدا پرست اور خدا دوست ہین ۔ گویا وہ سب ایک تسبیح کے دانے ہین جن کو قدرت نے ایک ہی رشتہ الفت مین پرو دیا ہے

اب یہ جماعت نماز سے فارغ ہوگئی ۔ جانمازین تہ کرکے آپس مین گلے مل مل کر ایک ایک سے بولا چالا معاف کرا رہے ہین ۔ اتنے مین دن نکل آیا ۔ شام کے لشکر مین ہل چل پڑ گئی ۔ سپاہی کمرین باندھ باندھ کر اور ہتھیار لگا لگا کر تیار ہونے لگے ۔

کہتے ہین کہ قیامت محرم کی دسوین تاریخ ہوگی اور روز جمعہ کا ہوگا ۔ آج اوس کا نمونہ نظر آرہا ہے ۔ تاریخ بھی محرم کی دسوین ہے ۔ اور روز بھی جمعہ کا ہے ۔ کربلا کے مسافرون پر وہ مصیبت ہے کہ جس کا بیان نہین ہوسکتا ۔ آج تیسرا دن ہے کسی کو پانی نہین ملا ۔ حالانکہ لب نہر اوتر رہے ہین ۔ جو بات تعجب کی ضرب المثل تھی کہ "دریا مین پیاسے" وہ مثال ان پر صادق آگئی ۔

سپہ سالار فوج نے پانچ سو سوارون کا پہرہ نہر پر بٹھا دیا ہے کہ خبردار! کربلا کے مسافر پانی لینے نہ پائین ۔ جو کوئی نہر پر آئے اوس کو وہین ٹھنڈا کر دو ۔

یہ لوگ سب کے سب بھوکے اور پیاسے ہین ۔ گرمی کی بے انتہا شدت ہے ۔ پیاس کے مارے ہونٹھ منہ سوکھ گئے ہین ۔ اس وقت اون کی حالت کیسی تھی ؟ ہم کچھ نہین کہہ سکتے اوس کا اندازہ تو وہی لوگ

خوب کر سکینگے جنکو غلٹرون مین چھنا ہوا اور برف سے ٹھنڈا کیا ہوا پانی گلاب اور کیوڑا ڈال کر پینے کو ملتا ہے اور پھر بھی گرمیون کے موسم مین اون کی تشنگی رفع نہین ہوتی ۔ حریم اہل بیت رسول مین ایک کہرام مچا ہوا ہے ۔ ان سمجھ بچے پانی کو ترس ترس کر نڈھال ہو رہے ہین ۔ کوئی بیہوش پڑا ہے کوئی سسک رہا ہے ۔ مائین اون کو گلے لگا لگا کر رو رہی ہین ۔ اور آسمان کی طرف ہاتھ اوٹھا اوٹھا کر دعائین مانگ رہی ہین کہ "خداوندا! اگر زمین کا پانی ہمارے لیے بند ہو گیا ہے تو آسمان سے برسا دے تجھے سب طرح کی قدرت ہے ۔"

علی اوسط امام زین العابدین کا بخار سے برا حال ہے ۔ ضعف بڑھ گیا ہے ۔ گھڑی گھڑی غش آ رہا ہے بیہوش پڑے ہین ۔ اون کی پھوپی بی بی زینب گھبرائی ہوئی ادھر اودھر دوڑتی پھرتی ہین ۔ کچھ بن نہین آتا ۔ اون کے دل کی کیفیت کون بتا سکتا ہے ؟ ایک مصیبت زدہ ستم رسیدہ بے کس عورت کیا کر سکتی ہے جس کے ہوش و حواس قائم نہون ۔ جس کو خود اپنی ذات کی خبر نہو وہ کسی دوسرے کی خبر کیا لے سکتا ہے ؟ عالم مسافرت مین طبیب کیسا ؟ دوا کہان ؟ پانی تک کا تو ٹھکانا نہین ۔ اور ان سب باتون پر طرہ یہ کہ اطمینان بھی نہین ۔ باہر مردون پر ایک دوسری مصیبت ہے ۔ مرنے کے سامان ہو رہے ہین تمام عشرات الارض تلوارین اور برچھیان تول تول کر ایک ایک کے قتل پر آمادہ ہو رہے ہین ۔ آنکھون مین موت پھر رہی ہے ۔ کسی کو بچنے کی امید نہین ۔

اتنے مین عمر ابن سعد فوج کو لیکر میدان مین آ پہونچا ۔ اور صف بندی کرنے لگا ۔ میمنہ پر ابن حجاج کو اور میسرہ پر شمر کو مقرر کیا ۔ سوارون کی کمان عزرۃ ابن قیس کو اور پیدلی کی شبیث بن ربعی کو دی ۔ اپنے غلام وردید کو علم دیا ۔ جنگ کے نقارے بجنے لگے ۔ فوجی باجون سے تمام میدان گونج اوٹھا اور ایک ہنگامہ برپا ہو گیا ۔

حضرت امام حسین نے دیکھا کہ مخالفین بالکل جنگ پر تل گئے ہین اور اب بجز لڑنے کے گریز نہین ہے تو آپ نے بھی اپنے لوگون کو جن مین کل بتیس سوار اور چالیس پیدل تھے میدان مین نکلنے کا حکم دیا ۔ میمنہ پر زہیر ابن القین کو اور میسرہ پر حبیب ابن مظاہر کو مقرر فرمایا ۔ اور اپنے بھائی علی عباس کو علم عنایت کیا ۔ حرم سرا کے اطراف خندق جو پہلے سے کھودی گئی تھی اوس مین آگ روشن کرادی گئی ۔

موافق فرمان حضرت کے یہ قلیل جماعت حرم سرا کو پس پشت کرکے فوج مخالف کے مقابل پر باندھ کر کھڑی ہو گئی ۔ جب یہ سب ہو چکا تو حضرت نے بھی جناب رسول خدا کا عمامہ سر پر باندھ کر قرآن شریف کو گلے مین حائل کیا ۔ پھر سوار ہو کر میدان مین تشریف لائے ۔ اور دونون ہاتھ اوٹھا کر یہ دعا پڑھی کہ "اللھم ثقتی فی کل کرب ورجائی فی کل شدۃ" اس کے بعد گھوڑے سے اوتر کر ناقہ پر سوار ہوئے اور فوج مخالف کے سامنے کھڑے ہو کر بآواز بلند فرمایا کہ "ای لوگو! مین تم کو قسم دیتا ہون ۔ سچ کہو مین کون ہون! تم مجھے پہچانتے ہو؟ سنو ۔ مین تمہارے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسا ہون ۔ میری

مان فاطمہ زہرا رسول خدا کی بیٹی ہین ۔ میرے باپ علی مرتضیٰ ہین ۔ میرے چچا جعفر طیار اور میرے دادا اسد حمزہ ہین ۔ میرے سے تمہارے پیغمبر کا کوئی نواسا اور کوئی اون کا جانشین دنیا مین نہین ہے ۔ تم نے سنا ہے ؟ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنا فرزند کہا ہے اور میرے حق مین بشارت دی ہے کہ مین سردار ہون جوانان اہل بہشت کا اور مین پھول ہون پیغمبر کے باغ کا ۔ اگر اس مین کچھ شک ہو تو جابر ابن عبد اللہ اور ابو سعید خدری اور سہل ابن سعد اور زید ابن ارقم اور انس ابن مالک اور دوسرے اصحاب رسول سے جو اب تک زندہ ہین پوچھ لو ۔ خدا جانتا ہے کہ جب سے مین نے ہوش سنبھالا ہے کبھی جھوٹھ نہین بولا ہے ۔ ذرا تو اپنے دل مین سوچو اور انصاف کی نظر سے دیکھو ۔ آیا تم کو مناسب ہے کہ میرے قتل پر کمر باندھو ؟ اور میرے ساتھ جنگ کرنے کے لیے ہتھیار اوٹھاو ؟ کیا تم کو خدا کا خوف نہین ہے ؟ اگر خدا کا خوف ہے تو کس لیے میری قتل کا ارادہ کرتے ہو ؟ اور کون سی دلیل سے میرا خون حلال جانتے ہو ؟ دوسری قومون کو دیکھو کہ وہ اپنے پیغمبرون کی اولاد کی کیسی قدر کرتی ہین اولاد تو بہت بڑی چیز ہے ۔ اگر اپنے پیغمبر کی کوئی نشانی اون کو مل جاتی ہے تو اوس کی عزت کرتے ہین اور تبرک جانتے ہین ۔

(اتنا کہہ کر ناقہ کو بٹھا دیا اور عقبہ ابن سمعان سے فرمایا کہ اس کے زانو باندھ دو ۔ پھر اون لوگون کی طرف مخاطب ہو کر کہا)

مجھے بتاو کہ آیا مین نے تمہارے کسی آدمی کو جان سے مارا ہے ؟ جس کا بدلا لیا چاہتے ہو ۔ یا کسی کو زخمی کیا ہے ؟ یا کسی کا مال لوٹ لیا ہے ؟ جب کہ

[illegible] ایک بھی میرے [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible]
[illegible] ہو [illegible] کرتے ہو [illegible] خدا سے ڈرو! اپنے پیغمبر کی شرم
کرو۔ قیامت کے روز خدا کو کیا منہ دکھاؤ گے؟ پیغمبر کے سامنے کیا منہ لیکر
جاؤ گے؟ اور اون سے کیا کہکر خدا کی پناہ طلب کرو گے؟

(سب خاموش ہین کوئی جواب نہین دیتا۔ پھر تو حضرت نے ایک ایک کا
نام لیکر پکارا۔) اے شیث ابن ربعی! اے حجاز ابن ابجر! اے قیس
ابن اشعث! اے زید ابن حارث! تم نے میرے ساتھ اپنی عقیدت
اور اپنا اخلاص جتاکر بہت ہی اصرار سے مجھے بلایا اور میری طلب مین سیکڑون
خط لکھے۔ کیا دنیا مین یہی دستور ہے؟ کہ کسی کو مہمان بلاکر قتل کر ڈالین
اور خصوصاً اوس شخص کو جو اپنے پیغمبر کی اولاد ہو۔

(اونہون نے جواب دیا کہ ہم کچھ نہین جانتے۔) آپ نے فرمایا۔
خیر۔ جو کچھ تم نے کہا ہے اور لکھا ہے اوس کو خدا تو جانتا ہے۔ اب بھی
کچھ نہین گیا۔ اگر تم کو میرا آنا گوارا نہو تو مجھ سے کہدو۔ مین واپس چلا جاتا
ہون۔ ناحق مجھ پر تلوار کیون اوٹھاتے ہو۔ مین کچھ تم سے لڑنے نہین
آیا ہون۔

(قیس ابن اشعث نے کہا یزید کی بیعت کیون نہین کر لیتے۔ ابھی
یہ سب فساد مٹ جاتا ہے) حضرت نے فرمایا۔ قسم ہے اوس پاک پروردگار
کی۔ جس کے قبضہ قدرت مین میری جان ہے۔ میرا ہاتھ ایسا نہین ہے
جو کسی حاکم دنیا کے ہاتھ مین دیا جائے۔

(پھر آپ نے فوج کی طرف متوجہ ہو کر کہا) دیکھو! جو کچھ کہنا تھا وہ مین نے کہدیا۔ اور اپنی حجت کو تم پر تمام کر دیا ہے۔ اب میرے ذمہ تمہارا کوئی حق نہین رہا۔ اگر تم لوگ اپنے ارادہ سے باز نہ آوگے تو خدا تم سے راضی نہ ہوگا۔"

جب حضرت نے اپنی تقریر ختم کی اور کسی نے کچھ جواب نہ دیا تو آپ ناقہ سے اوتر کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور اپنی جماعت مین شریک ہو کر فوج مخالف کی طرف سے جنگ کی ابتدا ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ حضرت کی اس تقریر کا حُر کے دل پر بڑا اثر ہوا۔ اوس نے عمر ابن سعد کے پاس جا کر کہا۔ تم نے حسین کی گفتگو سنی؟ وہ کیا کہتے ہین۔ اوس نے کہا۔ ہان مین نے سنا۔ وہ ٹھیک کہتے ہین۔ حُر بولا۔ پھر کیون اون کی درخواست پر لحاظ نہین کیا جاتا؟ اگر اون کی درخواست قبول کر لی جائے تو یہ فتنہ دب جائے گا۔ عمر ابن سعد نے کہا۔ مین کیا کرون ابن زیاد نہین مانتا۔ وہ کوفیون کو گالیان دیتا ہے۔ حُر بولا۔ تو کیا اب حسین کے ساتھ لڑنا ٹھہر چکا؟ اوس نے کہا۔ ہان اب کچھ دیر نہین ہے۔

حُر بے دل ہو کر وہان سے نکلا۔ اور اپنی سل پر آکر اپنے بھائی سے کہا کہ مین حسین سے مقابلہ کرتے ڈرتا ہون۔ وہ ہمارے پیغمبر کے نواسے ہین۔ اس مین پیغمبر کی ناخوشی ضرور ہوگی۔ اور جب پیغمبر ناخوش ہونگے تو خدا کب خوش ہوگا۔ خدا کی ناخوشی کا نتیجہ دوزخ مین جانا ہے۔ مین تو حسین کی طرف جاتا ہون۔ تم اپنی رائے کے مختار ہو جدہر چاہو اودھر جاؤ۔

مصعب ابن یزید (حر کا بھائی) نے کہا۔ بہت صحیح کہتے ہو۔ مین بھی تمہارے ساتھ ہون۔ علی ابن حُر نے کہا۔ مین بھی۔

غرض یہ تینون فوج سے باہر نکلے۔ اور گھوڑون کو پانی پلانے کے بہانہ سے نہر کی طرف بڑھے۔ ان کے پیچھے ان کا غلام عزہ بھی ہو لیا۔ یہ چارون گھوڑون کو چھوڑ دے کر حضرت کے کیمپ مین داخل ہو گئے۔ حُر گھوڑے سے اوتر کر حضرت کے قدمون پر گر پڑا۔ اور کہا۔ "مین بڑا قصور مند ہون۔ مین ہی آپ کو روک کر اس جنگل مین لایا اور واپس جانے نہین دیا۔ گویا مین ہی اس فساد کا بانی ہوا۔ مین نہین جانتا تھا کہ یہ لوگ سچ مچ آپ سے لڑینگے اور اپنی آخرت خراب کرینگے۔ اب یہ فرمائیے کہ خدا میری اس تقصیر کو معاف کرے گا یا نہین۔ مین توبہ کر کے آپ کی طرف رجوع ہوا ہون۔ اس گھر سے کوئی ناامید نہین پھرا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر آپ میرا قصور معاف کرینگے تو خدا بھی معاف کرے گا۔"

حضرت نے اوس کو دعا دی اور فرمایا کہ "توبہ کا دروازہ کھلا ہے خدا کے پاس تیری توبہ قبول ہو گی اور تو دونون جہان مین "حُر" یعنے آزاد رہے گا۔ سچ ہے کہ "من یھدی اللہ فلا مضل لہ" (جس کو خدا ہدایت کرتا ہے اوس کو کوئی گمراہ نہین کر سکتا)"

اتنی بڑی بیالیس ہزار کی فوج مین صرف ایک حُر ہی کو یہ دولت نصیب ہوئی۔ اگر اس کی تقدیر کی قسم کھائی جائے تو بجا ہے۔ ایسے نازک

وقت میں ایسی بری صحبت میں سے بچکر نکلنا بڑے دل کا کام ہے اے
خدا! حر سب کا دل ایسا ہی کر۔ آمین!

اس وقت حر کے دل کی خوشی کون بتا سکتا ہے؟ خود اوس سے پوچھنا
چاہیے۔ یہ تمام ہنگامہ اوس کی نظر میں بچون کا کھیل ہو گیا۔ پہلے سے
یہ خود بھی نامور سپاہی تھا۔ اب اوس پر حضرت کی بشارت نے اوس کے دل
کے ساتھ وہ کام کیا جو سونے کے ساتھ سوہاگا کرتا ہے۔

اوس نے فوج مخالف کی طرف رخ کرکے کہا "اے کوفیو! تم پر خدا کی
مار۔ تم نے یہ کیا کیا؟ اپنے پیغمبر کے فرزند کو بلا کر اون کے ساتھ اپنی
عقیدت کا اظہار اور جان نثاری کا اقرار کرکے جنگل میں تنہا چھوڑ دیا۔
نہیں نہیں۔ میں نے غلط کہا۔ تم خود اون سے لڑنے کو کھڑے ہو گئے۔
اور اون کے قتل کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ اب اون کو واپس بھی
جانے نہیں دیتے۔ گویا وہ تمہارے قیدی بن گئے۔ پھر اتنا ہی نہیں۔
ارے! یہ نہر فرات جس کا پانی دوست دشمن۔ مسلمان کافر۔ انسان
حیوان سب برابر پیتے ہیں۔ ان کے لیے اوس کو بھی بند کر دیا۔ ذرا
تو دل میں سوچو۔ تین دن سے اہل بیت رسول پیاس کے مارے بیتاب
اور گھونٹ بھر پانی کو محتاج ہو رہے ہیں۔ تم اون کو پینے نہیں دیتے۔
اس ظلم کی کوئی حد بھی ہے؟ افسوس! ایسی بری کوئی قوم دنیا میں نہ ہوگی۔
میں نہیں کہہ سکتا کہ خدا تمہارے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ اور قیامت
کے روز تمہارا کیا حال ہوگا۔"

حر نے اپنی تقریر ختم کی تو لشکریوں نے کہا۔ "اے حر! کیا تجھے حاکم کوفہ نے اس لیے بھیجا تھا کہ عین وقت پر نمک حرامی کرے؟ تجھے تو لازم تھا کہ جیسا سب کے ساتھ اس مہم کے لیے مامور ہوا تھا ویسا ہی سب سے پہلے حسین کا فیصلہ کرتا۔ نہ یہ کہ خود باغی بنکر دوسروں کو بغاوت کے لیے اغوا دیتا۔"

حر نے دیکھا کہ ان لوگوں کے دلوں پر میری تقریر کا کچھ بھی اثر نہیں ہوا تو پلٹ کر حضرت کے پاس آگیا۔

اس کے بعد بریر ابن حصیر نے آگے بڑھ کر کہا۔ "اے قوم! خدا سے ڈرو۔ اپنے پیغمبر کی وصیت کو یاد کرو جو فرمایا ہے کہ "انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی۔" یہ وصیت کیا ہے؟ یہ تم پر ایک بار ہے۔ اب تمہیں کہو کہ یہ بار تمہارے سر سے کیسے اوتر سکتا ہے؟ جب تک کہ تم اون کی اولاد کے ساتھ اپنے حسن عقیدت کا اظہار نکرو۔ جس روز تم حوض کوثر پر اپنے پیغمبر سے ملوگے اور وہ تم سے پوچھینگے تو کیا جواب دوگے؟ کیا یہی کہوگے کہ ہم نے حسین کو بہت ہی مضبوط قول و قرار کے ساتھ خدا کو گواہ رکھہ کر بلایا اور اون کی طلب میں سیکڑوں خط لکھے۔ جب وہ ہمارے عہد و پیمان پر اعتبار کرکے ہمارے پاس آئے تو ہم نے اون کو دشمنوں کے حوالے کر دیا۔ اور اتنا ہی نہیں۔ بلکہ ہم نے بھی اون کو اذیت پہونچانے میں دشمنوں کا ساتھ دیا۔ ذرا تو شرماؤ۔ تم نے نہ صرف اپنے پیغمبر کی وصیت کو بھلا دیا بلکہ خود اپنے عہد و پیمان کو بھی بالائے طاق رکھدیا۔ انصاف

شرط ہے کہ جب اس ندی کے پانی پر اہل بیت رسول کا حق نہیں ہے تو قیامت کے روز حوض کوثر پر تمہارا کس طرح حق ہوگا ۔ اور جب تم پیغمبر کی امت کے خلاف عمل کروگے تو اون کی شفاعت کے کیونکر مستحق ہوگے ۔ "

اہل شام کے دلون پر اس تقریر سے بجائے اس کے کہ نور ایمان چمکتا اور زیادہ اندھیرا چھا گیا ۔ جس طرح ابر سیاہ چو طرف سے اومنڈ کر آتا ہے اور قطرہ افشانی کرتا ہے اوسی طرح یہ لوگ بریر پر ٹوٹ کر آئے اور تیر باری کرنے لگے ۔ لہذا یہ بھی بہ مجبوری واپس آگئے ۔

اب زہیر ابن قین بجلی گھوڑے پر سوار ہوکر آگے بڑھے ۔ اور کہنے لگے ۔ "اے سپاہ شام ! سنو ! ہر ایک مسلمان کا حق ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ کسی ایسے امر کے اظہار مین دریغ نکرے جس مین اوس کی بھلائی متصور ہو ۔ چونکہ ہم اور تم دونون مسلمان بھائی بھائی ہین ۔ اور اس کے علاوہ آپس مین برادری کا رشتہ اور ہم وطنی کا واسطہ بھی ہے اس لیے مجھے اس بات کے کہنے مین اوس وقت تک کوئی امر مانع نہین ہے جب تک کہ تلوار میان مین ہے ۔ اور جب کہ تلوار میان سے نکل جائے گی تو یہ سب باتین رہ جائینگی ۔ نہ محبت والفت کام دے گی نہ قرابت واخوات پیش آئیگی ۔ خوب سمجھو کہ خدائے تعالے نے تم کو اور ہم کو اپنے پیغمبر کی اولاد کے ساتھ وابستہ کیا ہے ۔ اور ہمارے پیغمبر نے اپنے اہل بیت کو ہمارے ہاتھون مین بطور امانت کے رکھا ہے ۔ پس ہمارا یہ ایک فرض مذہبی ہے کہ اون کے حقوق کی ادائی مین رعایت اور

اون کے ضرر کے دفع کرنے مین حمایت کرین ۔ اون کے ساتھ برائی سے پیش آنا کسی مسلمان کو جائز نہین ۔ اس مین خدا کی ناراضی اور پیغمبر کی ناخوشی ہے ۔ دیکھو! یہ شخص جو تمہارے سامنے کھڑا ہے تمہارے پیغمبر کا لخت جگر ۔ تمہارے ہادی کا نور نظر ہے ۔ تمہین نے اون کو بلایا اور اب تمہین نے اون کو دشمن کے سپرد کر دیا ۔ افسوس ہے کہ تم نے عرب کی شرافت مین بٹہ لگا دیا ۔ عرب کی شرافت اور حمیت کیا اسی بات کی مقتضی ہے کہ اپنے مہمان کو ۔ اپنے پیغمبر کے دل و جان کو یون فریب دیکر تباہ کرے ؟ اگر تم کو آخرت کی پروا نہین ہے تو کیا دنیا کی بھی لاج نہین ؟ تم کو غور کرنا چاہیے کہ حسین کی مدد کرنا کیا ملحاظ دنیاوی شرافت کے اور کیا بپاس اسلامی عزت کی کل مسلمانون پر واجب ہے ۔ (زہیر کی تقریر یہانتک پہونچی تھی کہ شمر ایک تیر چلا کر بیچ مین بول اوٹھا کہ بس بس بہت باتین نہ بناؤ ۔ ہم کو تمہارا فریب معلوم ہے ۔ دیکھو تو سہی کہ تم کو اور تمہارے ساتھ والون کو سب کو فنا کر دیتا ہون ۔ زہیر نے کہا ۔ مین تیری طرف مخاطب نہین ہون ۔ تو ایک جنگلی جانور ہے ۔ تو نہ خدا کو جانتا ہی نہ پیغمبر کو پہچانتا ہی ۔ تو تو اس لائق ہی کہ ہمیشہ دوزخ کا کندہ بنکر جلتا رہے ۔) پھر لوگون کی طرف متوجہ ہو کر کہا ۔ اے لوگو! تم اس حیوان کی حرکات کا خیال نکرو ۔ یہ تمہاری آخرت کو خراب کرنے والا ہے ۔ جو لوگ پیغمبر کی اولاد کا خون بہائینگے اور اون کی مدد کرنیوالون کو قتل کرینگے اون کو پیغمبر کی شفاعت نصیب نہو گی ۔ ،،

اس عرصہ مین حضرت نے زہیر کو اپنے پاس بلا لیا ۔ اور فرمایا کہ بس کرو تم نے شرط نصیحت پوری کر دی ۔

سعید ابن عابد سے روایت ہے کہ ایک شخص سعید ابن جبیر سے سپاہ شام سے آگے بڑھ کر خندق میں آگ دہکتی ہوئی دیکھی تو پکار کر کہا "اے سعید! قیامت آنے کے پیشتر ہی تم نے دنیا میں اپنے لیے آگ سلگا رکھی ہے"

حضرت نے پوچھا یہ کون ہے؟ کسی نے عرض کیا کہ یہ ابن جریر ہے۔ آپ نے فرمایا "ای پروردگار! اس نے بڑا سخت کلمہ کہا ہے اس کو آگ میں جلا دے"۔ بس زبان سے اتنا نکلنا تھا کہ اوس کا گھوڑا بھڑکا اور جا کر خندق میں گر پڑا۔ گھوڑا اور سوار دونوں جلکر خاک ہو گئے۔

حضرت کے اصحاب نے اس کیفیت کو دیکھ کر نعرہ تکبیر مارا اور خوش ہو کر آپس میں کہا "سبحان اللہ! اس دعا کے لیے گویا قبولیت سامنے ہاتھ باندھے کھڑی تھی"۔

اسی طرح محمد ابن اشعث نے بطریق استہزا کہا کہ "اے حسین جیسا تم کو اپنی مستورات کے پردے کا خیال رہتا ہے ایسا دوسروں کو کم رہتا ہے"۔ اس میں یہ کنایہ تھا کہ دیکھو اب تمہاری عورتوں کا پردہ کیسا رہتا ہے۔ ماشاءاللہ! کیا ایمان ہے۔ اہل بیت رسول کی پردہ داری پر ٹھٹھا کیا جاتا ہے۔ اور پھر اونہیں سے مغفرت کی امید بھی کی جاتی ہے۔ اس کے جواب میں حضرت نے یہ آیت پڑھی کہ "ان اللہ اصطفے آدم و نوحا و آل ابراہیم و آل عمران علی العالمین۔ ذریۃ بعضہا من بعض۔" بے شک خدا نے بزرگی دی ہے آدم کو اور نوح کو اور آل ابراہیم کو اور آل عمران کو تمام مخلوق پر۔ بعض کی اولاد کو بعض سے۔ یعنے اون کی اولاد میں بھی بعض بعض بزرگ تر ہیں۔ اور

فرمایا کہ قسم خدا کی محمد رسول اللہ ابراہیمؑ کی اولاد مین ہین اور ہم اہل بیت آل محمد ہین ۔ پھر بارگاہ کبریائی مین دعا کی کہ اے پروردگار! آج محمد ابن اشعث کو ایسی ذلت دے جو دوسرون کے لیے باعث عبرت ہو "

لکھا ہے کہ اوسی وقت اوس کے پیٹ مین درد اوٹھا ۔ اور قضائے حاجت کے لیے لشکر سے باہر ہوا ۔ جب بیٹھا تو ایک بچھو نے نازک جائے پر اوسکے ڈنک مارا ۔ وہ بچھو کیا تھا خدا کا ایک قہر تھا جس کے صدمے سے اوس کے ہوش اوڑ گئے ۔ چیخین مار مار کر روتا تھا اور برہنہ نجاست مین لوٹتا تھا ۔ یہان تک کہ اوسی حالت مین دم نکل گیا ۔ لوگ اوس کو دیکھ دیکھ کر انگشت بدندان ہوتے تھے ۔ اور افسوس کرتے ۔

عمر ابن سعد نے دیکھا کہ باتون باتون مین وقت ضائع ہو رہا ہے تو وہ آگے بڑھا اور آستین چڑھا کر ایک تیر حضرت کی طرف چلایا ۔ اور پکار کر کہا ۔ اے لشکریان شام! تم سب گواہ رہو کہ سب سے پہلے جس نے حسین پر تیر چلایا ہے اور جنگ کی ابتدا جس نے کی ہے وہ مین ہون ۔

ناظرین خیال کر سکتے ہین کہ اس وقت عمر ابن سعد کے سر مین کسقدر غرور ہے ۔ اور وہ اپنے آپ کو کیا سمجھتا ہے ۔ وہ اپنی حکومت کے نشہ مین اسقدر چور ہے کہ زمین و آسمان کچھ سوجھائی نہین دیتے ۔ اوس کی آنکھون پر غفلت کا پردہ پڑا ہوا ہے ۔ اگر اوس مین ذرا بھی ہوش ہوتا اور آنکھین کھلتین تو ہرگز ایسی بات اوس کے منہ سے نہ نکلتی ۔ اللہ جلشانہ کافرون کی نسبت فرماتا ہے کہ "ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم وعلی ابصارہم غشاوۃ ۔ ولہم عذاب عظیم"

(مہر کردی ہے خدا نے اون کے دلون پر اور اون کے کانون پر اور اون کی آنکھون پر پردہ ہے ۔ اور اون کے لیے بڑا بھاری عذاب ہے ۔)

لیکن افسوس ہے کہ شامت اعمال نے ان مسلمانون کو اوس کا مصداق بنا دیا۔ حضرت نے جو یہ حال دیکھا تو اپنے اصحاب و انصار سے فرمایا کہ "اب تم کو اجازت ہے ۔ ہمت و استقلال کے ساتھ ان کا مقابلہ کرو ۔ خدا کا غضب پچھلی قومون پر اوس وقت ہوا جبکہ اونھون نے اپنے پیغمبرون کو قتل کیا ۔ اور اب خدا کا غضب اس قوم پر ہوگا جو اپنے پیغمبر کے فرزند کو قتل کیا چاہتی ہے ۔"

حضرت کی اجازت پاتے ہی ہمارے بہادر غازیون کے چہرے سرخ ہو گئے ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جام شہادت کا نشہ ابھی سے چڑھ گیا ۔ ہر ایک کو یہی آرزو تھی کہ سب سے پہلے مین ہی دشمن کو لیکر لوٹ پوت ہو جاون ۔ مگر اس پیشقدمی مین بھی حضرت کی اجازت درکار تھی ۔ بس یہی ایک بات ایسی تھی جو مجبور کئے دیتی تھی ۔ سب حضرت کا منہ دیکھ رہے ہین اور اجازت کے منتظر ہین ۔

دسواں پان

جنت سے کچھ غرض ہے نہ مطلب ہے حور سے
پروانہ ہیں کہ لو ہے لگی شمع طور سے

پیش از انکہ کیفیت رزم لکھی جائے ایک بات بیان کر دینا ضرور ہے۔ تاکہ ہمارے ناظرین حضرت کے اصحاب وفا شعار اور انصار جان نثار کے جوش محبت اور صدق عقیدت سے بطور مشتے نمونہ از خروار واقف ہو جائیں جس وقت کوفہ میں حضرت کے مقابلہ کے واسطے فوج تیار ہو رہی تھی تو عبید اللہ ابن عمیر کلبی نے جو کوفہ کے قرب وجوار میں رہتے تھے اس امر کی خبر پاکر اپنی بیوی سے کہا کہ مجھے ایک مدت سے جہاد کرنے کا شوق ہے۔ ہمیشہ یہی آرزو رہی ہے کہ خدا کرے کہیں جہاد کا موقع آجائے اور میں خدا کی راہ میں اپنی جان نذر کر دوں۔ اب میں سنتا ہوں کہ امام حسین پر لشکر شام کی

چڑھائی ہوتی ہے ۔ اور کربلا کے جنگل مین اون کو روک دیا گیا ہے ۔ مین
خیال کرتا ہون کہ فرزند رسول کی شراکت و نیا کے ساتھ جہاد کرنے سے
بہتر ہے ۔ مین چاہتا ہون کہ امام حسین کے پاس چلا جاؤن ۔ اور اون
کی رفاقت مین اپنی جان تصدق کر دون ۔

عورت تھی نیکبخت ۔ (خدا اوس کو غریق رحمت کرے) بہت خوش ہوئی
اور اون کی رائے کی تائید کی ۔ اوس زمانہ مین اون کے فرزند وہب کی
شادی ہو کر اٹھارہ روز ہوئے تھے ۔ ماں کے سمجھانے سے بیٹا بھی راضی
ہو گیا ۔ دولھن بیچاری کیا کہہ سکتی تھی ؟ اب یہ چارون تیار ہو کر گھر سے
نکل کھڑے ہوئے ۔ ناظرین سمجھ گئے ہونگے کہ اب یہ لوگ پلٹ کر آ چکے ۔ اور
اپنے گھر کو آباد کر چکے ۔ اس وقت حضرت امام حسین کی رفاقت دنیا و دنیا
و مافیہا کو ترک کرنا ہے ۔ یہ کام اونہین لوگون کا ہے جنہون نے بموجب
اس حدیث کے "الدنیا جیفۃ و طالبہا کلاب" دنیا کی زندگی کو نفرت
کی نگاہ سے دیکھتے ہین ۔ چونکہ اوس وقت ابن زیاد کے حکم سے چار ہزار
کی چھاؤنی قادسیہ مین پڑی تھی ۔ اور کوفہ کو جانے آنے کے تمام
راستے بند کر دیئے گئے تھے ۔ لہذا ان لوگون کو گھر سے نکلنے مین بڑی
دقت ہوئی ۔ سب کی آنکھ بچا کر رات کو گھر سے نکلے اور رستہ چھوڑ کر
جنگل مین ٹھوکرین کھاتے ہوئے بہزار خرابی تین شبانہ روز مین کربلا پہونچے
اور حضرت کی خدمت مین حاضر ہو گئے ۔ جس روز یہ آئے اوس کے دوسرے
روز میدان کارزار گرم ہوا ۔

فوج مخالف سے دو شخص میدان مین آکر مرد مقابل طلب کرنے لگے تو پہلے
ہی عبید اللہ ابن عمیر کلبی حضرت سے اجازت لیکر اون کے سامنے گئے
اور اپنا نام و نسب بتایا۔ دونون کا مقابلہ ہوا۔ تلوار چلنے لگی۔ آپ
مین دونون کے ہاتھ اس لطف سے چلتے تھے کہ عزرائیل باوجودیکہ روح
قبض کرنے کو مامور ہو چکے تھے مگر تھوڑی دیر تماشے مین لگ گئے۔
آخر ہمارے بہادر چالاک غازی کی تلوار بجلی کا کام کر گئی۔ بازو پر جو گری تو
ہاتھ اور پہلو کو لیتی ہوئی دل و جگر سے نکل گئی۔ اوس کے ساتھی نے جو
پیچھے کھڑا ہوا مقابلہ کے پہلو سوچ رہا تھا ان کے ہاتھ روک کر حسرت کی
نظر سے پھڑکتی ہوئی لاش کے دیکھنے مین قابو پاکر جھجکتا ہوا ایک وار لگا
دیا جس سے ان کے ہاتھ کی اونگلیان کٹ گئین۔ مگر پھرتی کے ساتھ
پلٹ کر انھون نے ایک بھرپور ہاتھ مین اوس کا بھی کام تمام کر دیا۔ اور
اپنی شجاعت کے جوش مین مدہوش ہو کر رجز پڑھنے لگے۔ "ان تنکرونی
فانا ابن کلب۔ حسبی بیتی فی علیم حسب۔ انی امرؤ ذو مرة و غضب۔
ولست الخوار عند الکرب۔ انی زعیم لک ام وہب۔ بالطعن فیہم
قدما و الضرب۔ ضرب غلام مومن بالرب۔"

اس اثنا مین ان کی عورت ایک لٹھ لیکر دوڑی اور کہنے لگی کہ "میری
مان اور باپ تم پر سے قربان! یہ وقت اہل بیت رسول کی مدد کرنے کا
ہے ہاتھ نہ روکو۔ سب کو مار کر کہپا و کل پیغمبر کو منہ دکھانا ہے
سرخرو ہو کر جاؤ۔" اون کے خاوند کہتے ہین کہ "بیوی تم عورتون مین

جاکر بیٹھو ۔ یہان میدان جنگ مین تمہارا کیا کام ہے" ۔ مگر وہ بہادر بی بی مانتی نہین ۔ خاوند کا دامن پکڑی ہین اور کہتی ہین کہ "مین بھی تمہارے ساتھ جان دون گی ۔"

آخر خود حضرت نے کہلا بھیجا کہ عورتون کو جنگ کرنے کا حکم نہین ہے ۔ تم اس خیال سے باز آو ۔ عورتون مین آکر بیٹھو ۔ تب وہ بی بی بہ مجبوری میدان جنگ سے نکلین ۔ اور حریم اہل بیت مین جاکر بیٹھین ۔

حُر نے حضرت سے عرض کیا کہ "ای امام انس و جان ! ای مالک دو جہان ! سب سے پہلے مین ہی آپ کے مقابلہ مین آیا تھا ۔ لہذا مجھے اجازت دیجئے کہ پہلے مین ہی آپ پر جان فدا کرون" ۔

حضرت نے اوس کے معروضہ کو قبول فرمایا ۔ حُر نے میدان مین آکر تلوار جو کھینچی تو فریق مخالف کی آنکھین کھل گئین ۔ دیکھا کہ حضرت کا ایک ایک جان نثار ثانی رستم و اسفندیار ہے ۔ ان کا سامنا گویا ملک الموت کا سامنا ہے ۔ کسی کی اتنی ہمت نہین پڑتی کہ مقابلہ کرے ۔ اون کو صاف نظر آگیا کہ یہ لوگ جینے سے ہاتھ دھو چکے ہین ۔ اب ان کو ڈر کس بات کا ہے ۔ جب تک ہمارے بہت سے لوگ نہ مرینگے ان مین کا ایک بھی مارا نہ جائے گا ۔

آخر عمر ابن سعد کے حکم سے ابن حجاج اپنے میمنہ کی فوج کا پورا کالم بڑھا کر سامنے آیا ۔ اور پکار کر کہا ۔ "ای بہادران کوفہ ! یہ لوگ امیر شام کی مخالفت کرکے دین سے پھر گئے ہین ۔ ان کو قتل کر ڈالو" ۔

حضرت نے سنکر فرمایا ۔ "افسوس ہے کہ تم لوگون کو میرے ساتھ جنگ کرنے کی ترغیب دیتے ہو ۔ اور مجھے دین سے بیگانہ بتاتے ہو ۔ انشاءاللہ بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ جب تن سے روح نکل جائے گی تو دوزخ مین کون جلتا ہوگا"

مگر سنتا کون تھا ؟ اپنے افسر کے حکم پر آگے بڑھ ہی گئے ۔ اون کو ذرا بھی خیال نہ آیا کہ یہ حملہ کس پر کیا جاتا ہے ۔ یہ تو وہی ہین جنکو پیغمبر نے اپنی گودی مین کھلایا تھا ۔ اور جنکو ہم نے سیکڑون خط لکھہ کر بڑی آرزو سے مہمان بلایا تھا ۔

جب انصار جان نثار نے دیکھا کہ یہ لوگ رکتے نہین ہین تو یہ بھی سب کے سب سیدھے ہو گئے ۔ اور دل کھولکر ایسا مقابلہ کیا کہ باید و شاید ۔ دست بدست کی جنگ تھی ۔ وہ تلوار چلی ہے کہ فریق مقابل کے چھکے چھوٹ گئے ۔ ان بھوکے شیرون نے پانچ ہی منٹ مین سب کے ہوش اوڑا دئے ۔ اون کو بجز بھاگنے کے کچھ بن نہ پڑا ۔ اور بھاگے بھی تو ایسے بدحواس کہ یہان گرے وہان گرے سر کہین پانون کہین ۔ ہمارے بہادر غازیون کی تلوار نے اون کو اچھی طرح بھاگنے بھی نہ دیا ۔ اتنے بڑے معرکہ خونریزی مین جہان صدہا مقتولون کا کھیت تھا ادھر والون مین کا صرف ایک گرا تھا ۔ پلٹ کر دیکھتے ہین تو مسلم بن عوسجہ زخمون مین چور بے ہوش پڑے ہین ۔ اور حضرت اون کے سرہانے کھڑے ہین ۔ اون کی عمر کا یہ آخری وقت تھا جس مین وہ خدا سے اپنی لو لگائے

ہوئے تھے ۔ اون کے طالع بیدار نے جب اونہین جگایا تو حضرت کے جمال مبارک سے مشرف ہوئے ۔ یا یون کہئے کہ دیدار خدا نصیب ہوا ۔ پھر کچھ نہ تھا ۔ حضرت کے وفادار جان نثارون مین وہ بزرگوار ہین جنہون نے سب سے پہلے بہشت کی سیر کی ۔

ان کے بعد بریر ابن حصیر ہمدانی نے حضرت کی اجازت لیکر میدان مین قدم رکھا ۔ یہ صاحب ایک زاہد برگزیدہ بزرگ سن رسیدہ تھے ۔ ان کے مقابلہ کو یزید بن معقل آیا ۔ اوس کو اپنی جوانی اور پہلوانی پر بڑا ناز تھا ۔ جب تلوارین میان سے نکلین اور چلنے لگین تو جوانی کی قلعی کھل گئی ۔ اور پہلوانی طاق پر رکھی رہی ۔ ان کی تلوار نے سارا دم و خم نکال دیا ۔ ایک ہاتھ مین چھہ ہاتھ پر سر جا پڑا ۔

پھر بحیر ابن اوس سے مقابلہ ہوا ۔ اس کے ساتھ بھی خوب جھاپٹی ہوئی ۔ مگر چونکہ ان کی عمر اسقدر زور آزمائی کی متحمل نہ تھی اور اوسپر بھی ایک کو مار کر تھک گئے تھے دشمن کا ہاتھ روک نہ سکا ۔ بحیر نے ثابت پاکر اون کا کام تمام کر دیا ۔

ان کے بعد وہب ابن عبید اللہ کلبی نے میدان کارزار مین جاکر شجاعت کی خوب داد دی ۔ یہ رجز پڑھتا تھا کہ "ان ینکرونی فانا ابن کلبی سوف تراني و ترون ضربي" اور حملہ کرتا تھا ۔ اوس کا حملہ ایسی بے جگری کا ہوتا تھا کہ کسی کو قدم جمانے کی مہلت نہین ملتی تھی ۔ اولئے پانون بھاگنا پڑتا تھا ۔ اس دوا دوش مین وہ موقع پاکر اپنی مان کے پاس آیا اور کہا

کیون اماں جان! میری لڑائی دیکھی؟ اور خوش ہوئین؟ اوس بہادر بی بی نے کہا۔ بیٹا! مین اوس وقت خوش ہونگی جبکہ تیری لاش حسین کے قدمون پر پڑی ہوئی دیکھونگی۔

ناظرین! آپ جانتے ہین کہ یہ شیر دل ایماندار نیک بی بی کون ہے؟ یہ وہی ہین کہ جو اپنے شوہر کے ساتھ میدان جنگ مین لٹھہ لے کر گئی تھین۔ اور اپنے شوہر عبید اللہ کلبی کو جنگ کی ترغیب دیتی تھین۔ انہین کا نام ام وہب ہے۔ یعنے ہمارے مجاہد وہب کی مان۔

پنجتن پاک کی محبت ان کے دل مین کتنی تھی؟ اس کا اندازہ ہم نہین کر سکتے۔ اپنے خاوند کو اور اپنے فرزند کو اس طرح کی ترغیب دینا اونہین کا حصہ تھا۔ کیا وہ نہین جانتی تھین؟ کہ خاوند کا اور فرزند کا قتل ہو جانا اون کی زندگی کو کسقدر نقصان پہونچانے والا ہے۔ افسوس ہے کہ ہمارا دل ایک عورت کے دل کے برابر بھی نہین ہے۔ ہم لوگ مرد ہو کر اہل بیت کی محبت اوتنی نہین جتا سکتے جتنی اوس ناکس دہن عورت نے جتائی ہے۔ اگر ہم اوس نیک بی بی کو ہزار جوانمردون سے بڑھ کر سمجھین تو کچھ بیجا نہو گا۔ وہ سعادت مند فرزند پھر دوبارہ میدان جنگ مین گیا اور اپنی مان کے کہنے کے موافق جان توڑ کر لڑنے لگا۔ یہان تک کہ اپنی جان دیدی اور اپنی مان کی آرزو پوری کر دی۔

کہتے ہین کہ جب وہب کی لاش میدان مین پڑی تڑپ رہی تھی اوسکی دولہن سے صبر نہو سکا۔ دوڑ کر لاش پر جا پڑی۔ ساس اوس کو واپس

لائے چلی تھی کہ کسی سپاہی نے بہو کو مار ڈالا ۔ اب دولہا اور دولہن دونون موت کے چھپر گھٹ مین باہم لپٹے ہوئے سو رہے ہین اور ساس اون کے سرہانے کھڑی رو رہی ہے ۔ یہ بھی ایک تماشا دیکھنے کے قابل ہو گیا ۔ رونے والے کو کون سمجھائے ؟

اس کے بعد عمر ابن خالد ازدی میدان مین کود پڑے ۔ اور خوب لڑے ۔ آخر کو شہید ہو گئے ۔

اون کے بعد اون کے فرزند خالد ابن عمر پہونچے ۔ اور فریق مخالف سے اپنے باپ کا بدلا خاطر خواہ لے کر اور جوانمردی کی داد دے کر بہشت کو روانہ ہوئے ۔

حضرت کے جان نثارون مین اب تک جتنے لوگ شہید ہوئے اون کی جائے خالی ہو گئی ۔ ان خوش قسمتون کو تو اس سے بہتر جائے حضرت کے دل مین یا خدا کے پاس مل گئی ۔ لیکن دشمنون کے لیے اوسی طور پر جائے کی قلت ہے جیسی کہ پیشتر تھی ۔ باوجودیکہ ایک جماعت کثیر دنیا سے کوچ کر گئی تھی ۔ پھر بھی اون کی اتنی کثرت ہے کہ ایک پر ایک گرے پڑتے ہین ۔ کربلا کا جنگل اون کے لیے حشر کا میدان ہو گیا ہے ۔ ان حشرات الارض کو خدا ہی فنا کرے تو کرے ۔ بیچارے مجاہدین تو کم کم ہو چلے ہین ۔ اب ان کی بہتری غیر ممکن معلوم ہوتی ہے ۔

اس کے بعد سعید ابن حنظلہ تمیمی حضرت سے اجازت لے کر نکلے ۔ یہ صاحب بہت ذی وقار تھے ۔ سب لوگ ان کی بڑی عزت کرتے تھے ۔

جب یہ میدان مین آکر فوج مخالف پر جھکے ہین تو ایک تہلکہ پڑ گیا ۔ سپاہیون کے حواس باختہ ہو گئے ۔ یہ رجز پڑہتے تھے کہ " صبراً علی الاسیاف والسنہ صبراً علی الذی حول الجنہ " اور تلوار لگاتے تھے ۔ کس نے شمار کیا ہے کہ ان کے ہاتھ سے کتنے قتل ہوئے ؟ مگر بہت سی لاشین پڑی تھین اور سامنے ایک بھی کھڑا نہ تھا ۔

شمر نے جو یہ کیفیت دیکھی تو اپنے میسرہ کا کالم بڑھا کر حملہ کر دیا ۔ اصحاب شجاعت مآب پھر اکھٹے ہو کر سامنے آگئے ۔ یہ حملہ پیشتر کے حملہ سے زیادہ سخت تھا ۔ کیونکہ اس کالم کا افسر شمر تھا ۔ اوس کے سینہ مین سب سے زیادہ عداوت کی آگ بھڑک رہی تھی ۔ وہ چاہتا تھا کہ اس آگ کو اہل بیت کے خون سے بجھائے ۔ لیکن حضرت کے وفادار جان نثارون نے اوس کی خواہش کو پورا ہونے نہین دیا ۔ تلوارین کھینچ کھینچ کر آگے جو بڑھے تو حملہ آورون کی آنکھین بند کر دین ۔ بجلی کی چمک کون دیکھ سکتا ہے ؟ بجلی جب چمکتی ہے تو آنکھ خود بخود بند ہو جاتی ہے ۔ دشمن ہزار کوشش کرتے تھے کہ ان کو ہٹا کر اپنا راستہ صاف کر لین ۔ مگر کچھ نہ ہو سکتا تھا ۔ یہ لوگ پیچھے ہٹنے کے لیے آگے نہین بڑھے تھے ۔ جس طرح سمندر کی موجین پہاڑ سے ٹکر کھا کر پیچھے ہٹ جاتی ہین اوسی طرح غنیم کی فوج حملہ کرتی تھی اور پیچھے ہٹ جاتی تھی ۔ ان کی تلوار نے سب کو بتا دیا کہ میدان جنگ کچھ خالہ جی کا گھر نہین ہے ۔ یہان تو سر دینا پڑتا ہے ۔ حرکت مذبوحی کام نہین آتی ۔ تلوار کا سناٹا

ہوا کا بھی دم بند کیے دیتا تھا ۔ تمام میدان میں اسی کی ہوا بندھ گئی تھی وہ نہ سپر سے رکتی تھی نہ زرہ بکتر سے ۔ بدن سے یوں نکل جاتی تھی جیسے روح نکل جاتی ہے ۔

شمر نے جتنے دانت تیز کیے تھے وہ سب کھٹے ہو گئے ۔ آخر بھاگنا پڑا ۔ کچھ تو سیدھے عدم کا راستہ لیے ۔ کچھ دریا کے اوس پار ہو گئے ۔ غرض میدان جنگ خالی اور خدا کا فرمان پورا ہو گیا جو فرمایا ہے کہ "کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ" "بعض چھوٹی جماعت خدا کے حکم سے بڑی جماعت کو زک دیدیتی ہے"

ہمارے فتح نصیب غازی سب کے سب صحیح و سلامت پلٹ کر حضرت کے پاس آ گئے ۔ اوس وقت جو خوف و ہراس افسران فوج کے دلوں میں سمایا تھا اوس کے بیان کرنے کی حاجت نہیں ۔ سب کے ہوش و حواس غائب تھے ۔ چہروں پر مایوسی چھا گئی تھی ۔ عالم حیرت میں صورت تصویر خاموش کھڑے تھے ۔ اس چھوٹی سی خدا دوست جماعت پر کامیابی کی امید کوسوں دور نظر آتی تھی ۔

عمر ابن سعد نے جب فوج کا یہ حال دیکھا تو سوچنے لگا کہ اب کیا تدبیر کرنی چاہیے جس سے اس جماعت پر قابو چلے ۔ اگر باضابطہ جنگ کی جائے تو امید نہیں کہ ہماری فوج ان کے مقابلہ میں ٹھیر سکے ۔ آخر الامر اوس نے حکم دیا کہ پانچسو تیر انداز تیر اندازی کریں ۔

اس حکم کے موافق حضرت کی جماعت پر تیروں کا مینہہ برسنے لگا ۔ ہمیں

بہت سے گھوڑے ضائع ہو گئے ۔ انصار تہور شعار نے جو یہ حال دیکھا تو بہت جھلائے اور پیادہ پا مقابلہ کرنے کو آمادہ ہوئے ۔ جو شخص سب سے پہلے اب کی دفعہ پیادہ پا میدان جنگ مین نکلا وہ بہادر "حر" تہا ۔ وہ سپاہ دشمن پر حملہ کرتے وقت یہ رجز پڑہتا تہا کہ "ان تعقروا بی فانا ابن الحر ۔ اشجع من ذی لبدۃ ہزبر" میدان جنگ گویا حر کی شکارگاہ تہا ۔ جس کو تاکا پہر اوس کو جیتا نچہوڑا ۔ جس پر ہاتہہ پڑتا تہا وہ ڈہیر ہو جاتا تہا ۔ کسی کو اتنی جرات نہوتی تہی کہ مقابلہ مین آئے اور بازی لے جائے ۔

ایک طرف تو یہ ہنگامہ ہو رہا تہا ۔ دوسری طرف عمر ابن سعد کے حکم سے شمر نے حریم اہل بیت کا رخ کیا ۔ سپاہی خیمون کی رسیان کاٹنے لگے اور خود شمر نے حضرت کے خیمہ کو نیزہ سے پہاڑ ڈالا ۔ اور چاہتا تہا کہ اوس مین آگ لگا دے ۔

حرم اہل بیت جو اوس خیمہ مین تہین گہبرا کر باہر نکل پڑین ۔ زہیر ابن القین نے اپنے ساتہیون سے سمیت ایک سخت حملہ کر کے اون کو ہٹا یا ۔ اس مین ایک شخص شمر کی طرف کا مارا گیا ۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ ہمارے خیمے جلاتے ہین تو جلانے دو ۔ وہ ہمارے خیمے نہین جلاتے بلکہ وہ اپنے جسم و جان کو دوزخ مین جلاتے ہین ۔

اب دن ڈہل گیا ۔ نماز جمعہ کا وقت آگیا ۔ ہمارے نمازی پرہیزگار ناظرین کو تیار ہو جانا چاہیے ۔ حضرت امام حسین کی یہ آخری نماز ہے ۔

پھر ہم کو اون کے ساتھ نماز پڑھنے کا موقع کہان ملنے والا ہے ۔ لو! وہ سنو!
حضرت کے دائرہ مبارک مین اذان ہو رہی ہے ۔ مقتدیان سعادت آثار
متردد ہین کہ نماز اس وقت کیسے ادا ہوگی ۔ دشمن چارون طرف سے
حملہ کر رہے ہین ۔ دم لینے کی فرصت نہین

حضرت نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ ان لوگون سے کہو کہ ہمکو نماز پڑھ لینے
کی مہلت دین ۔ جب اون سے یہ بات کہی گئی تو حصین ابن نمیر نے
جواب دیا کہ اب نماز پڑھنے سے کیا فائدہ ہے ۔ تمہاری نماز کچھ قبول
نہین ہوتی ۔

اوس وقت حبیب ابن مظاہر کو غصہ آگیا ۔ اور کہا غضب خدا کا!
پیغمبر کے نواسے کی نماز قبول نہین ہوتی اور تم جیسے گدھون کی نماز
قبول ہوتی ہے ۔ ذرا تو خدا سے ڈرو!

اتنا کہہ کر تلوار کھینچی ۔ حالانکہ وہ بہت ضعیف اور نحیف تھے ۔
اون کی عمر اور اون کی ناتوانی اون کو جنگ و جدل کی اجازت نہین دیتی
تھی ۔ لیکن حضرت کی محبت کے جوش نے اون کو جوان بنا دیا ۔ اونہون
نے یہ رجز ۔ انا حبیب وابی مظہر ۔ فارس ہیجا وحرب مشقر ۔
وانتم اکثر عدۃ واکثر ۔ ونحن اوفی منکم واصبر ۔ ونحن اعلی حجۃ واظہر ۔
حقا واتقی منکم واطہر ۔ کہتے ہوئے دلیرانہ حملہ کر کے ایک سپاہی کو جان
سے مار ڈالا دوسرا جوان کی بازو پر کھڑا تھا اوس نے دھوکہ سے ایک وار
تلوار کا ان پر رسید کیا جس کے صدمہ سے یہ گر پڑے ۔ اوٹھنا چاہتے

تھے کہ حصین ابن نمیر نے لپک کر ایک وار اور لگایا ۔ اور ایک تیسرے نے اون کا سر کاٹ لیا ۔ ان کے شہید ہو جانے سے حضرت کو بڑا رنج ہوا ۔ یہ صاحب حضرت کے بچپن کے دوست تھے ۔

جبکہ افسران فوج سے نماز کی مہلت نہ ملی اور وہ بدستور جنگ پر مستعد رہے تو حضرت نے اپنے غلام سلیمان اور فیروزان کو اور جوبر غلام ابی ذر غفاری کو (جو حضرت کی خدمت مین بطریق ہدیہ آیا تھا اور حضرت نے اوس کو آزاد کر دیا تھا) نماز کی حفاظت کے لیے مامور کر کے خود اپنے اصحاب کے ساتھ نماز کو کھڑے ہو گئے ۔ جب تک نماز ہوتی رہی تینون آدمی میدان جنگ مین اپنے قدم جمائے رہے ۔ جو کچھ تیر و سنان کی بوچھار ہوتی یا تلوار کی مار پڑتی تھی اوس کے لیے اپنے جسمون کو سپر بنائے رہے ۔ یہان تک کہ حضرت کے نماز سے فارغ ہونے تک یہ تینون زخمون مین چور ہو کر فرش زمین بن گئے ۔

یہ نماز حالت خوف و اضطرار مین خدا خدا کر کے ادا ہوئی ۔ بعد فراغت نماز حضرت نے اون کی طرف توجہ فرمائی ۔ دیکھا تو کچھ رمق جان باقی تھی ۔ اور ہونٹھ ہل رہے تھے ۔ کسی نے اون سے سرگوشی کی تو یہ کہتے سنا کہ "خداوندا ! ہم تیرے پیغمبر کے نواسے کے غلام ہین ۔ ہم نے آج تک اپنے مقدور بھر اون کی خدمت گذاری مین کوتاہی نہین کی ہے ۔ اور اب جان بھی اونہین کے قدمون پر تصدق کرتے ہین ۔ اس کا معاوضہ ہم کچھ نہین چاہتے بجز اس کے کہ دوسرے عالم مین ہم کو ان کی خدمت نصیب ہو ۔

اور ہمیشہ ان کے غلام کہلائین " حضرت نے اون کے حق مین دعائے خیر فرمائی ۔

اس کے بعد حُر نے پھر میدان جنگ کا قصد کیا ۔ اور زہیر ابن القین بھی اوس کے ساتھ ہو گئے ۔ چونکہ اب جنگ کا منظر بدل گیا تھا اور مجاہدون کی قلت نے میمنہ اور میسرہ کا لحاظ باقی نہ رکھا تھا ۔ لہذا مقابلہ مین بے ترتیبی واقع ہو گئی ۔ ایک طرف حُر نے حملہ کیا تو دوسری طرف زہیر ابن القین جھک پڑے ۔ ہر ایک اپنی اپنی کوشش مین مصروف اور ایک دوسرے کے حال سے بے خبر ہو گیا ۔ ایسے اندھا دھند معرکہ مین جہان ہزارہا آدمی شمشیر بکف ہون کون کسی کی خبر لے سکتا ہے ؟ اور خصوص ایسے موقع مین جبکہ دو طرف دو ہو گئے ہون ۔ دونون کو یہی دُھن تھی کہ بس پہلے تو سب کو کاٹ کر پھینکدین ۔ دونون جری اور نامور سپاہی ۔ ایسے لوگ آگے پیچھے نہین دیکھا کرتے ۔ لڑنے سے کام ہے اور بس ۔ ہم نہین کہہ سکتے کہ ہمارے ان دونون بہادر غازیون نے صف اعدا پر کیسی قیامت ڈھائی ۔ مگر تلوار کی ایک جھنکار تھی کہ سنائی دیتی تھی ۔ آخر کو معلوم ہوا کہ حُر ایک غول مین گھر گیا ۔ اور دشمن چارون طرف سے اوس پر ٹوٹ پڑے جس مین اوس کا کام تمام ہو گیا ۔

پھر اوس کا بھائی مصعب اور اوس کا فرزند علی اور اوس کا غلام عزہ ایک کے بعد ایک میدان کارزار مین گئے اور خاطر خواہ لڑ بھڑ کر جام شہادت نوش کیے ۔ اس کے بعد عبد اللہ ابن عبد الرحمن یزنی میدان مین نکلے اور

اپنی شجاعت سے جوہر دکھا کر بہشت کو سدھارے ۔

ان کے بعد یحییٰ ابن سلیم مازنی نکلے ۔ انہوں نے بھی اپنا حق جان نثاری ادا کر کے بہشت کو رونق بخشی ۔

ان کے بعد مالک ابن مالک نکلے ۔ اور لڑتے لڑتے وہ بھی شہید ہو گئے ۔

ان کے بعد عمر ابن مطاع جعفی اور یزید ابن مہاجر نکلے اور اپنی بہادری کا ڈنکا میدان جنگ میں بجا کر ایک کے بعد ایک شہید ہو گئے ۔

اس کے بعد زہیر ابن القین نے دوبارہ میدان جنگ میں قدم رکھا ۔ اور تیغ و سنان سے خوب کام لیا ۔ اثنائے جنگ میں ایک تیر ایسا کاری اون کے لگا کہ جس کے صدمہ سے وہ گر پڑے ۔ اور گرے بھی تو حضرت کے قدموں کے پاس ہی گرے ۔ اوس وقت اون کے چہرہ کی بشاشت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی ۔ حضرت کے قدم پکڑے ہیں اور کہتے ہیں کہ "اُسی قدم کے طفیل سے ایک روز جناب رسول خدا کے سامنے جاؤں گا ۔ اور شفاعت کا خواستگار رہونگا ۔"

اتنے میں دو شخص فوج مخالف سے آگے بڑھے اور ان کو شہید کر ڈالا ۔

اس کے بعد نافع ابن ہلال نکلے ۔ ان کو فن تیر اندازی میں بڑی مشاقی تھی ۔ اور دور دور تک ان کا نام تھا ۔ ان کے پاس زہریلے تیر تھے ۔ انہوں نے اون تیروں سے بارہ آدمی دشمنوں کے مارے ۔ اور بہت سے لوگوں کو زخمی کیا ۔ یہ رجز پڑھتے تھے کہ "ارمی بہا معلما افواقہا ۔

والنفس لاینفعہا شقاقہا ۔ انا الحسین انا علی دین علی ۔ ،، اور تیر چلاتے تھے ۔ آخر دشمنون نے ہر طرف سے اون کو گھیر لیا ۔ انہون نے دیکھا کہ اب تیر سے کام نہین چلتا ۔ تلوار اوٹھا کر ایک طرف جھک پڑے اور بے انتہا کوشش کرنے لگے ۔ یہان تک کہ زخمون مین چور ہو گئے اور دونون ہاتھ کٹ گئے ۔ ایک آدمی گو وہ کیسا ہی دلاور کیون نہو ۔ ہزارون سے سر بر نہین ہو سکتا ۔ رستم کا نام سنتے ہین ۔ لیکن ہمارا ایک ایک غازی اگر سچ پوچھو تو رستم سے بڑھ کر تھا ۔ رستم کبھی تین دن بھوکا پیاسا رہکر اس طرح جان توڑ کر نہ لڑا ہوگا ۔ اور کسی جنگ مین بغیر مدد فوج شاہی کے اس قسم کی بے سر و سامانی اور مایوسی کی حالت مین کسی شاہی فوج سے مقابلہ نہ کیا ہوگا ۔

جب یہ صاحب بے دست و پا ہو گئے تو شمر نے ان کو پکڑ کر عمر ابن سعد کے پاس لے گیا ۔ تمام کپڑے اور ڈاڑھی خون سے سرخ ہو گئی تھی ۔ عمر نے پوچھا ۔ کیا تم کو اپنے حال پر افسوس نہین آتا ؟ اونہون نے جواب دیا کہ مین نے تمہارے بارہ آدمی جان سے مارے ہین اور زخمیون کی تو گنتی نہین ۔ خدا کی قسم ! اگر میرے ہاتھ اور بازو باقی رہتے تو تم نے دیکھا ہوتا کہ ابھی کتنے مارے جاتے ۔ اہل بیت رسول کی مدد کرنا ہر ایک مسلمان پر فرض ہے ۔ کیا تم نے قرآن نہین پڑھا ہے ؟ کیا تم مسلمان نہین ہو ؟ شمر نے عمر سے کہا ۔ یہ شخص بڑا مغرور ہے ۔ اس کو قتل کرنا چاہیے ۔ عمر نے کہا ۔ تو نے ہی اس کو پکڑ لایا ہے اب تو ہی اس کو

قتل کر۔ شمر نے تلوار کھینچی تو نافع نے کہا۔ اے شمر! اگر تو مسلمان ہوتا تو غور کرتا کہ ہمارا خون ناحق کیا رنگ لائیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ دیکھنا! ہمارا خون رائگان نہ جائیگا۔ شمر نے کچھ خیال نکیا اور سر کاٹ لیا۔

اس کے بعد جناد بن حارث اور اون کے فرزند عمر ابن جنادہ ایک کے بعد ایک نکلے اور اپنی جانین خاندان پیغمبر پر نثار کر دین۔

اس کے بعد عمر ابن قرظہ انصاری اور عبدالرحمن ابن عروۃ ایک کے بعد ایک نکلے اور حق جان نثاری ادا کر کے بہشت مین چلے گئے۔

حضرت نے دیکھا کہ اپنے ساتھ والے ایک پر ایک قتل ہوتے چلے جا رہے ہین اور ان لوگون کو کچھ خیال ہی نہین آتا کہ یہ کرتے کیا ہین اور اس کا انجام کیا ہوگا۔ اور یہ بھی خیال آیا کہ ایسا نہو اس اندھا دھند معرکہ مین کوئی غفلت سے پھنس جائے۔ لہذا آپ نے ایک مشفقانہ آواز سے ندا کی کہ آیا کوئی دیندار بندہ خدا کا ایسا بھی ہے جو اہل بیت نبوت کے کام آئے اور ان لوگون کو بچائے" اگرچہ یہ ندا سب کے کان مین پہونچی مگر اوس کا اثر صرف ایک یزید ابن حارث کے دل پر پڑا۔ اوس کا نور ایمان جو غفلت کے پردے مین چھپا ہوا تھا یکایک چمک اوٹھا۔ آواز کے ساتھ ہی وہ فوج شام سے یون نکل پڑا جیسے بجلی ابر مین سے تڑپ کر نکلتی ہے۔ گھوڑا بڑھا کر حضرت کے سامنے آ کھڑا ہوگیا اور دست بستہ عرض کیا کہ "اے فرزند رسول خدا! اے خامس آل عبا! مین نے بڑی خطا کی جو اب تک آپ کے دشمنون کا ساتھ دیا۔ اب مین دل سے توبہ کر کے رجوع لایا ہون۔ اور عفو کا طالب ہون۔ وہ کون ایسا کم نصیب تھا

جو آپ کے گھر سے ناکام پھرا ہے؟ پشتین کے گمراہ اس گھر کی ادنی توجہ سے منزل مقصود کو پہونچ گئے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر آپ میرے اس برے حال پر رحم فرماکر میرا قصور معاف کر دینگے تو خدا بھی معاف کرے گا"!

یہان تو دریائے رحمت موج زن تھا ہی فوراً اوس کا قصور معاف کر دیا گیا۔ معافی کا مژدہ سنتے ہی اوس نے ادہر سے ادہر گھوڑے کی باگ موڑ دی۔ اور دشمنان اہل بیت پر جا پڑا جہانتک اوس کے دست و بازو نے یاری دی نیزہ و شمشیر سے کام لیا۔ آخر اپنی جان دیدی۔

اس عرصہ مین شمر اپنی فوج آگے بڑہا کر حضرت کے قریب پہونچ گیا۔ اب حضرت کے اصحاب کم رہ گئے تھے۔ ان کی صف بالکل خالی نظر آتی تھی۔ کوئی پانچ سات تن باقی تھے۔ ان مین اتنی قدرت کہان۔ جو ہزارون کو روک سکین۔ ناچار انہون نے آپس مین عہد کر لیا کہ حضرت کے سامنے کھڑے ہو جائین اور اپنی جان دیدین۔ تاکہ وہ ناشدنی حادثہ جو پیش آنے والا ہے اپنی آنکھ سے نہ دیکھنے پائین۔ سبحان اللہ! انکی ہمت اور انکی محبت کو دیکھنا چاہیے۔ انکے پرجوش دلون کا اندازہ کیسے ہو سکتا ہے؟ جبکہ بیشمار خونخوار فوج سمندر کی موج کیطرح سر پر آجائے تو دو چار آدمیون کا جرات کرکے جان پر کھیل جانا کوئی دل لگی نہین ہے۔

ہماری نازک خیال شاعر کہان ہین؟ آجتک مضامین عشقیہ مین بارہا شمع و پروانہ اور گل و بلبل کی مثالین دیدیکر ہمکو حیرت مین ڈالتے تھے۔ اب آو! ہم دکھاتے ہین کہ بلبلان گلشن رسالت اور پروانہائے شمع امامت کس طرح جانبازی کرتے ہین۔ اور فرضی مثال کو کیونکر واقعی بناتے ہین۔ جس طرح پروانہ شمع پر جان دیتا ہے

یا بلبل گل پر نثار ہوتا ہے۔ اوسی روش پر ایک ایک انصار حضرت کے سامنے آتا ہے اور سلام کر کر کے اپنی جان حضرت کے قدموں پر فدا کرتا ہے۔

پہلے عبدالرحمن اور عبداللہ فرزندان عبداللہ مختاری نے آگے بڑھ کر آداب بجا لایا اور عرض کرنے لگے کہ ہمکو بڑی خوشی اس بات کی ہے کہ ہم آپکی سپر بنکر سامنے کھڑے ہو جائیں۔ اور حتی الامکان اس بلائے بیدرمان سے آپ کو بچائیں۔ ہمارا دل کبھی اس امر کی برداشت نہیں کر سکتا۔ کہ خدانخواستہ کوئی صدمہ آپ کی ذات کو پہونچے اور ہم جیتے رہیں۔

حضرت نے فرمایا "مرحبا! تمہاری ذاتی شجاعت اور تمہاری خاندانی شرافت اور تمہاری سچی محبت یہی چاہتی ہے کہ تم ہر وقت اور ہر حالت میں ہمارے ساتھ رہیں"۔

اب یہ دونوں نوجوان حضرت کے سامنے کھڑے ہیں اور اوس انبوہ کو روک رہے ہیں جو ایک طوفان بلاخیز کے مانند تیر و سنان کے ساتھ چلا آرہا ہے۔ بھلا! ایسے ریلے کہیں ایک دوسرے رک سکتے ہیں؟ اوس کا روکنا کیسا۔ وہ خود اپنے آپکو بھی روک نہ سکے۔ بے انتہا حرب و ضرب کے بعد فردوس بریں کو پہونچ گئے۔

ان باقیماندہ جان نثاروں میں ایک عابس ابن شبیث تھے۔ جنکی شجاعت اور بسالت کے تمام ملک حجاز و عراق میں ڈنکے بج گئے تھے۔ اور کئی معرکوں میں اچھے اچھے نامی سپاہی ان کی تلوار کا لوہا مان گئے تھے۔

یہ بھی حضرت کے سامنے آئے۔ اور سلام کر کے عرض کیا۔ "یا ابا عبداللہ! قسم ہے اوس پاک پروردگار کی جس نے آپکے نانا کو پیغمبر بنایا۔ تمام روئے زمین پر اس وقت آپ سے بہتر کوئی نہیں ہے۔ اور نہ کوئی آپ کا ہمسر ہے۔ اگر میرے پاس

اپنی جان سے زیادہ عزیز کوئی اور چیز ہوتی تو وہ بھی آپ پر تصدق کر دیتا ۔ آپ گواہ رہیں ۔ میں دل سے اقرار کرتا ہوں کہ میں ہمیشہ کے لیے آپ کا طرفدار رہوں "۔

اتنا کہہ کر صف اعدا کے سامنے کھڑے ہو گئے ۔ بلوائیوں نے انکو جو دیکھا تو آپس میں کہنے لگے ۔ ارے ! یہ تو وہی عابس ہے جسکی سپاہ گری کی اکثر معرکوں میں دھوم مچی تھی انکو ہٹانا ذرا مشکل کام ہے بس دور ہی سے ان پر تیر باری کرنی چاہیے ۔

عابس نے جو یہ صورت دیکھی تو تلوار کھینچ کر اون پر جھپٹے ۔ اور کوئی دو سو آدمی سے زیادہ سامنے دھر لیے ۔ وہ آگے آگے بھاگ رہے ہیں اور یہ اون کے پیچھے لگے ہیں ۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ہرنوں کی ڈار شیر کے سامنے سے چوکڑیاں بھرتی ہوئی بھاگ رہی ہے ۔ جب میدان خالی ہو گیا تو پھر چاروں طرف سے فوج نے اون کو گھیر کر شہید کر ڈالا ۔

اس کے بعد یزید ابن زیاد کنانی آداب بجا لا کر حضرت کے سامنے دو زانو بیٹھ گئے ۔ انکو فن تیر اندازی میں بڑا کمال تھا ۔ جس وقت چلہ میں سوفار جوڑ کر کمان کھینچی تو قادر اندازی نے آگے بڑھکر ہاتھ چوم لیا ۔ انکے بے خطا نشانہ نے پانچ آدمیوں کو تو ہدف تیر اجل بنا دیا ۔ اور بہت سے لوگوں کو مجروح کیا ۔ غرض کوئی تیر ان کا خالی نہ گیا ۔ جب ترکش خالی ہو گیا تو آسمان کی طرف سر اوٹھا کر کہا " خداوندا ! تو حاضر و ناظر ہے میں حسین کی طرف ہوں اور انہیں کی رفاقت میں جان دیتا ہوں ۔ تو میرا حشر ان کے ساتھ کر "۔

ہنوز یہ دعا ختم نہوئی تھی کہ دشمنوں کا ہجوم ہو گیا ۔ کوئی حربہ ایسا نہ تھا جو ان پر نہ چلا ہو ۔ آخر ان کا بھی خاتمہ ہو گیا ۔

اسکے بعد حنظلہ بن سعد بجلی حضرت کے سامنے آئے ۔ اور فوج مخالف کی جانب مخاطب ہوکر کہا۔ "اے قوم جفا کار! تمکو یاد ہے کہ نوح کے وقت طوفان کیون آیا تھا؟ اور عاد و ثمود کی قوم پر کیسا قہر الہی نازل ہوا تھا؟ خدا سے ڈرو! کہین تم پر بھی کوئی قہر نہ آجائے دیکھو! اہل بیت کے مقابلہ سے باز آو"۔

حضرت نے فرمایا ۔ "اے ابن سعد! یہ قوم عذاب الہی کی مستحق ہو چکی ہے ۔ انکو تمہاری نصیحت کوئی فائدہ نہین دیسکتی ۔ اب ان سے نیکی کی کیا امید ہے؟ انہون نے ہمارے کیسے کیسے نیکبخت پرہیزگار خدا پرست برادرون کو مار ڈالا ۔ اور اب ہماری جان لینے کو کھڑے ہین"۔

حنظلہ نے عرض کیا "صدقت یا ابن رسول اللہ! اب مجھے بھی اجازت دیجئے ۔ مین بھی اپنے بھائیون سے جا کر ملجاتا ہون"۔ آپ نے فرمایا "جاو ۔ تمہارے لیے خدا نے ایک ایسا مقام مقرر فرمایا ہے جو دنیا و مافیہا سے بہتر ہے"۔

حنظلہ یہ بشارت پاتے ہی حضرت کو سلام کرکے مخالفون کی طرف رخ کیا ۔ اور اپنی تمامتر کوشش جدال و قتال مین صرف کردی ۔ آخر وہی ہونا تھا جو اون کے ساتھیون کے لیے ہوا ۔

اسکے بعد سیف ابن حارث ابن سریع اور مالک ابن سریع حضرت کے قدمون پر گر پڑے اور رونے لگے ۔ یہ دونون صاحب آپس مین چچا بھتیجے تھے ۔ آپ نے رونیکا سبب پوچھا تو کہنے لگے کہ ہم آپ کے لیے روتے ہین ۔ ہم دیکھتے ہین کہ آپکو دشمنون نے گھیر لیا ہے کوئی آپکی مدد کرنیوالا باقی نہین رہا ۔ اور ہمکو اونکی دفع کرنیکی قدرت نہین ۔ حضرت نے اونکو دعا دی اور فرمایا "ہمارا خدا مددگار ہے ۔ تم جاو ۔ ہم بھی تمہارے

پیچھے آتے ہین "۔

وہ دونون صاحب سلام کرکے دشمنونکی صف مین گھس گئے ۔ کہان تک لڑین ۔ کس کس کو مارین ؟ دشمن گویا ٹڈی دل تھے اور یہ صرف دو تین ۔ لڑتے لڑتے آخر جانین دیدین ۔

ان کے پیچھے اب کوئی نہین رہا جو غنیم سے لڑنے کو جائے ۔ تمام اصحاب و انصار کا خاتمہ ہوگیا ۔ سب کے سب اہل بیت رسول کی محبت مین جان فدا کر دئے ۔ اور اوس وعدہ کے مستحق ہو چکے جو اہل بیت کی محبت اور اطاعت کرنے والون کے باب مین خدا نے فرمایا ہے کہ "ومن یقترف حسنۃ نزد لہ فیہا حسناً" "جو شخص ان کی اطاعت کریگا اوس کو بڑھتا اجر ملیگا" واہ ری خوش قسمتی ! ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ۔

گیارہواں پان

نیزون کی پھل سے پھولتی ہر شاخسار ہے
باغ محمدی مین ستم کی بہار ہے

زمانہ کی کج رفتاری اکثر لوگون کی زبان پر آیا کرتی ہے ۔ کیون ؟ کیا یہ ساری دنیا کا دشمن ہے ؟ کیا یہ خدائی کا مالک ہے ؟ ایسا تو نہین ہو سکتا پھر یہ کیا بات ہے ؟ جس کو دیکھو اسکا شاکی ۔ جو ہے اس سے ناراض ۔ بات یہ ہے کہ زمانہ ایک حال پر نہین رہتا ۔ ہمیشہ ایک نیا رنگ بدلتا ہے ۔ یہی اسکی شکایت کا موجب ہے ۔

زمانہ کیا ہے ؟ ایک وقت کا نام ہے جس مین دنیا کے کاروبار چلتے ہین ۔ اس کے رنگ بدلنے کے یہ معنے ہین کہ اون کاروبار مین تغیر و تبدل پیدا ہو جاتے ہین جس وقت اس تغیر و تبدل کا اثر انسان کے حالات پر پہونچتا ہے تو بمقتضائے طبع بشری ناگوار گزرتا ہے ۔ اور بموجب آیۂ کریمہ "ویدع الانسان بالشر دعاءہ

بالخیر" انسان برائی مانگنے لگتا ہے جیسا کہ وہ بھلائی مانگتا ہے" جب انسان اپنے لیے بد دعا کرنے کو نہین چوکتا ہے تو زمانہ کو برا کہنا کون بری بات ہے اگر سچ پوچھو تو ہماری شکایت بھی کچھ بیجا نہین ۔ دیکھیے! ابھی کل کی بات ہے کہ بارگاہ نبوت مین کل ممالک عرب اور عجم کی گردنین جھکتی تھین ۔ یہی ہمارے حضرت امام حسین تمام اسلامی دنیا کے تاج سر اور نور نظر تھے ۔ وہ کون ایسا مسلمان تھا جو ان کے آستانہ پر سر نہین جھکایا ؟ آج اونھین مسلمانون نے ان کے ساتھ کوئی دقیقہ بے مروتی کا اوٹھا نہین رکھا ۔ جنگل مین گھیر کر براہ فریب تمام یار و انصار اور خدم و حشم کو تہ تیغ کیا ۔ اور پھر اوسی طرح شمشیر بکف آمادہ قتل کھڑے ہین ۔ اب حضرت کی خدمت مین سوائے ایک شخص کے جس کا نام سوید ابن عمر تھا کوئی نہین ہے ۔ اسی کو نیرنگ زمانہ کہتے ہین ۔

جب کہ تمام اعوان و انصار قتل ہو چکے تو اب اون لوگون کی باری آئی جن کو خاندان نبوت سے واسطہ ہے اور جو خاص امام حسین کے قرابت دار ہین ۔ ان بزرگوارون نے دیکھا کہ اب بجز ہمارے دوسرا کوئی نہین رہا جو حضرت کے کام آئے ۔ لہذا سب کے سب مستعد ہو گئے ۔

سب سے پہلے حضرت کے بڑے فرزند علی اکبر رخصت لینے کو سامنے آئے ۔ ان کی عمر بائیس سال کی تھی اور جناب رسول خدا سے مشابہ تھے ۔ اوس وقت کی کیفیت کچھ نہ پوچھیے ۔ حریم اہل بیت مین ایک قیامت برپا ہو گئی ۔ ایک طرف بی بی زینب کھڑی رو رہی ہین اور فرماتی ہین کہ مین نے بائیس برس تمہاری خدمت اور ناز برداری اسلیے نہین کی تھی کہ تم میری

آنکھوں کے سامنے مارے جاؤ ۔ اور مجھے عمر بھر خون رولاؤ ۔ بی بیو ! خدا لگتی کہو ۔ میرے نانا رسول خدا کی صورت پھر کہاں نظر آئے گی ۔ ایک طرف بی بی شہر بانو منہ تکتی ہیں ۔ وہ تو نہ روتی ہیں نہ کچھ کہتی ہیں ۔ ایک سکتے کا عالم ہے ۔ اون کے دل کا حال اون کا چہرہ بتا رہا ہے ۔ ہائے ! یہ تو اون کے پروان چڑھنے کے اور ارمان نکلنے کے دن تھے ۔ کیسا غضب ہو گیا کہ ماں باپ سے رخصت لے کر قتل ہونے کو چلے ہیں ۔ یہ انبوہ کثیر اور یہ تنہا تن بتقدیر ۔ بچنے کی کوئی امید نہیں ۔ ہائے ! ان ظالموں سے کون کہے گا کہ اپنے پیغمبر کی صورت کا تو لحاظ کرو ۔ تمام بی بیاں اطراف کھڑی رو رہی ہیں ۔ نہ ان کو روک سکتی ہیں نہ رخصت کر سکتی ہیں ۔ سب کے چہروں پر عام مایوسی برس رہی ہے ۔ حضرت بھی خاموش کھڑے ہیں ۔ کچھ نہیں کہتے ۔ کیا کہیں ؟ بیٹے کو کس طرح مرنے کی اجازت دیں ؟ کون باپ ہوگا کہ جوان بیٹے کا قتل ہونا گوارا کریگا ؟ غضب کی مجبوری انتہا کی مایوسی ہے ۔ آخر پیغام اجل نے اوس وقت کے سکوت کو توڑا ۔ لشکر مخالف سے "ہل من مبارز" کی آواز بلند ہوئی ۔ علی اکبر حضرت کے قدموں پر گر پڑے اور عرض کرنے لگے کہ مخالفین کی شوخی حد سے گزر گئی ۔ وہ ہم کو مجبور سمجھ کر آوازے کسنے لگے ہیں ۔ للہ اجازت دیجئے ۔ میں اس قسم کے طعنوں کی زیادہ برداشت نہیں کر سکتا ۔ حضرت نے ایک آہ کھینچکر اون کو اجازت دی ۔ مگر ساتھ ہی اوس کے آنکھوں میں آنسو بھر آئے ۔ اور آسمان کی طرف نظر کرکے فرمایا کہ "اللھم اشھد علی ھولاء القوم فقد ابرز

اللھم فاشھد ھؤلاء القوم خلقاً وخلقاً ومنطقاً وصورۃ وکنا اذا اشتقنا الی نبیک نظرنا الی وجھہ" خداوندا تو گواہ رہنا۔ اس قوم کے ساتھ وہ شخص چلا ہے جو تمام مخلوق میں بلحاظ صورت کے اور سیرت کے اور بات چیت کے تیرے پیغمبر سے بہت مشابہت رکھتا ہے اور جس وقت ہم لوگ تیرے پیغمبر کے دیکھنے کے مشتاق ہوتے تھے تو اوس کے چہرۂ انور کو دیکھ لیتے تھے"

سید کہتا ہے کہ حضرت شدت غم سے بیٹھ بیٹھ جاتے تھے اور آسمان کی طرف سر اوٹھا کر فرماتے تھے کہ اے پروردگار! تو راضی ہے میں نے اپنے علی اکبر کو تیرے پیغمبر کی امت پر فدا کر دیا ہے۔

علی اکبر جب بیتاب ہو کر میدان میں آئے تو سب کو وہم ہو گیا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خود بہ نفس نفیس تشریف لائے ہیں۔ کسی کو ان کے مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی۔

عمر ابن سعد نے دیکھا کہ کوئی سامنے نہیں جاتا تو اوس نے ایک پورے کا لشکر کو حکم دیا کہ ان کو چاروں طرف سے گھیر کر قتل کر ڈالیں۔ فوج کا آگے بڑھنا تھا کہ علی اکبر نے تلوار کھینچ کر کہا۔ "انا علی ابن الحسین ابن علی۔ نحن وبیت اللہ اولی بالنبی۔ تاللہ لا یحکم فینا ابن الدعی۔ کیف ترون سری عن ابی" اور حملہ کر دیا۔ جس طرف جھکتے تھے صف کی صف چوپٹ ہو جاتی تھی۔ تلوار اگر بجلی تھی تو گھوڑا ہوا تھا۔ وہ چمکنے سے پیشتر گرتی تھی۔ اور یہ سانس لینے نہیں دیتا تھا۔ اس حملہ میں ستر آدمی [illegible] لوگ مارے گئے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک سو بیس

آدمی قتل ہو گئے ۔ اور جو باقی رہے وہ بھاگ کر میدان خالی کر دیئے ۔
جب اکبر نے دیکھا کہ اب کوئی سامنے نہیں ہے تو پلٹ کر حضرت کے
پاس آئے اس ہیئت سے کہ سراپا زخموں میں چور ہیں تمام جسم خون آلود
ہے اور تشنگی کی شکایت کرنے لگے ۔ حضرت نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ
اے جان پدر تم تو سب جانتے ہو کہ اس وقت ایسا سوال بے محل ہے مگر چونکہ
خدا نے فرمایا ہے کہ "وما السائل فلا تنہر" لہٰذا اس کی تعمیل ضرور ہے ۔ آؤ!
ہم تمہارا سوال پورا کر دیتے ہیں ۔ جب علی اکبر حضرت کے قریب ہوئے
تو آپ نے اپنی زبان مبارک اون کے منہ میں دی جس سے علی اکبر
کی تشنگی رفع ہو گئی ۔ نوٹ

اس کے بعد علی اکبر پھر میدان میں تشریف لے گئے ۔ اب کے حملہ
میں بھی بہت سے لوگ ان کی تلوار کے نذر ہوئے ۔ کہتے ہیں کہ اس دفعہ
اسی آدمی مارے گئے ۔ تمام فوج میں تہلکہ پڑ گیا ۔ دشمن سامنے سے
بھاگتے چلے جاتے تھے اور یہ اون کے پیچھے شیر کے مانند جھپٹے جا رہے تھے ۔

نوٹ ۔ یہ معجزہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جو وراثتاً حضرت امام حسین کو
پہونچا تھا ۔ دشت کربلا میں جب اہل بیت پر پانی کی کشش ہوئی اور اطفال حرم محترم
پیاس کے مارے بیتاب ہونے لگے تو جن بچوں پر زیادہ سختی گزرتی تھی حضرت اون کے
منہ میں اپنی زبان دیتے تھے ۔ اور اون کی تشنگی رفع ہو جاتی تھی ۔ اسی طرح
علی اکبر نے بھی حضرت سے اپنی تشنگی کی شکایت کی تھی ۔ منہ

یہان تک کہ قلب لشکر مین گھس گئے ۔ پھر تو سارا لشکر اون کو گھیر لیا چارون طرف سے تلوار اور نیزے ان پر چلنے لگے ۔ تمام بدن زخمون مین چور ہو گیا ایک پر ان کا ہاتھ چلتا تھا تو دس کے ان پر ہاتھ پڑ جاتے تھے ۔ کس کس کو روکین اور کس کس سے مقابلہ کرین ع ایک سر ہزار سودا کی مثال پوری ہو گئی اس مین منقذ بن نعمان نے ایک نیزہ پشت مین ایسا مار دیا کہ سینہ سے پار ہو کر سامنے نکل آیا ۔ اور ایک دوسرے نے سر پر تلوار کا ایسا گہرا زخم لگایا کہ سر پھٹ گیا ۔ علی اکبر حالت غشی مین گھوڑے کی گردن سے لپٹ گئے اور گھوڑا اون کو لے کر بھاگا ۔ فوج کی کثرت کے باعث گھوڑے کو کہین راستہ نہین ملتا تھا ۔ ادہر ادہر دوڑتے دوڑتے ایک طرف سے نکل کر جنگل مین ہو گیا ۔ اب علی اکبر کی غشی حد سے تجاوز کر کے بستر مرگ پر پہونچا دی ۔ اور وہ گھوڑے سے چھوٹ کر زمین پر گر پڑے ۔ اب گھوڑا ان کے اطراف چکر لگا رہا ہے اور پکارتا جاتا ہے ۔ مگر وہان کون دیکھنے والا تھا ؟ جو اس حالت کو دیکھے اور حضرت کو اطلاع دے ۔ مگر تعلق دل کب چھوٹ سکتا ہے ؟ علی اکبر کی محبت نے حضرت کے دل کو خبردار کر دیا ۔ میدان جنگ خالی اور فوج کو سکون کی حالت مین دیکھ کر سمجھ گئے کہ علی اکبر کا خاتمہ ہو گیا ۔ فرزند کی تلاش مین ۔ نہین نہین ۔ فرزند کی لاش کی تلاش مین گھوڑا بڑھا کر میدان جنگ مین گئے ۔ مقتولون مین کہین پتہ نہین لگا ۔ حیران ہو کر ادہر ادہر نظر دوڑانے لگے ۔ کہین سراغ نہین ملا ۔ آخر لشکر کے باہر چلے ۔ دیکھین ۔ کہین جنگل مین تو نہ پڑے ہون ۔ جنگل مین ہوتے ہی

حضرت کا گھوڑا بھڑک گیا ۔ ہزار طرح سے سمجھاتے ہین ۔ روکتے ہین ۔ مگر نہ وہ مانتا ہے نہ رُکتا ہے ۔ ایک سرپٹ مین اوس مقام پر جا پہونچا جہان علی اکبر کا گھوڑا چکر لگا رہا تھا ۔ حضرت نے گھوڑے کو دیکھتے ہی جان لیا کہ میرا لعل گم شدہ یہین ہے ۔ قریب جا کر دیکھا تو رمق جان باقی ہے ۔ اب ہم کیا بتائین کہ حضرت نے کیا دیکھا ؟ وہ ظالم نیزہ علی اکبر کے کہان لگا ۔ اور کس طرح جگر کو توڑ کر سینہ سے پار ہوا ۔ اور وہ صورت جو ہمشکل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھی جلاد کی تیغ سے کیسی دو پیکر ہوئی ۔ اور وہ جسم نازنین جو پھول سے زیادہ نرم و نازک تھا تلوار کے زخمون سے کیسا چور چور ہوا ۔ جن زخمون کے لیے سوزن عیسی یا مرہم کافور چاہیے تھا اون مین خار مغیلان یا ریگ بیابان بھری ہے ۔

حضرت نے جو یہ حالت اپنے لخت جگر نور نظر کی دیکھی تو بے اختیار زبان سے نکل گیا کہ خدا اوس کو ہلاک کرے جس نے تیرا یہ حال کیا ۔ ان لوگون نے کتنی بڑی جرأت کی ہے کہ اپنے پیغمبر کے خاندان پر ہاتھ صاف کیا ۔ اب دنیا میری آنکھون مین نیست و نابود ہے

حضرت امام حسین لاش کے پاس زمین پر بیٹھ گئے ۔ اور اپنا ہاتھ علی اکبر کی پیشانی نورانی پر رکھ کر آہستہ آہستہ درود پڑھنے لگے "اللھم صل علی محمد" چاہتے تھے کہ "وعلی آل محمد" کہین ۔ مگر زبان رُک گئی ۔ آواز بند ہو گئی ۔ پھر ضبط کر کے کہا کہ خداوندا ! تو جس پر درود بھیجتا ہے اوس کی آل کا یہ حال ہے " یہ آواز علی اکبر کے کان مین پہونچی تو آنکھ کھول دی ۔ اور کہا ۔

اسے بابا جان! ہمارے نانا رسول خدا اکبر سے ہیں۔ وہ جام آب کوثر
کے بھرے ہوئے ہاتھوں میں لائے تھے ایک تو میں نے پی لیا۔ بہت ٹھنڈا
پانی تھا۔ پیاس بجھ گئی۔ دوسرا جام آپ کے لیے رکھ دیا ہے اور منتظر ہیں
ہمیں کہ جلد آئیں منتظر ہوں۔

اتنا کہہ کر علی اکبر نے آنکھ بند کر لی۔ گویا سو گئے۔ اب حشر کے روز
ہی اٹھیں گے۔ حضرت وہاں سے اوٹھے اور علی اکبر کی لاش کو اونٹ کے
کجاوے پر ڈال کر خیمہ سرا کے دروازہ پر لائے۔

بی بی زینب دور سے لاش کو آتی ہوئی دیکھ کر بے تحاشا کھلے سر باہر
نکل پڑیں۔ اور ماتم کرنے لگیں۔ اون کے ساتھ تمام مخدرات حرم محترم
کا شور بکا بلند ہوا۔ اور ایک کہرام مچ گیا۔ حضرت نے اپنی بہن کو
سمجھا کر اور اون کو اپنی عبا اوڑھا کر خیمہ میں لے گئے۔ اور سب کو صبر و
شکر کی تلقین فرمائی۔

اس کے بعد عبداللہ بن مسلم بن عقیل کی نوبت آئی۔ وہ بھی اسی طرح
میدان جنگ میں جا کر اور فوج مخالف سے لڑ کر شہید ہو گئے۔

اس کے بعد عون اور محمد فرزندان عبداللہ بن جعفر طیار میدان میں نکلے
یہ دونوں صاحبزادے بی بی زینب کے لخت جگر تھے۔ ان کی عمر بارہ بارہ
تیرہ تیرہ برس کی تھی۔ مگر لڑے اوسی طرح جیسے کوئی جوان سپاہی
لڑتا ہے۔ پھر وہ دونوں بھی ایک ساتھ بہشت کو سدھارے۔

اس کے بعد عبداللہ اور عبدالرحمن اور جعفر فرزندان عقیل نکلے۔ ان کے

سینوں میں پہلے سے اپنے بھائی مسلم کے قتل ہونے کے باعث آگ بھڑک رہی تھی اور سپر اس غضبناک دو اتوں نے تیل کا کام کیا۔ پھر کیا تھا؟ ایسا دل کھول کر لڑے ہیں کہ باید و شاید۔ فوج مخالف نقش دیوار کی طرح منہ دیکھتی رہ گئی۔ اور انہوں نے اوس کی صورت بگاڑ دی۔ آخر وہ دونوں بھی شہید ہو گئے۔

اس کے بعد قاسم بن امام حسن نکلے۔ ان کی عمر چودہ برس کی تھی۔ نہایت حسین مہ جبین گلفام نازک اندام تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک پہلوان نامی ازرق شامی سامنے کھڑا تھا۔ اور اوس کے چار بیٹے جوان جوان داہنے بائیں سپر تلوار لیے ہوئے جنگ پر تلے کھڑے تھے۔ جب قاسم میدان میں آئے تو عمر ابن سعد نے ازرق سے کہا۔ دیکھو! یہ ہاشمی لڑکا کتنی جرأت کا ہے۔ ہزاروں سے آنکھ نہیں جھپکتی۔ جاؤ۔ اس کو مار لو۔ ازرق نے اپنے ایک بیٹے سے کہا۔ تمہارے لیے یہ ایک چھوٹا سا شکار ہے جھپٹ کر لے لو۔ اوس نے سمجھا کہ یہ ایک کم سن لڑکا ہے اس کا مار لینا کوئی بڑا کام نہیں ہے۔ مگر قاسم کی شجاعت کب مانتی تھی کہ اس بات کی برداشت کرے۔ ترش سے بول اوٹھے کہ تم کیوں نہیں آتے؟ ذرا سامنے آکر ہاشمیوں کی تلوار کو دیکھو کہ کس گھاٹ پر اوتارتی ہے۔ ہم اگرچہ پیاسے ہیں مگر تم کو تو خون میں نہلا دینگے۔ ازرق نے کہا۔ مجھے بچوں سے لڑنے کو شرم آتی ہے۔ اگر علی ہوتے تو البتہ اون سے مقابلہ کرتا۔ وہ میری برابری کے تھے۔ تم کو تو میرا لڑکا بھی بہت ہے۔

اتنے مین ارزق کا ایک بیٹا سامنے آیا ۔ ان کے اون کے دو دو چار چار ہاتھ ہوگئے ۔ وہ بھی اپنے کو بچا لیا ۔ اور یہ بھی اوس کے وار خالی کر دئے ۔ آخر کار قاسم کا ایک ہاتھ ایسا بھرپور پڑا کہ گردن قلم ہوگئی ۔

یہ کیفیت دیکھ کر اوس کا دوسرا بھائی لپکا ۔ وہ بھی ان کے ہاتھ سے مارا گیا ۔ پھر تیسرا بھائی آیا ۔ قاسم کی تلوار نے اوس کا بھی کام تمام کر دیا ۔ پھر چوتھا آیا ۔ وہ بھی اپنے بھائیون کے پیچھے چلا گیا ۔

اب ارزق بذات خود تڑپ کر نکلا ۔ چارون بیٹون کے مارے جانے سے اوس کا دل جل گیا تھا ۔ بن بلائے موت کا مہمان ہوگیا ۔ وہ ایک خرانٹ جہاندیدہ ۔ بیسیون جگہ تجربہ اوٹھایا ہوا ۔ اور یہ بالکل ناتجربہ کار ۔ کبھی گھر سے باہر نہین نکلے ۔ نکلے تو ابھی نکلے ۔ اس پر کم سن بلکہ یون کہنا چاہیے کہ بالکل بچپن ۔ گویا ہونٹھون کا دودھ اب تک نہین سوکھا تھا ۔ انکی نسبت ارزق کا خیال کوئی بیجا نہ تھا ۔ لیکن خدا کی قدرت ۔ یا ان کے گھر کا معجزہ تھا کہ دو چار ہاتھ آپس مین ہو کر قاسم کا ایک ہاتھ اوس کے سر پر پڑ گیا ۔ بس عقل حیران ہے کہ فولادی خود اور چار آئینے کٹ کر پہلو سے ایسا نکل گیا جیسا مسکے مین سے بال نکل جاتا ہے ۔

اس ضرب نے جناب مشکل کشا کا وہ ضرب یاد دلا دیا جو جنگ خیبر مین مرحب پر پڑا تھا ۔ ارزق تو دہ ہو کر زمین پر گر پڑا مگر ساتھ ہی اوس کے ان کا جھوک اس طرح نکلا جس طرح ہاتھ خالی جانے سے جھوک نکل جاتا ہے ۔ قاسم سنبھلنے نہ پائے تھے کہ خود عمر ابن سعد نے قابو پا کر تلوار کا ایک ہاتھ سر پر مار دیا ۔

جس کے صدمہ سے قاسم زمین پر گر پڑے ۔ اور حضرت کو پکارے ۔ حضرت نے دوڑ کر عمر بن سعد پر ایک وار کیا ۔ اوس نے اپنے بائین ہاتھ پر روکا تو قلم ہو گیا ۔ پھر تو بہت سے لوگ دشمن کے دوڑ پڑے اور قاسم کے جسم کو تلوارون سے چور چور کر دیا ۔ حضرت نے قاسم کی طرف متوجہ ہو کر دیکھا تو صرف اون کے پانون ہلتے تھے ۔

اس حادثہ سے حضرت کو بڑا رنج ہوا ۔ اور فرمایا ۔ "بہت دور ہو گئی خدا سے وہ قوم جس نے تجھے قتل کیا ہے ۔ تیرے مدعی حشر کے روز تیرے نانا ہون گے ۔" پھر فرمایا ۔ "اب کیا فائدہ ہے ۔ میرا درد دل نہ یہ سنتا ہے نہ کچھ جواب دیتا ہے ۔ کیا کیا جائے ۔ دشمن تو بہت ہین اور مدد کرنے والا کوئی نہین رہا ۔"

اتنا کہہ کر قاسم کی لاش کو اوٹھایا ۔ دل قابو مین نہ تھا ۔ ہاتھ پانون یاری نہین دیتے تھے ۔ لاش پوری نہ اوٹھ سکی ۔ پانون زمین پر گھستے تھے ۔ اس حال سے حرم سرا کے دروازہ پر پہونچے اور بآواز بلند کہا ۔ "قاسم کی ماں سے کہو ۔ اپنے فرزند کا آخری دیدار دیکھ لین" ۔

حریم اہل بیت مین اس سانحہ سے جو کچھ شور و شین ہوا اوس کا حال کس طرح بیان کیا جا سکتا ہے ۔ خصوصاً وہ بہین جو قاسم کی شادی کے متعلق تھا ۔ شادی کا سارا سامان اوس وقت بندھ گیا جو بموجب وصیت امام حسن کے امام حسین کی بڑی صاحبزادی بی بی فاطمہ کبری کے ساتھ قرار پائی تھی ۔

قاسم کی ماں کہتی ہین ۔ بی بیو! دولہا برات چڑھ کر آیا ہے ۔ دیکھو تو ۔ براتی کیسے رنگ مین ڈوبے ہوئے ہین ۔ رنگ مین کیا ڈوبے ۔ یون کہو ۔ لہو مین نہائے ہین ۔ دولہا سر سے پانون تک پھولون کے عوض لعل و یاقوت کا زیور پہنا ہے ۔ ہار گجرے بدہیان زیب بدن ہین ۔ مندیل کا زخم تو سب پر طرہ ہے ۔ مین قربان! سہرا کتنا پیارا ہے ۔ بجائے مقیش کے تارون کے خون کی دھار ان چاند سے منہ پر کیسے لہرا رہی ہین ۔ مہندی صدقے ہوئی ۔ یہ رنگ کہان سے لائے گی ۔ ہاتھ پانون سے خون ٹپک رہا ہے ۔ کیسی دھوم دھام کی شادی ہے ۔ ایسی شادی تم نے کبھی دیکھی ہے؟ برابر تین روز تک بھوک پیاس کی دعوت ہوئی ۔ سارے کنبے کے لوگ وہ وہ غم کھائے ہین کہ حشر تک کی سیری ہوگئی ۔ آج چوتھا روز برات کا ہے ۔ کیسے کیسے چنے ہوئے جوانان بنی ہاشم بجائے بکرون کے ذبح ہو رہے ہین ۔ سنو تو! جنگ کے نوبت نقارے کیسے دھون دھون بج رہے ہین ۔ کیسا شور و غل ہے کان پڑے آواز نہین آتی ۔ بی بیو! یہ سے طور کی شادی ہے ۔ ہان ہان ۔ قتل کے بیڑے سب کو پہونچ چکے ہین ۔ کوئی باقی نہین ۔ شربت خوری کی رسم تو سب پر مات کردی شربت شہادت شربت نبات کا مزہ دے رہا ہے ۔ جو پیتا ہے پھر بات نہین کرتا ۔ چپکے سے نقد جان نذر کر دیتا ہے ۔ ارے لوگو! حضرت سے کہو ۔ دولہے کا باپ تو بہشت کو سدھارا ہے ۔ اب آپ ہی

دونون طرف کی رسمین کرین ۔ عورتون کی رسمین کون کرے گا ؟ بڑی سالی فاطمہ صغریٰ تو اپنے وطن مین ہے ۔ وہ یہان کیسے آسکتی ہے ؟ خیر ۔ چھوٹی سالی سکینہ ہی کو درمان* بنا دو ۔ مین اوس کا نیگ بھی اسی کو دیدون گی ۔ سالے کا حق دولہا کبھی بھول نہین سکتا ۔ علی اکبر کہان ہین ۔ اون سے کہو ۔ مین واری ۔ تم زیادہ اصرار نکرو ۔ دولہا کو اندر آنے دو ۔ کیا دولہن کا بناو سنگار اب تک نہین ہوا ؟ تخت عروسی پر لاکر کیون نہین بٹھا دیتے ؟ جہیز کا سامان باہر کیون نہین نکالتے ؟ مین کب تک انتظار کرون ؟ ہماری سمدھن ہم سے کیون رُس گئین ؟ بات تک نہین کرتین ۔ اچھا ! مین بھی علی اکبر کی شادی مین نہ آون گی ۔ ای ہر ! یہ کیسا شرمیلا دولہا ہے ۔ آنکھین بند کئے مسکراتا پڑا ہے ۔ شادی کی خوشی کس کو نہین ہوتی ؟ مگر دولہا اتنا نہین شرماتا ۔ میرے لال ! اوٹھو ۔ ماں صدقے گئی ۔ کب سے کھڑی پکار رہی ہے ۔ اوٹھو ۔ آرسی مصحف بیچ مین رکھہ کر ذرا دولہن کا منہ تو دیکھہ لو ۔ اگر اب نہ دیکھو گے تو کیا حشر کے روز جنت مین دیکھو گے ؟ دولہن کے ساتھہ ابھی سے ایسی بے مروتی

* درمان اوس عورت کو کہتے ہین جو بیاہ کی رسومات مین مقدم گردانی جاتی ہے ۔ اور تمام رسوم اوسی کے ہاتھہ سے ادا کیے جاتے ہین ۔ یہ خدمت عموماً اوس عورت کو ملتی ہے جو کہ دولہا یا دولہن کی قریب کی رشتہ دار ہوتی ہے ۔ جیسے ماں یا بہن وغیرہ ۔ منہ ۔

اچھی نہین ۔ کیون ؟ رو ٹھہ کیون گئے ؟ (بہت سوچکے) اب اوٹھہ بیٹھو ۔ (ہاتھہ پکڑکر کھینچتی ہین) اے ہے ! یہ کیسی قیامت کی نیند ہے ؟ کتنے دن جاگے تھے ؟ کروٹ تک نہین بدلتے ؟ ارے لوگو ! تم تو بھی جگاؤ ۔ وقت ہاتھہ سے جاتا ہے " یہ فقرہ غضب کردیا سب کے سب بے اختیار چلّا اوٹھے ۔

جب قاسم کو رو چکے تو اون کے دوسرے بھائی عبداللہ اور ابوبکر اور حسن مثنیٰ میدان جنگ کو روانہ ہوئے ۔ اون کی ماں پر اب یہ دوسری مصیبت ہے ۔ تینون فرزند ایک ساتھہ مرنے کو چلے ہین ۔ امام حسن کا گھر خالی ہورہا ہے ۔ غور کرنے کا مقام ہے ۔ بی بی فاطمہ زہرا کی روح پر کس قدر صدمہ ہوگا ۔ اگر وہ آج زندہ رہتین تو ناظرین اون کی حالت دیکھتے ۔ اولاد کے مرنے کی آگ بہت بُری ہوتی ہے ۔ سب کو معلوم ہے کہ ماں باپ کا دل جل کر کباب ہوجاتا ہے ۔ جینے کا مزا جاتا رہتا ہے ۔ یہان تو ایک نہین ۔ دو نہین ۔ چار نہین ۔ دُکھہ نہین ۔ آزار نہین ۔ ننھے بچے نہین ۔ دودھ پیتے نہین ۔ بارہ پندرہ بیٹے جوان جوان ۔ اچھے بچے ۔ ہاتھہ مُنھہ کو آئے ہوئے ۔ ہونہار کم سن پھولنے پھلنے کے دن ۔ تلوار کی دھار پر ایک ہی روز ۔ ایک ہی وقت ۔ ایک کے پیچھے ایک کٹ کٹ جارہے ہین ۔ کوئی پوچھتا نہین کہ ایسے ہونہار پودے کیون کاٹتے ہین ؟ کوئی بولتا نہین کہ غریب مظلوم مسافرون پر ایسا ظلم کیون کرتے ہین ؟ کیا غضب کی بات ہے ۔ لکھنؤ والی کا جگر پھٹتا ہے

سننے والے کو رونا آتا ہے ۔ پھر فرمائے کہ ماں باپ کا دل کیا کہتا ہوگا ؟ افسوس ! ہزار افسوس !

غرض وہ تینون بھائی اجل کے سامنے گئے اور ہاشمی شجاعت اور حیدری سطوت دکھا کر راہی فردوس بریں ہوئے ٭

اس کے بعد حضرت کے بھائیون کی نوبت آئی ۔ پہلے عبداللہ ابن علی اون کے بعد عثمان ابن علی ۔ اون کے بعد جعفر ابن علی ۔ اون کے بعد محمد ابن علی ۔ اون کے بعد ابوبکر ابن علی ۔ اون کے بعد عون ابن علی اون کے بعد اصغر ابن علی میدان کارزار مین آتے گئے اور زور یداللہی دکھا کر

٭ میدان جنگ مین حسن مثنیٰ بہت سے زخم کھا کر لاشون مین پڑے تھے مگر کچھ ایک رمق جان باقی تھی ۔ جس وقت عمر ابن سعد کے حکم سے دوسرے روز سب شہیدون کے سر کاٹنے لگے تو اسماء ابن خارجہ نے انکو زندہ دیکھ کر سپاہیون سے کہا کہ میری خاطر سے ان کو چھوڑ دو ۔ مین ان کو ابن زیاد کے سامنے لے چلتا ہون اگر ابن زیاد کو ان کے حال پر رحم آگیا اور جان بخشی کی تو خیر والا اوس کو اختیار ہے جو چاہے کرے ۔ یہ شخص حسن مثنیٰ کا ماموں تھا ۔ اوس کی خاطر سے ان کا سر اوتارا نہین گیا ۔ اور اوس نے ان کو کوفہ کو لیجا کر ابن زیاد سے سفارش کی ۔ ابن زیاد نے کہا ۔ اچھا ابی حسان کی خاطر سے اوس کے بھانجے کو چھوڑ دو ۔ اس ذریعہ سے حسن مثنیٰ کی جان بچ گئی ۔ خدا کو منظور تھا کہ امام حسن کی اولاد دنیا مین باقی رہے ۔ آگے چل کر حضرت امام حسین کی صاحبزادی فاطمہ کبریٰ کی شادی ان کے ساتھ ہوئی ۔ منہ ۔

بنوبت بہ نوبت جام شہادت نوش کرتے گئے۔

ان سب کے بعد عباس ابن علی علمدار نے قصد فرمایا۔ یہ ثانی اسد اللہ تھے۔ کشیدہ قامت۔ سہی بالا۔ قمر طلعت۔ جوان رعنا۔ لوگ ان کو ماہ بنی ہاشم کہتے تھے۔ ان کی بہادری اور سپاہ گری کا تمام عرب اور عجم مین چرچا تھا۔ صورت مین۔ سیرت مین۔ شجاعت مین۔ مہابت مین بحکم "الولد سر لابیہ" بالکل حضرت علی مرتضی کے مشابہ تھے۔ جس وقت یہ میدان جنگ مین چلے ہین حریم اہل بیت مین "العطش العطش" کا شور ہو رہا تھا۔ حضرت کی چھوٹی صاحبزادی بی بی سکینہ جنکی عمر چار سال کی تھی دوڑ کر عباس کا دامن پکڑ لین۔ اور چھوٹے چھوٹے ہاتھ جوڑ کر بہت ہی عاجزی سے کہنے لگین۔ "چچا مین صدقے۔ آتے آتے میرے لیے ذرا سا پانی لیتے آنا۔ پیاس سے جان جا رہی ہے۔ دیکھو تو۔ میرے ہونٹھ منہ کیسے سوکھ گئے ہین۔ کب سے پانی نہین ملا۔ کیا تم کو ذرا بھی ترس نہین آتا؟"

لڑکی کی باتون سے عباس کا دل قابو مین نہ رہا۔ بے اختیار آنسو ٹپک پڑے۔ اب نہ دل مانتا ہے۔ نہ لڑکی مانتی ہے۔ عجب کشمکش مین گرفتار ہین۔ جھونٹھ موٹھ سمجھا نہین سکتے۔ نہر سے پانی لا نہین سکتے۔ کرین تو کیا کرین۔ لڑکی کو دیکھتے ہین تو چہرہ باسی پھول کی طرح اودا سا ہے۔ پیاس کے مارے انتہا درجہ بدحواس ہے۔ پانی کو دیکھتے ہین تو لوہے کے قلعہ مین نظر بند ہے۔ اوس کا توڑنا بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے۔

آخر لاچار ہو کر کہا۔ "اچھا۔ مشکیزہ تو لاؤ۔ اگر پانی مل گیا تو لائیں گے نہیں تو پھر تمہیں منہ نہ دکھائینگے"۔

لڑکی کے چہرہ پر اتنی ہی بات سے تازگی آگئی۔ اوس نادان معصوم کو معلوم تھا کہ پرسوں انہیں نے پانی لاکر سب کو پلایا تھا۔ اب بھی ضرور لائینگے۔ خوشی خوشی دوڑ کر مشکیزہ اوٹھا لائی۔

عباس نے اپنے علم کے برابر مشکیزہ بھی کندھے سے لگا لیا۔ اور حضرت سے رخصت ہونے کو آئے۔

حضرت نے عباس کو اس ہیئت سے آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا۔ "اے سقاء اہل بیت! کیا تم بھی ہم کو چھوڑ دیتے ہو؟ اب ہمارا مددگار تمہارے سوائے کون رہا ہے؟"

یہ فقرہ عباس کے دل میں نشتر کی طرح چبھ گیا۔ ایک آہ جگر سوز کھینچ کر کہا۔ "خداوند نعمت! میں آپ کا خانہ زاد ہوں۔ آپ نے بچپن سے میری پرورش فرمائی۔ چھوٹے سے بڑا کیا۔ میں بھائی نہیں آپ کا غلام جان نثار ہوں۔ غلاموں کا کام ہے کہ اپنے آقا پر جان تصدق کریں۔ وقت پر کام آئیں۔ حق نمک ادا کریں۔ اب اس سے بڑھ کر خدانخواستہ وہ کونسا وقت آئے گا جس کے لیے میں آپ کا حق نمک اوتہار کہوں۔ مجھے تو لازم تھا کہ سب سے پہلے اپنی جان آپ کے قدموں پر نثار کرتا۔ مگر خدمت علمداری اس کی اجازت نہیں دی۔ جب فوج کٹ گئی تو علم بیکار ہو گیا۔ اب مجھے کوئی عذر باقی

باہنین رہا ۔ لہذا اجازت دیجیے ۔

حضرت نے فرمایا ۔ "عباس ! تم ایسی باتین نکرو ۔ میرا کلیجا پھٹتا ہے ۔ تم ہمارے والد کی یادگار ہو ۔ جب مین تم کو دیکھتا ہون تو والد کی تصویر آنکھون مین پھر جاتی ہے ۔ میرے لیے علی اکبر کا داغ کیا کچھ کم ہے ؟ جو تم اپنی جدائی کا داغ دیتے ہو ۔ آخر ہمارے بعد بھی تو عورتون بچون کو کوئی سنبھالنے والا چاہیے ۔ ہم کو پہلے مرجانے دو ۔ پھر تم کو اختیار ہے

عباس نے عرض کیا ۔ خدا مجھے وہ وقت نہ دکھائے کہ آپ کی لاش اپنی آنکھون سے دیکھون ۔ علی اکبر کی لاش جو مین نے دیکھی ہے وہی بس ہے ۔ وہ تو خون مین نہا کر جنت کو سدھارے ۔ اور مین عرق ندامت مین ڈوب گیا ۔"

ادھر یہ باتین ہو رہی تھین اودھر لشکر مخالف سے "ہل من مبارز" کے نعرے کسے جانے لگے ۔ عباس بہ منت حضرت سے رخصت لیکر میدان مین آئے ۔ لشکریون نے ان کو چارون طرف سے گھیر لیا ۔ عباس نے اون کو بہت ہی نرمی سے کہا ۔ "بھائی سنو ! مین تم سے لڑنے کو نہین آیا ہون ۔ میری خواہش صرف یہ ہے کہ تھوڑا سا پانی اس مشکیزہ مین بھر کر بچون کے لیے لے جاون ۔ چھوٹے چھوٹے بچے پیاس سے بیتاب ہو رہے ہین ۔ اگر قصوروار ہین تو ہم ہین ۔ ہم کو جو چاہو کرو ۔ مگر بچون نے کیا قصور کیا ہے ؟ وہ تو معصوم بیگناہ ہین ۔

اور تمہارے پیغمبر کے خاندان کے ہین ۔ ان کے حال پر تو رحم کرو"۔
مگر وہ کب سنتے تھے ؟ اس کے جواب مین تیر برسانے لگے۔
عباس کا ارادہ تھا کہ بہر صورت پانی ملنے کا کوئی راستہ نکل آئے پھر دیکھہ لیا
جائے گا ۔ اب اون کی سرکشی جو دیکھی تو تلوار کھینچ کر ایک حملہ حیدری
کر دیا ۔ چار ہزار سوار سامنے سے ایسے بھاگے جیسے شیر کے سامنے بکریان
بھاگتی ہین ۔ جب میدان صاف ہو گیا تو نہر کی طرف رخ کیا ۔ مگر لب نہر پر
ان کو گھیر لیا ۔ عباس نے نیزہ اوٹھا کر پھر اون پر حملہ کر کے پراگندہ کر دیا ۔
اور نہر کے کنارے پر پہونچے ۔ چاہتے تھے کہ پانی مین اوتر کر مشک بھر لین ۔
اتنے مین اون لوگون نے پھر ہجوم کیا ۔ اب کی دفعہ تلوار سے اون کا مقابلہ
کر کے اون کو پس پا کیا ۔ اس کشمکش مین اسی آدمی فوج مخالف کے مارے
گئے ۔ اور خدا کے فضل سے علی عباس اب تک محفوظ رہے ۔ اب خاطر جمعی
سے نہر مین اوتر کر مشکیزہ بھر لیا ۔ اور چلو مین پانی لیکر پینے کا ارادہ کیا ۔
مگر ساتھہ ہی اوس کے حضرت کی تشنگی اور اطفال اہل بیت کی بیتابی یاد آگئی ۔
دل سے کہا ۔ "وائے بر حال عباس ! جگر گوشۂ رسول مقبول راحت جان
بتول تو پیاسا ہے اور مین پانی پیون ؟ اے نہر فرات ! تو مجھ پر حرام
ہے ۔ جب تو امام دو جہان کے کام نہ آئی تو میرے کس کام کی ؟ ہاتھہ سے
پانی پھینک کر مشکیزہ کندھے سے لگا لیا ۔ اور حرم سرا کی طرف رخ کیا ۔
عمر ابن سعد نے فوج کو للکارا ، دیکھو خبردار ! عباس کو جانے نہ دو ، انھون نے
تم کو زک دیکر اپنا کام پورا کیا ہے ۔ اگر کچھہ غیرت ہے تو چلو بھر پانی مین ڈوب مرو ۔

اسپر سپاہی جوش مین آئے ۔ تمام سوار اور پیادون نے اون کو اپنے حلقہ مین لے لیا ۔ ایک طرف سے تیر برستے تھے ۔ دوسری طرف سے نیزے چلتے تھے ۔ علی عباس ان سب کا مقابلہ کرتے جاتے تھے ۔ جدہر پھرتے تھے ایک دم سے سب کو بھگا دیتے تھے ۔ پھر وہ سمٹ کر آتے تھے اور چارون طرف سے ہتھیار چلاتے تھے ۔ اب علی عباس زخمون مین چور ہو گئے ۔ ہر طرف کے بلوہ سے پریشان تھے ۔ اگر کوئی لڑنے والا سامنے آئے تو سپاہ گری کے جوہر دکھائین ۔ بزدل مکارون کا کیا علاج ہے ۔ سامنے ہوتے نہین ۔ پیچھا چھوڑتے نہین ۔ ان سے خدا سمجھے ۔ اتنے مین زید بن ورقا اور حکیم بن طفیل طائی نے دھوکا دیکر پیچھے سے ایک ضرب تلوار کی سیدھے شانہ پر لگا دی جس سے عباس کا سیدھا ہاتھ شانہ سے جدا ہو کر گر پڑا ۔ پھر عباس نے مشکیزہ بائین شانہ سے لگا کر بائین ہاتھ مین تلوار لی اور بائین ہاتھ سے دشمنون پر وار کرنے لگے ۔ پھر اوسی ظالم نے قابو کر کے بایان ہاتھ بھی شانہ سے اوڑا دیا ۔ اب عباس نے مجبور ہو کر مشکیزہ دانتون مین پکڑ لیا اور گھوڑے کو ایڑ کیا ۔ مگر نکل جانے کا راستہ نہ تھا ۔ دشمنون کو ان کے دونون ہاتھ کٹ جانے سے پورا قابو مل گیا ۔ ایک نے تیر مار کر مشکیزہ مین سوراخ کر دیا جس سے تمام پانی مشکیزہ سے بہ گیا ۔ ایک نے ان کے سینہ مین ایک تیر مار دیا جو پشت کی جانب سے پار ہو گیا ۔ ایک نے سر پر ایک گرز لگا دیا جس کے صدمہ سے سر پھٹ کر غش آ گیا ۔ اور گھوڑے سے جدا ہو کر زمین پر گر گئے ۔ اس وقت عباس کو اپنے مرنیکا اتنا غم نہ تھا جتنا پانی کے بہ جانے کا غم تھا ۔ اون کے دل پر

سکینہ کا پانی کو ترسنا نقش ہو گیا تھا ۔ دشمنون کو قتل کرنا ایک بات تھی اوس کی تو خوب دل کھول کر آرزو پوری کر لی ۔ مگر پانی کو بچانا دوسری بات تھی ۔ اس مین مجبور تھے کیا کر سکتے تھے ؟ آخر دشمنون کی بن آئی ۔ اون کو شہید کر ڈالا ۔

حضرت کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو گھوڑا اڑا کر سر نہر تشریف لے گئے ۔ وہان جا کر وہ کیفیت دیکھی جو کسی بھائی کو اپنے بھائی کی ایسی کیفیت دیکھنی نصیب نہو ۔ ہاتھ ایک طرف کٹ کر پڑے ہین ۔ مشکیزہ ایک طرف پھٹا ہوا پڑا ہے ۔ لاش ایک طرف خون بھری مٹی مین لت پت پڑی ہے ۔ تمام بدن زخمون سے چور چور ہے ۔ سر کے دو ٹکڑے ہو گئے ہین ۔ علی عباس کی حالت پر حضرت کو رونا آگیا ۔ ہر چند ضبط کرنا چاہا مگر آنسو نہ تھمے ۔ بے اختیار نکل پڑے ۔ فرمایا کہ "الآن انکسر ظہری وقلت حیلتی" یعنے اب میری کمر ٹوٹ گئی اور کوشش بیکار ہوئی" ۔ لاش کو اوٹھا کر لانا چاہا ۔ لیکن زخمون کی اسقدر کثرت تھی کہ تمام بدن پاش پاش ہو گیا تھا ۔ اوٹھانے کا موقع بالکل نظر نہ آیا ۔ ناچار وہین چھوڑ کر اوٹھے ۔ اور اوٹھے تو کمر پکڑ کر اوٹھے ۔

اگرچہ عباس حضرت کے علاتی بھائی تھے ۔ مگر حضرت کو ان سے دلی محبت تھی ۔ اور یہ بھی حضرت کے عاشق تھے ۔ باپ بیٹے معلوم ہوتے تھے ۔ جتنی محبت حضرت کو علی اکبر سے تھی اوتنی ہی عباس سے بھی تھی ۔ یہ اپنی اونتیس سال کی عمر مین کبھی حضرت سے جدا نہین ہوئے تھے ۔ اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ عباس کا مارا جانا حضرت کو کسقدر رنج پہونچایا ہوگا ۔ اور اون کی والدہ ماجدہ ام البنین کا کیا حال ہوا ہوگا ۔

جس وقت یہ خبر سنی ہونگی کہ اون کا ایسا شیر دل رشک ماہ کامل اونتیس سالہ بیٹا اور اوس کے ساتھ دوسرے تین بیٹے جوان جو ان ہمسر سام و نریمان چاروں کے چاروں لقمۂ شمشیر اجل ہو گئے ۔ اب اون کی کوئی اولاد باقی نہیں رہی ۔ گویا اون کی ترکیب حیات کے یہی چار عنصر تھے ۔ جب چاروں عنصر نکل گئے تو جسم ایک تودہ خاک ہے ۔ اے بخت نارسا ! تو نے اوس بیکس بیوہ کی ضعیفی پر کچھ بھی رحم نہ کیا ۔ اب وہ رو رو کر اپنی جان دیدیگی ۔ تیرا کیا جائے گا ؟ افسوس !

بارہوان پان

کیونکر نہ روئین ہم فلک بدسرشت کو
پامال کر دیا گل باغ بہشت کو

اب حضرت کے رفقا، اور اقربا، کلہم سب کا خاتمہ ہوگیا۔ شطرنج کی بازی کی طرح ایک ایک کرکے تمام مہرے مارے گئے۔ عباس جو ایک فرزین کے طور پر تھے وہ بھی جاتے رہے۔ صرف حضرت بنفس نفیس باقی رہ گئے۔ توبہ توبہ امین نے بڑی غلطی کی جو شطرنج کی مثال دی۔ شطرنج مین تو بادشاہ کا بہت پاس ادب کیا جاتا ہے۔ اوس کی نسبت مارنے اور مرنے کا نام تک زبان پر نہین آتا ہے۔ یہان تو معاملہ برعکس ہے۔ اے میرے پیارے ناظرین! ذرا صبر کرو۔ دل کو قابو مین رکھو۔ اب میری زبان یاری نہین دیتی۔ مین کیسا کہون کہ اسکے بعد کیا ہوا۔ آپ خود سمجھ سکتے ہین کہ خدا ناشناس لوگون سے پالا پڑا ہے۔ وہ تمام فوج اب حضرت پر تلوار اوٹھاتی ہے۔ کون حضرت؟ تمہارے دین و دنیا کے مالک

تمہارے عاقبت بخشانے والے ۔ تمہارے پیغمبر کے نواسے ۔ خاتون جنت کے فرزند ۔ پنجتن پاک کی آخری یادگار ۔ حضرت امام حسین کی باری آتی ہے ۔ میدان بلا خیز میں حضرت تن تنہا کھڑے ہیں ۔ آس پاس تمام عزیز و اقارب کی لاشیں پڑی ہیں ۔ رنج و ملال کا ایک ہجوم ہے ۔ کوئی مونس ہے نہ غمخوار ہے ۔ جدھر نظر پڑتی ہے حسرت ہی حسرت کا کاروبار ہے ۔ عزیزوں کا ایک سرے سے سب کا قتل ہو جانا ۔ بال بچوں کا جنگل میں بے سہارا رہ جانا دل کو پاش پاش کر دیا ہے ۔ درد جگر کس کو بتائیں ؟ داستان غم کس کو سنائیں ؟ تشنگی حد سے گزر گئی ہے ۔ تاب و توان جواب دے چکے ہیں ۔ اتنے میں دور سے ایک شتر سوار نظر آیا ۔ وہ آتے آتے میدان کارزار میں پہونچا ۔ دیکھا تو تمام لاشیں پڑی ہیں اور ایک شخص بیچ میں کھڑا ہے ۔ وہ حضرت امام حسین ہیں ۔ مگر اوس نے پہچانا نہیں اور نہ اوس کو اس ہنگامہ کی خبر تھی ۔ بے دھڑک پوچھنے لگا ۔ مدینہ کا قافلہ آپ کو ملا تھا ؟ اور آپ کو کچھ اس کی خبر ہے ؟ کہ کہاں اوترا ہے ؟ حضرت نے کہا ۔ کیوں بھائی ؟ کس لیے پوچھتے ہو ؟ مدینہ کے قافلہ سے کیا کام ہے ؟ اوس نے کہا ۔ "میں ایک خط مدینہ سے لایا ہوں ۔ حسین بن علی کے نام کا ہے ۔ اون کی لڑکی نے دیا ہے ۔ میں کسی کام کے لیے کوفہ جانے کے ارادہ سے نکل کر مدینہ میں پہونچا تو ایک مکان کے دروازہ پر ایک لڑکی کھڑی تھی ۔ کوئی چھ سات برس کی ہوگی ۔ بہت ہی لاغر و ناتوان تھی ۔ معلوم ہوتا تھا کہ کچھ بیماری ہے ۔ چہرہ اوداس تھا ۔ آنکھوں سے انتظار کے آثار پائے جاتے تھے ۔ مجھے مسافرانہ ہیئت میں دیکھ کر پوچھنے لگی ۔ بھیا تم کہاں

جا سے تم ہو ۔ مین نے کوفہ کا نام لیا تو اوس نے بہت ہی عاجزی سے کہا ۔ "مین ایک خط دیتی ہون ۔ راستہ مین تم کو مدینہ کا قافلہ ملے گا ۔ اوس قافلہ کا سردار میرا باپ ہے ۔ یہ خط اون کو دے دینا ۔ اور زبانی اتنا کہدینا کہ تمہاری فاطمہ صغریٰ تم کو بہت یاد کرتی ہے ۔"

حضرت نے ایک آہ سرد بھر کر کہا ۔ لاؤ بہنی ! حسین ابن علی مین ہی ہون ۔ اور مدینہ کا قافلہ (لاشون کی طرف اونگلی سے اشارہ کرکے) یہ پڑا ہے ۔"

اوس نے خط دیکر پوچھا ۔ "حضرت ! یہ جنگ کیسی ہے ؟ اور یہ فوج کس کی ہے ؟" آپ نے فرمایا ۔ "بہائی ! یہ فوج امیر شام کی ہے ۔ جنگ کا سبب نہ پوچھو ۔ آگے چل کر تم کو خود بخود معلوم ہو جائے گا ۔"

شتر سوار سلام کرکے آگے بڑھا ۔ حضرت نے اوس خط کو کھول کر دیکھا تو جا بجا پانی کے دھبے پڑے ہین اور کچھ کچھ حرف پھیل گئے ہین ۔ یہ ایک فطرتی امر ہے کہ دل کو دل پہچانتا ہے ۔ حضرت کو فوراً معلوم ہو گیا کہ یہ میری صغریٰ کے آنسو ہین ۔ شاید اوس نے خط کو بار بار کھول کر دیکھا ہے ۔ اور جوش محبت سے آنسو ٹپک پڑے ہین ۔ اوس وقت حضرت کے دل کا حال کچھ نہ پوچھیے ۔ کربلا کے میدان مین مدینہ آگیا ۔ اپنا گھر ۔ مسجد نبوی ۔ رسول مقبول کا روضہ ۔ اور جنت البقیع کا خطیرہ ۔ سب نظر مین پھر گیا ۔ ترک وطن ۔ سفر کے رنج و محن ۔ کربلا کا رن ۔ سب ایک ہو گیا ۔ اور سینہ مین اسقدر آگ بھڑکی کہ آنکھون مین اندھیرا چھا گیا ۔ اب نہ خط نظر آتا ہے ۔

نہ ایک حرف پڑھا جاتا ہے ۔ بارے بہزار دقت دل کو تھام کر غور کیا تو لکھا تھا ۔ آپ نے چلتے وقت مجھے یہان اکیلی چھوڑ دیا ۔ مین رونے لگی تو آپ نے کہا تھا کہ گھبراؤ نہین اپنی دادی کے پاس رہو ۔ ہم تم کو جلدی بلا لینگے ۔ اوس کو پانچ مہینے گزر گئے ۔ مجھے بلانے کو کوئی نہین آیا ۔ اور تمہاری خبر بھی کسی نے نہین لایا ۔ مین روز دروازہ مین شام تک رستہ دیکھتی کھڑی رہتی ہون ۔ سارا دن یاد کر کر کے روتی ہون دادی کہتی ہین کہ بی بی رو نہین ۔ تمہارے باپ بھائی چچا سب کے سب خیر و خوبی سے جلدی آجائینگے ۔ مگر میرا دل نہین مانتا ۔ سب لوگ یاد آتے ہین ۔ علی اصغر تو بہت ہی یاد آتا ہے ۔ ارے اللہ ! مین کیا کرون ۔ مجھے رستہ معلوم ہوتا تو بھاگتی ہوئی چلی جاتی تھی ۔ مین صدقے ہوتی ہون ۔ مجھے جلدی بلا لو ۔ نہین تو روتے روتے مر جاؤن گی "

معلوم ہوتا ہے کہ مان باپ کی جدائی اور بھائی بہنون کی تنہائی نے اوس کم سن لڑکی کے دل کو مسوس ڈالا تھا ۔ دیکھو تو ! خط کے ہر ہر فقرہ سے کیسی مایوسی ٹپکتی ہے ۔ اس خط نے حضرت کے دل کے ساتھ وہ کام کیا جو آگ کے ساتھ ہوا کرتی ہے ۔ بے اختیار زبان سے نکل گیا ۔ اے بدنصیب صغرے ! تیری آرزو خاک مین مل گئی ۔ تیرا باپ ۔ تیرے بھائی ۔ تیرے چچا اب تجھے کہان مل سکتے ہین ۔

اوس مقام پر حضرت دیر تک سر بگریبان انواع و اقسام کے خیالات مین ڈوبے کھڑے رہے ۔ اور لشکر مخالف بھی ایک سکوت کے عالم مین

تھا ۔ یکایک اس سکوت کو ایک بدبخت نے توڑا ۔ اوس نے پیچھے سے آکر ایک تلوار ماردی جس سے عمامہ کٹ کر سر مبارک زخمی ہوگیا ۔ اور خون بہنے لگا ۔ حضرت نے پلٹ کر دیکھا تو مالک ابن بشیر تھا ۔ جو ہاتھ چلا کر بھاگ رہا تھا ۔ آپ نے فرمایا ۔ خدا تیرا حشر ظالمون کے ساتھ کرے ۔ جس ہاتھ سے تو نے مارا ہے وہ ہاتھ تیرے کسی کام پر نہ آئے ۔

اوس وقت حضرت وہان سے نکلے اور خیمہ مین تشریف فرما ہوئے ۔ اور اہل حرم سے رخصت ہونے اور الوداع کہنے لگے ۔ مین کیا بیان کرون کہ حرم سرا مین عورتون پر کیسا صدمہ تھا ۔ اور ان کا کیا حال تھا ۔ بیکسی اور تنہائی غضب کر رہی تھی ۔ اب تک اٹھارہ آدمی جو گھر کے مارے گئے تھے اون کو کوئی نہین روتا ۔ سب کو سکتہ ہوگیا ہے ۔ حضرت کا جو سہارا تھا وہ بھی اب نکلا جاتا ہے ۔ عورتون کی پردہ داری کس طرح ہوگی ؟ بچون کی خبرگیری کون کرے گا ؟ عابد بیمار کی سنبھال کیسے ہوگی ؟ وطن جانے کی کس کو امید ہے ؟ اب تو آبرو کے خیال مین جان کی بھی پروا نہین ہے ۔ ایسے موقع مین امام زین العابدین بحالت زار بچھونے سے اوٹھ کر لڑکھڑاتے ہوئے حضرت کے سامنے آئے اور کہنے لگے ۔ جتنے تندرست اور زورآور تھے وہ تو سب مرچکے ۔ ایک مین بیمار اور ناتوان کیون باقی رہون ؟ جبکہ اس مصیبت مین علالت بھی ہے اور علالت مین صحت سے مایوسی ہے تو پھر جینا کیسا ؟ بہتر ہوگا کہ مین بھی آپ کے سامنے مرجاؤن ۔ اگرچہ معلوم ہے کہ جتنے مرگئے اون سے کیا ہوا جو مجھ سے ہوگا ۔ مگر جینے مین بھی

تو کچھ مزہ نہیں رہا ۔ للہ ! مجھے اجازت دیجئے ۔ جیسا بچھونے پر پڑ کے مرجاؤن گا ویسا ہی میدان میں مرجاؤن گا ۔ اگر قوت ہوتی تو ایک دو کو مار کر مرتا ۔ مگر کیا کرون بیماری نے مجبور کر دیا ہے ۔

سجاد کی اس تقریر سے حضرت کی آنکھون مین آنسو ڈبڈبا آئے ۔ اور اہل حرم بھی زار زار رونے لگے ۔ آپ نے اون کو گلے لگا کر فرمایا ۔ "اے لخت جگر ! اے نور نظر ! ہم نے مانا کہ تم کو اپنی جان کی پروا نہیں ہے ۔ لیکن یہ بھی تو دیکھنا ضرور ہے کہ ہمارے بعد ان عورتون کا اور بچون کا کیا حال ہوگا ۔ اگر تم بھی قتل کیے گئے تو کون دیکھے گا کہ ان پر کیا گزرا ۔ یہ جو مصیبت سر پر آئی ہے کچھ ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے ۔ کوئی حالت دنیا مین ایکسان نہیں رہتی ۔ جیسے راحت کے دن گزر جاتے ہین سختی کے دن بھی نکل جاتے ہین ۔ اللہ جلشانہ فرمایا ہے ۔ کہ "ان مع العسر یسرا" "سختی کے ساتھ آسانی ضرور ہے" ۔

پھر حضرت نے امام زین العابدین کا ہاتھ بی بی زینب کے ہاتھ مین دیکر فرمایا کہ "ان کو لے جاؤ ۔ اور سمجھاؤ ۔ کہ ان سے پیغمبر کی نسل دنیا مین قیامت تک باقی ۔ اور وہ رموز حقیقت و معرفت ذات سرمدی جو متعلق بہ اسرار ولایت محمدی ہین اون کی تعلیم و تلقین امت مرحومہ مین ان کے ذریعہ سے جاری رہنے والی ہے" ۔

اتنے مین بالی سکینہ دوڑتی ہوئی آکر گلے سے لپٹ گئی ۔ اور رو رو کر کہنے لگی ۔ بابا جان ! کیا تم مرنے کو جاتے ہو ؟ اور مجھے جنگل مین اکیلا

چھوڑے دیتے ہو۔ خدا کے لیے ایسا تو نکرو"

اس بات سے حضرت کا دل بھر آیا۔ آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ "پیاری سکینہ! مین کیا کرون۔ جس کا کوئی یار و آشنا نہو۔ اور جس کا کہین ٹھکانا نہ ہو۔ اوس کو بجز مرجانے کے کیا علاج ہے؟"

سکینہ نے کہا۔ "تو پھر ہم کو ہمارے وطن مین کیون نہین پہونچا دیتے؟"

حضرت کے دل سے ایک آہ نکلی۔ کہا۔ "اگر اتنا ہو سکتا تو مین اپنے لوگون کو کیون مرنے دیتا۔ اور تم کو اس جنگل مین کیون چھوڑتا"

یہ باتین ایسی نہین جو سننے والون کا دل قابو مین رہنے دیتین۔ حرم سرا مین واویلا مچ گئی۔ اون کو ایسا معلوم ہوا کہ آسمان ٹوٹ پڑا۔ اب انتظار اس بات کا ہے کہ زمین کب پھٹیگی۔ اور کب اوس مین دھنس جائین گے۔

خدا دشمن کو بھی ایسا دن نہ دکھلائے۔ جیسا کہ ہمارے پیغمبر کے خاندان نے دیکھا ہے۔ افسوس ہے کہ ہم سنتے ہین اور دل نہین دکھتا۔

اسی طرح حضرت ایک ایک کو رخصت کرتے تھے۔ اور صبر و شکر کی تاکید فرماتے تھے۔ سب کے آخر پر طفل شیر خوار علی اصغر حضرت کے سامنے لایا گیا۔ یہ بچہ سب سے چھوٹا حضرت کا فرزند چھ مہینے کا تھا۔ حضرت اوس کو اپنے گود مین لیکر منہ دیکھنے لگے۔ بجائے دودھ کے پانی بھی نہ ملنے کی وجہ سے صورت بالکل سکڑ گئی تھی۔ آنکھون مین حلقے پڑ گئے تھے۔ رونے کی طاقت نہ تھی۔ ایسی حالت مین اوس کو رخصت کرنا

دل کو ناگوار معلوم ہوا ۔ اور بسبب شور و شین اہل حرم کے وہان ٹھیرنا بھی ایک مشکل امر تھا ۔ لہذا آپ نے اوس بچہ کے ساتھ تنہائی کی غرض سے گوشہ بیابان اختیار کیا ۔ گوشہ کیسا ؟ جس جگہ ہزارون آدمی جمع ہون ۔ وہان تنہائی کا کیا گزر ہے ؟ مجھے یون کہنا چاہیے تھا کہ مجمع عام مین آگئے اور رفع تشنگی کے ارادہ سے اپنی زبان اوس معصوم بے زبان کے منہ مین دی ہمارے ناظرین تصور کر سکتے ہین کہ حضرت اس وقت کس ہیئت کر کھڑے ہین اور علی اصغر کہان ہین ۔ علی اصغر ابھی حضرت کے گلے سے لپٹے ہوئے تھے کہ حرملہ ابن کاہل اسدی نے شست باندھ کر ایک تیر مارا ۔ اور وہ تیر سن سے جو آیا تو علی اصغر کے حلق کو چھید کر حضرت کے بازو مین اٹک گیا ۔ علی اصغر نے تیر کے لگتے ہی منہ کھول دیا اور خون حلق سے بہنے لگا ۔ حضرت نے اوس تیر کو کھینچ کر نکالا تو علی اصغر تڑپنے لگے جیسے مچھلی تڑپتی ہے ۔ اور باپ کی صورت دیکھتے دیکھتے مسکرا کر آنکھ بند کر لی ۔

"انا للہ وانا الیہ راجعون" یہ موت بھی عجب عبرت انگیز ہوئی ۔ وہ تیر سہ دہارہ ۔ زہر آلا ۔ وہ نازک و نرم چھ مہینے کے معصوم بچے کا گلا ۔ وہ مقام سراپا محبت آگین اور وہ دل پر شوق امید تسکین ۔ یہ سب مل ملا کر ایک ایسی حسرت کا مقام ہے جس کی کیفیت وہی باپ جانتا ہے جس نے ایسے حادثہ کو اپنے سینہ مین جگہ دی ہے ۔ جو خون علی اصغر کے حلق سے نکلا اوس کو حضرت نے اپنے ہاتھ مین لیکر آسمان کی طرف اوچھالا ۔ اور بارگاہ کبریائی مین عرض کیا " خداوندا ! یہ اوس بچہ کا

خون ہے جس سے اب تک زمین پر پانون بھی نہین رکھا ہے ۔ مجھے امید ہے کہ یہ میرا طفل بے زبان تیری درگاہ مین ناقہ صالح سے کم نہو گا جس کے مارے جانے کی نسبت تو نے فرمایا ہے کہ "فدمدم علیہم ربہم بذنبہم فسوہا" "اون کے پروردگار نے بسبب اون کے گناہ کے اون پر اولٹ مارا اور زمین کے برابر کر دیا"۔

پھر فرمایا ۔ "جبکہ یہ تمام امور بموجب مشیت ایزدی ہین تو اوسکی برداشت کرنا آسان ہے ۔ اے دل! اتنی بے چینی کیون کرتا ہے ؟ ذرا صبر کر ۔ خدا تجھے اس کا اجر دے گا ۔"

اللہ اللہ! صبر و شکر اس کا نام ہے ۔ اور اس طرح دل کو سمجھانا ایسے مقام پر انہین کا کام ہے ۔ سچ ہے ۔ خدا کسی پر کوئی بار ڈالتا ہے تو اوس کی قوت کے موافق ڈالتا ہے ۔ جیسا کہ فرمایا ہے "لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا" اتنی بڑی بھاری مصیبت کا بوجھ اوٹھانے کی قوت خدا نے حضرت امام حسین ہی کو دی تھی ۔ اور کیون نہ دے ؟ ازل ہی سے وہ اس کام کے لیے نامزد ہو چکے تھے ۔

الغرض حضرت علی اصغر کی لاش کو گلے سے لگا کر خیمہ کے دروازہ پر لائے ۔ اور اہل حرم سے کہا ۔ "لو! تمہارا علی اصغر سو گیا ۔ تمام بی بیان دوڑ پڑین ۔ اور وہ کہرام مچا کہ الامان! ام ولد کے دل کا حال کیونکر بیان کیا جا سکتا ہے جس ماں کی گود اس طرح پر بچہ جدا جانے سے خالی ہو جاتی ہے اوس کے دل کی کیفیت کا اظہار ناممکن ہے ۔

حضرت کو اس بچہ کے قتل ہونے کا اتنا رنج ہوا کہ اون کو اپنے زخم یا زندگی کی کچھ بھی خبر نہ تھی ۔ جب عورتون کو اس ماتم سے فرصت ملی تو اوس سے زیادہ ایک اور مصیبت کا سامنا ہوا ۔

حضرت کی اب آخری رخصت ہونے کی صورت پیش آئی ۔ آپ نے بی بی زینب و ام کلثوم اور باقی اہل حرم کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ "اب مین تم سے رخصت ہوتا ہون اور تم کو خدا کے سپرد کرتا ہون ۔ وہی تمہارا اور ہمارا سب کا مالک ہے ۔ آیندہ تم کو اوسی طریقہ سے صبر و شکر کے ساتھ اپنی زندگی کے دن پورے کرنے چاہئین جو طریقہ تمہارے خاندان کا ہے ۔ دنیا تو کسی صورت سے گزر ہی جائے گی ۔ مگر دعا کرتا ہون کہ خدا ہماری اور تمہاری سب کی آخرت درست کرے اور خاتمہ بخیر ہو ۔ آمین بحق طٰہٰ و یٰس ۔ لو! خدا حافظ ۔ انشاء اللہ تعالی ہم اور تم حشر مین ملینگے"۔

اوس وقت کس کے ہوش و حواس بجا تھے جو کچھ کہتے ۔ یا روتے چلاتے ۔ رونا تو جب آتا ہے کہ ایک نوع کی طمانیت ہو ۔ درد دل سمجھنے کی لیاقت ہو ۔ یہان تو طمانیت کوسون دور قوت ادراک کافور تھی ۔ پھر کوئی کیونکر روئے؟ اور درد دل کس طرح سمجھے؟ سب کے سب صورت آئینہ سراپا حیرت منہ تک رہے ہین ۔ ٹکٹکی بندھی ہوئی ہے ۔ گویا کسی آئینہ خانہ مین تصویر دیکھتے ہین ۔ کچھ کہتے سنتے نہین ۔ ان لوگون کو اوس وقت ہوش آیا جبکہ حضرت حرم سرا کے باہر ہوئے ۔ دروازہ پر عربی اصیل گھوڑا ذوالجناح چپ چاپ کھڑا ہے اور حضرت سواری کا قصد فرما رہے ہین ۔ کوئی رکاب تھامنے والا نہین ہے ۔

حضرت کی بہنون اور دوسرے اہل حرم نے دوڑ کر گھوڑے کو گھیر لیا اور اطراف تصدق ہونے لگے ۔ کوئی "قل اعوذ برب الفلق" پڑھ رہی ہے ۔ کوئی "وان یکاد" دم کر رہی ہے ۔ اون کے ذہن مین شاید حضرت خیریت سے واپس آئینگے ۔ اے بھولی بھالی پردہ نشینو! تمہارا یہ خیال محال ہے ۔ زمانہ کے تیور بدلے ہوئے ہین ۔ تم اوس سے بھلائی کی امید کیون رکھتے ہو؟ اب حضرت کا واپس آنا کیسا؟ اونکی تو یہ آخری رخصت ہے ۔ بہتر ہوتا ۔ اگر تم اوس کے بدلے مین "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھتین ۔ مگر امید کی صدا بہت میٹھی اور خوش آیند ہوتی ہے ۔ وہ دردمندون کے دلون کو اس طرح لبھاتی ہے جیسے کسی عاشق کو معشوق کی ادا ۔ اوس نے آہستہ سے کان مین کہدیا تھا کہ سختی کے دن ہمیشہ نہین رہتے ۔ اس آسمان کے نیچے کس پر سدا ایسے دن رہے ہین؟ تم گھبراؤ نہین ۔ دیکھو تو خدا کیا کرتا ہے ۔ ان مصیبت زدہ بیچاریون کی زندگی کا دارومدار جو کچھ تھا بس اسی پر تھا ۔ حضرت نے اون کو اوسی حالت اضطرار مین الوداع کہہ کر گھوڑا بڑھا دیا اور فوج کے سامنے آکر بآواز بلند فرمایا کہ "اے قوم اسلام! اللہ جلشانہ اپنے کلام پاک مین فرماتا ہے کہ "یا ایہا الناس اتقوا ربکم ان زلزلۃ الساعۃ شیٔ عظیم ۔ یوم ترونہا تذہل کل مرضعۃ عما ارضعت وتضع کل ذات حمل حملہا ۔ وتری الناس سکاریٰ وما ہم بسکاریٰ ولکن عذاب اللہ شدید"۔ "اے لوگو! ڈرو اپنے پروردگار سے بے شک قیامت کی اوکھاڑ پچھاڑ ایک بڑی چیز ہے ۔ اوس دن تم دیکھوگے کہ ہر ایک دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور ہر ایک گابھن اپنا گابھہ ڈال دیگی ۔

اور تو دیکھے گا آدمیون کو مدہوش حالانکہ وہ نشہ مین نہون گے مگر خدا کا عذاب سخت ہے"۔ اگر تم کو خدا پر ایمان ہے اور قرآن پر اور اوس کے رسول پر اعتقاد ہے تو سمجھو مین اوسی رسول کا نواسا ہون جسپر یہ قرآن نازل ہوا ہے۔ تم نے سنا ہوگا کہ تمہارے پیغمبر نے فرمایا ہے کہ "الحسین منی وانا من الحسین" "حسین میرا ہے اور مین حسین کا ہون"۔ اوس روز تم کو خدا کے سامنے جانا ہے اور اوس وقت تمہارے پیغمبر کے سوا دوسرا کوئی خدا سے سفارش کرنے والا نہوگا۔ ایسا کام نکرو جس سے خدا تم پر خفا ہو جائے۔ اور پیغمبر کو تمہاری شفاعت کرنے کا موقع نہ ملے۔ افسوس ہے کہ تم نے چار روز سے اہل بیت رسول پر پانی بند کر دیا۔ اور آج اون کے خاندان کے اٹھارہ آدمیون کو قتل کر ڈالا۔ مین نہین سمجھتا کہ تم خدا کو اس کا جواب کیا دوگے۔ اب مین فقط تنہا رہ گیا ہون۔ تمہارے پیغمبر کی اخیر یادگار ہون۔ اگر میرے ساتھ بھی اوسی طریقہ سے پیش آوگے تو یقین مانو عذاب الہی مین گرفتار ہو جاؤگے۔ یہ میری آخری نصیحت ہے۔ مین تمہارا دشمن نہین۔ بدخواہ نہین۔ تمہارے فائدہ کی بات کہتا ہون۔ اب بھی وقت باقی ہے اس ناشایستہ حرکت سے باز آؤ۔ نہین تو بہت پچھتاؤگے۔ پھر تمہارا پچھتانا کچھ کام نہ دے گا"۔

لشکر والے سر جھکائے خاموش کھڑے ہین۔ کچھ کہتے نہین۔ اون کی ہیئت کذائی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کچھ سوچ رہے ہین۔ ناظرین خیال کرینگے کہ حضرت کی اس تقریر سے اون کا دل کچھ پسیجا ہوگا اور وہ حضرت کی طرف رجوع کرینگے۔ مگر یہ خیال دور از کار ہے وہ کم بخت کیا سوچینگے۔ سوچنے کے لیے دل بھی تو ہو! اگر دل ہو تو ممکن ہے کہ

نصیحت سے کچھ نرم بھی ہو ۔ اون کا دل تو ایک پاشان پتھر ہے ۔ جیسا کہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ "ثم قست قلوبہم فہی کالحجارۃ او اشد قسوۃ" "پھر سخت ہو گیا دل اون کا گویا وہ پتھر ہے یا اوس سے بھی زیادہ سخت" ایسے دل مین غور و فکر کی قابلیت کہان سے آئے گی؟ اور وہ نیکی کی طرف کیسے رہبری کرے گا؟ اب رہا پند و نصیحت کا اثر ۔ اوس کے بھی تمام راستے بند ہین ۔ اون کی حالت بمصداق اس آیت کے ہے جو خدا نے فرمایا ہے کہ "صم بکم عمی فہم لا یرجعون" "بہرے ہین ۔ گونگے ہین ۔ اندھے ہین ۔ نہ سن سکتے ۔ نہ کہہ سکتے ۔ نہ دیکھ سکتے ۔ پھر وہ کیونکر رجوع کر سکتے ہین؟ ایسے لوگون پر نصیحت کیا اثر کرتی ہے؟ ۔

آخر یہ ہوا کہ حصین ابن نمیر نے ایک تیر حضرت کے دہان مبارک مین مار دیا ۔ گویا یہ اوس نصیحت کا جواب تھا ۔

حضرت نے اوس تیر کو کھینچ کر نکالا تو منہ مین سے خون اوبل پڑا ۔ آپ نے اپنے دونون ہاتھون مین وہ خون بھر کر آسمان کی طرف پھینکا اور فرمایا کہ "اللہم احصہم عددا واقتلہم بددا ۔ ولا تزر منہم علی الارض احدا" "خداوندا! تو ان کی گنتی کر لے ۔ اور چن چن کر ان کو قتل کر ۔ انمین سے کسی کو زمین پر باقی نہ رکھ" ۔ ٭

٭ یہ دعا بارگاہ کبریائی مین قبول ہو گئی ۔ بعد شہادت حضرت امام حسین کے مختار گروہی مین یہ لوگ سب قتل کیے گئے ۔ چنانچہ اس کی کیفیت خاتمہ مین لکھی گئی ہے ۔ منہ ۱۲

پھر تو چاروں طرف سے تیر چلنے لگے ۔ آپ نے جو یہ صورت دیکھی تو مجبوری طوعاً و کرہاً تلوار میان سے کھینچی اور یہ رجز پڑھا کہ "انا ابن علی الخیر من آل ہاشم ۔ کفانی بہذا مفخراً حین افخر ۔ وجدی رسول اللہ اکرم من مضی ۔ ونحن سراج اللہ فی الارض تظہر ۔ وفاطم امی من سلالۃ احمد ۔ وعمی یدعی ذوالجناحین جعفر ۔ وفینا کتاب اللہ انزل صادقاً ۔ وفینا الہدیٰ والوحی بالخیر یذکر"

اس کے بعد ایک نعرۂ حیدری مار کر فوج مخالف پر حملہ کر دیا ۔ وہ شمشیر آبدار ہمسر ذوالفقار ۔ اور وہ ہیبت و صولت حیدر کرار ۔ دونوں ایک جا جلوہ گر ہو گئیں ۔ ایک کا جمال جہان افروز تھا تو دوسری کا جلال قیامت سوز تھا ۔ ان کا بے نقاب چہرہ سب کے ہوش اوڑا دیا ۔ جو سامنے آتا تھا رونمائی میں اپنا سر دے جاتا تھا ۔

اس ہنگامہ محشر خیز میں شمر نے مشاطہ بنکر خوب ہی ابلہ فریبیاں کیں ۔ وہ ایک ایک کو دم دلاسا دے کر سامنے لایا گیا ۔ لیکن انکی چار چشمی نے چار آئینہ میں ایک سرے سے سب کو اجل کا منہ دکھا دیا ۔

تمیم ابن قحطبہ کو اپنے دل و جگر پر بڑا ناز تھا ۔ اور وہ ملک شام میں ایک مشہور سر باز تھا ۔ جب سامنے آیا اور لن ترانی کی لینے لگا تو ایک ہی خندۂ برق دم میں ڈھیر ہو گیا ۔ سر ایک طرف تھا ۔ دھڑ ایک طرف تھا ۔

پھر یزید البطی کی موت جو آئی تو وہ بھی مقابلہ پر آیا ۔ مگر اس سیف دو دم نے ایک دم میں اوس کو بھی بیدم کر دیا ۔

اسی طرح ایک ایک اپنے زعم باطل میں آتا تھا اور تلوار کی گھاٹ پر اوتر جاتا تھا ۔

یہان تک کہ کسی کو مقابلہ کی تاب نہ رہی ۔ سب کے سب سامنے سے بھاگ نکلے ۔ حضرت نے تعاقب کرکے اون کو دریائے فرات کے اوس پار کردیا ۔ دن بھر کی دوڑ دھوپ ۔ پیاس کی شدت ۔ اور زخمون کے درد نے پست کردیا تھا ۔ لب نہر پہونچتے ہی ہمراہیون کی پیاس یاد آگئی ۔ دل سے کہا ۔ اتنا نزدیک ہوکر اسقدر کشش بے وجہ نہین ہوسکتی ۔ خدا نے جو مقدر کیا ہے اوس کا ظہور ہونا ضرور ہے ۔ آدمی کی سعی کچھ کام نہین دیتی ۔ جب تک کہ خدا نہ چاہے ۔ خدا نے خود فرمادیا ہے کہ "لیس للانسان الا ما سعیٰ" آدمی کے اختیار مین سوائے کوشش کے کچھ بھی نہین ہے" ۔ معلوم ہوا کہ ان مسافرون کے حصہ مین پیاسے مرجانا تھا ۔ اور مرگئے ۔ اگر ان کی سیرابی خدا کو منظور ہوتی تو یہ نہر کیا دور تھی ! اے نہر ! تو ان کے حق مین جہال (سراب) ہوگئی ۔ نہین نہین ۔ جہال تو صرف ایک دہوکے کا نام ہے ۔ اوس کا کوئی وجود نہین ہوتا ۔ تیرا تو وجود فی الخارج موجود ہے ۔ جب کہ مسافر پانی سے مایوس ہوکر جہال پر جہلاتے ہین تو پھر تجھے کیا کہینگے ؟

ادہر تو حضرت ان خیالات مین محو تھے ۔ اودہر شمر نے دس بیس سپاہی لیکر حرم سرا پر حملہ کیا ۔ لشکری خیمون کے اندر گھس کر لوٹنا چاہتے تھے کہ اتنے مین شور وغل کی آواز نے چونکا دیا ۔ گھوڑا بڑھا کر دیکھتے ہین تو شمر سرگرم اہتمام ہے ۔ حضرت نے شمر کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا ۔ "افسوس ہے ! اگر تم کو خدا کا خوف نہین تو کیا دنیا کی عزت کا بھی خیال

نہین ہے ؟ عرب کی شرافت سے یہ بات بہت بعید ہے ۔ اگر تم کو کچھ واسطہ ہے تو مجھ سے ہے ۔ عورتون سے کیا واسطہ ہے" ؟

اس گفتگو سے شمر نے شرمندہ ہوکر اپنے ہمراہیون کو روکا اور پلٹ کر فوج سے کہا کہ بیشک ہم کو حسین سے سروکار ہے انکو گھیر لو ۔ اور جس طرح ہو سکے ان کو ان کو قتل کرو ۔

اب تمام فوج حضرت پر جھکی ۔ ایک تن زار پر ہزارون تیر اور شمشیر و سنان چل گئے ۔ تمام جسم چلنی ہو گیا ۔ گھوڑا اور سوار کچھ نظر نہ آتا تھا صرف ایک تودہ تیرونکا ہو گیا تھا ۔ اسقدر تیر بدن مین چبھ گئے تھے جیسے سایل (خارپشت) کے جسم پر کانٹے ہوتے ہین ۔ تیرون کی کثرات اور زخمون کی شدت سے ہاتھ پانون بے قابو ہو گئے ۔

ابو مخنف کہتا ہے کہ صرف رخسارون پر تینتیس ۳۳ زخم نیزے اور تیر کے اور چونتیس زخم شمشیر کے تھے ۔ باقی جسم کا حال کچھ نہ پوچھئے ۔ ایک ایک زخم پر دس دس زخم پڑے تھے ۔ ایک تل برابر بھی جائے خالی نہ تھی ۔

جب دل کھولکر خوب مار چکے تو شمر کے اپنا دسے زرعہ ابن شریک نے آگے بڑھکر تلوار کا ایک وار اور لگایا جس سے بایان ہاتھ شانہ سے جدا ہو کر گر پڑا ۔ اور اوس کے ساتھ ہی سنان ابن عمر نخعی نے ایک نیزہ سینہ مبارک مین مار کر گھوڑے سے گرا دیا ۔ شمر تو اس وقت کا منتظر ہی کھڑا تھا جھٹ سے گردن پر خنجر پھیر دیا ۔ اوس وقت آپکی زبان پر یہ دعا تھی کہ "خداوندا ! تیرا شکر ہے ۔ تو نے مجھے اپنی امانت سے سبکدوش کیا ۔ اب مین تیرے اوس وعدہ کا امیدوار ہون جس کے لیے یہ امانت مکفول تھی" انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ اب کیا مجھے یہ بھی کہنے کی ضرورت ہے کہ اس کے بعد شمر حضرت کے

سر مبارک کو جسم سے جدا کر کے عمر بن سعد کے سامنے لے گیا ؟ اور اوس نے خولی بن یزید کے حوالہ کیا ؟ کہ کوفہ لیجا کر عبید اللہ بن زیاد کے دل کی آگ بجھائے ۔

ہمارے ناظرین بہت دیر سے بحالت اضطراب مثل ماہی بے آب تھے کہ دیکھین آخر ہوتا کیا ہے ۔ وہ یہ سمجھے تھے کہ اب تک جو کچھ بل پڑا ہے وہ اسلامی رشتہ کو الجھانیکے لیے بہت ہو گیا ہے ۔ آیندہ یہ لوگ اپنے قصور عقل پر نادم ہو کر حضرت کے ناخن عفو سے ایمان کی عقدہ کشائی کر لینگے ۔ لو صاحب ! آپ نے دیکھا ! آخر یہی ہوا کہ حضرت بھی شہید ہو گئے ۔ حیف ہے ! یہ کام اون لوگون کے ہاتھ سے ہوا جنکو مسلمانی کا دعوے تھا ۔ ہر روز کا تو کیا ذکر ہے خود آج کے روز اس ہنگامہ رستخیز مین ایک بھی ان کی نماز قضا نہین ہوئی ۔ وقت کے ایسے پابند کہ حضرت کی شہادت مین ذرا توقف ہوا تو پکار اوٹھے کہ حسین کے قتل مین جلدی کرو عصر کا وقت زیر ہو رہا ہے ۔ کاش اگر انکو یہ حدیث جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی "الحسن والحسین سیدا شباب اہل الجنۃ" یاد ہوتی ۔ اور سچے دل سے حضرت کو دین و دنیا کے مالک اور اپنے پیغمبر کی یادگار جانتے تو کبھی اون پر کسی مسلمان کا ہاتھ نہ اوٹھتا ۔ لاحول ولا قوۃ ۔ میرا قلم بھی کتنا بہک گیا ہے ۔ اس کو تو سر کی خبر ہے نہ پانون کی ۔ میرے دل مین کچھ ہے اس کی زبان سے کچھ نکل جاتا ہے ۔ یون لکھنا تھا کہ ان کے پانون پر سے کسی مسلمان کا سر نہ اوٹھتا ۔ خیر ! جو ہونا تھا وہ ہو گیا ۔ اب یہ فکر ہے کہ حضرت کی لاش کون اوٹھائیگا ؟ اہل حرم پر تو قیامت ٹوٹ گئی ہے ۔ اون کو یہ بھی نہین معلوم کہ کیا ہوا اور کیا ہونے والا ہے ۔ پس اندون مین اگر کسی مرد کی صورت نظر آتی ہے تو وہ ایک کم سن اور بیمار لڑکا ہے ۔ جن کو ہم حضرت امام حسین کی

یادگار باقیات الصالحات کہہ سکتے ہین ۔ اور جن کو امام زین العابدین کے نام سے پکارتے ہین ۔ اون سے تجہیز و تکفین کا سامان کیونکر ہو سکتا ہے ؟ ایسے موقع مین ہم کو اپنے سعادتمند ناظرین کا بڑا بہروسا ہے کہ وہی کمر باندھکر کھڑے ہو جائینگے ۔ اور اوس یتیم اور بیمار لڑکے کا رسم عزاداری مین ساتھہ دینگے ۔

تیرہوان پان

لُٹ کر چلا ہی قافلہ یثرب کا شام کو

حسرت جلو میں سوتی ہی ناموس و نام کو

دنیا کے کاروباری دن بھر کے تھکے ماندے رات کو پانون پھیلا کر جو سوئے تو دنیا و مافیہا کی خبر نہین رہی ۔ اون کو کیا معلوم کہ کل کیا ہوگا ؟ صبح کو ابھی بچھونے سے اوٹھے بھی نہ تھے کہ زمانہ کا رنگ بدل گیا ۔ اسرافیل نے صور پھونک دیا ۔ اور وہ آثار نمودار ہوگئے جس کی خبر خدا نے دی تھی کہ "اذا السماء انفطرت ۔ واذ الکواکب انتثرت ۔ واذا البحار فجرت ۔ واذا القبور بعثرت ۔ علمت نفس ما قدمت واخرت" ۔ جبکہ آسمان پھٹ جائینگے اور جب کہ ستارے جھڑ جائینگے ۔ اور جب کہ سمندر بہ جائینگے ۔ اور جب کہ مردے اوٹھائے جائینگے ۔ تب معلوم ہوگا ہر ایک شخص کو کہ اوس نے کیا آگے بھیجا اور کیا پیچھے چھوڑا" ۔ یعنے قیامت قائم ہوگئی ۔ اور بازار

[illegible] میں تمام خلقت حاضر کر دی گئی۔ منادی نے ندا کر دی کہ لمن الملک الیوم
للہ الواحد القہار۔ آج بادشاہت کس کے لیے ہے؟ اوسی ایک زبردست
خدا کے لیے ہے"۔ ایسے وقت کا تماشا دیکھنے کے قابل ہے۔ یہ آفتاب جو
فی الحال کم و بیش دو کروڑ میل کے فاصلہ پر ہے اور اسقدر گرمی پہنچاتا ہے کہ
نہر و دریا کے دو حصے ایک سو سے زیادہ ہو جاتے ہیں۔ وہ آج سوا نیزے پر
آ کے گویا سر پر پہنچ گیا۔ اب اوس کی گرمی کا کیا حساب ہے۔ یہ آسمان
جو سر پر نظر آ رہا ہے اور یہ زمین جس پر ہم چلتے پھرتے ہیں۔ سب ہوا ہو گئے
ہیں۔ اور کھڑے رہنے کے لیے ایک ایسی زمین پیدا کی گئی ہے جس کی
بناوٹ تانبے کی ہے۔ آفتاب کی حرارت سے جس طرح کی وہ آگ بھبوکا
ہو رہی ہے جلتے توے کی کیا حقیقت ہے جو مثال دی جاتی ہے۔ تمام جانداروں
اور پرندوں پر کہتے ہیں۔ خدا کی پناہ! گرمی کے مارے ایسا برا حال ہے کہ
آنکھوں میں دم آ گیا ہے۔ تنور کے مانند چاروں طرف آگ ہے اور اوس
میں دم ہو رہے ہیں۔ وہ تو کبھی کے جل کر خاک ہو گئے ہوتے۔ لیکن
ایسا کیوں ہونے لگا؟ ابھی تو بہت کچھ لین دین اور حساب کتاب ہونا ہے
تمام بہی کھاتے سامنے پڑے ہیں۔ ایک ایک کا حساب چکایا جا رہا ہے۔
ایک طرف میزان عدل کھڑا ہے۔ ایک ایک گتھا کھل رہا ہے۔ مال کی
چکوتی ہو رہی ہے۔ داروغہ کروڑ گیری قیمت لگاتا جاتا ہے۔ جس چیز کو
ہم اچھی سمجھے تھے وہ بالکل بری نکلی۔ اب نہ اوس کو بدلا سکتے ہیں
نہ دوسری اچھی چیز لا سکتے ہیں۔ ایک غضب میں جان ہے۔ یہ مال

کیا ہے یہی ہمارے اعمال ہیں ۔ وہ منتقم حقیقی اپنی تمام عظمت و جبروت
کے ساتھ انصاف کی کرسی پر جلوہ فرما ہے ۔ اس وقت ایسا کوئی ظالم
نہیں آتا جو ان کی حالت زار پر رحم کرے ۔ بڑے سے بڑے درجے
کے لوگ انبیاء ہیں ۔ اگر کچھ امید مدد کی کی جا سکتی ہے تو انہیں سے ۔
مگر وہ خود اپنے حال میں گرفتار ہیں اور نفسی نفسی پکار رہے ہیں ۔ بس اب
حد ہو گئی ۔ کوئی دوسرے کو کیا پوچھے ؟ بلکہ ایک دوسرے کی صورت
سے بیزار ہے ۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ "یوم یفر المرء من اخیہ وامہ
وابیہ وصاحبتہ وبنیہ لکل امرئ منہم یومئذ شان یغنیہ" "جس روز منہ چھپانے
لگیگا آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنے
دوست سے اور اپنے بیٹے سے ۔ ہر ایک آدمی کے لیے ایک ایسی کیفیت
ہوگی جو اوس کو بس بس کرا دے گی" ۔ کسی کو کسی کا سہارا نہیں ہے ۔
جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے "یوم لا تملک نفس لنفس شیئاً والامر یومئذ
للہ" ۔ "جس روز کوئی کسی کی کسی چیز کا ذمہ دار نہوگا اور اوس روز حکومت
صرف خدا ہی کی رہے گی" ۔ صفت جلال کبریائی چاروں طرف نمودار ہے ۔
ہر ایک شخص سر جھکائے سامنے کھڑا ہے ۔ ہر ہر عضو اوس کے افعال کی گواہی
دے رہا ہے ۔ دم مارنے کی جائے نہیں ۔ ادنی سی ادنی بات کا بھی پورا
پورا انصاف ہو رہا ہے ۔ ہر ایک مظلوم اپنی داد کو پہونچ رہا ہے ۔ یہاں تک کہ
ایک چڑیا کی بھی فریاد سنی جاتی ہے کہ "فلاں ظالم شکاری نے مجھے دھوکا دے کر
جال میں پھانسا ۔ اور میرے بچے دہشت کے مارے گھونسلے سے نیچے گر کر مر گئے" ۔

جنکے اعمال بُرے ہین اون کی بُری گت ہو رہی ہے ۔ ہیبت ناک فرشتے دُراونی صورت کے اون کو کھینچ کھینچ کر لے جا رہے ہین ۔ سامنے ایک بڑا غار ہے اور اوس مین آگ دہک رہی ہے ۔ سانپ بچھو وغیرہ موذی جانور آتشین مادّے کے اوس مین کلبلا رہے ہین ۔ اسی کا نام جہنم ہے جانیکا راستہ ایسا تنگ ہے گویا بلا مبالغہ بال سے زیادہ باریک ۔ یہ لوگ اوپر سے گر گر کے خود بخود لڑکھنیان کھاتے ہوئے جہنم مین چلے جا رہے ہین ۔ جہان اون کو ہمیشہ کے لیے رہنا نصیب ہوگا ۔ اون کی گنتی نہ مردون مین ہوگی نہ زندون مین ۔ جان کندن کا حال رہے گا ۔ ایسے موقع مین ہمارے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم عرش کے دہنی طرف مقام محمود پر ایک جھنڈے کے نیچے کرسی ڈال کر بیٹھے ہین ۔ بارگاہ جناب کبریائی سے بموجب اس ارشاد خداوندی کے "من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ" آپ کو سفارش کرنے کی اجازت مل چکی ہے ۔ اور خدا سے اپنی امت کی نجات کے بارہ مین اس وعدہ "ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ" کی بنا پر عرض کر رہے ہین ۔ اتنے مین ایک آواز کسی منادی کی سنائی دیتی ہے کہ ہٹو! ہٹو! آنکھین بند کر لو! جناب خاتون قیامت کی سواری آتی ہے ۔ سب کے سب حیران و ششدر ہین کہ اب کیا ہوگا؟ دور سے ایک ہجوم فرشتون کا نظر آتا ہے جس مین ایک ناقہ نور کا ہے ۔ اوس پر بی بی فاطمہ زہرا سوار ہین ۔ سر سے پانون تک آیت تطہیر کا برقع ہے ۔ اور ستر ہزار فرشتے اون کی جلو مین ہین ۔ وہ ناقہ آکر عین عرصہ دار و گیر مین کھڑا ہو گیا اور بی بی عرش کا پایہ پکڑ کر کہنے لگین "خداوندا!

ایک فریاد لائی ہون ۔ شامیون نے میرا بھرا گھر برباد کر دیا ۔ میرے لڑکے بالون کو مہمان بلا کر جنگل مین اون کا گلا کاٹا ۔ میرے بیٹے پوتے نواسے اور میرے خاندان والے سب ملا کر بیس آدمی اور اون کے ساتھ والے پچاس آدمی تھے ۔ ان سب کو قتل کیا ۔ اون کو دریا کے کنارے تین دن پیاسا رکھا ۔ پانی پینے گئے تو اون پر تیرون کا مینھ برسایا ۔ اون کے سر کاٹ کر نیزون پر چڑھائے ۔ اون کی لاشون پر گھوڑے دوڑا کر پامال کیا ۔ اون کے خیمے جلا دئے ۔ اون کی بہیر بنگاہ سب کو لوٹ لیا ۔ اون کی عورتون بچون کو قید کر کے دمشق کو لے گئے ۔ مین کھڑی دیکھ رہی تھی ۔ میری آنکھون کے سامنے یہ سارا ظلم ہوا ۔ کسی کو اون کے حال پر رحم نہ آیا ۔ اندہیر تو یہ ہے کہ یہ ظالم اپنے کہلاتے تھے ۔ میرے باپ کا کلمہ پڑھتے تھے ۔ میرے باپ نے ان کے ساتھ جو احسان کیے تھے اوس کا بدلا یہ ملا ۔ یہ واقعہ آج ہی کے روز جمعہ اور آج کی تاریخ دسوین محرم کو ہوا ۔ تو اس کا انصاف کر ۔"

یہ فریاد ایک ایسے جلے ہوئے دل سے نکلی تھی کہ سننے والون کا جگر پاش پاش ہو گیا ۔ اور عرش معلے بھی ہل گیا ۔ جناب باری کے حکم سے کربلا کا سارا ہنگامہ سامنے آگیا ۔ ایک طرف شہیدان دشت کربلا اوسی حالت سے کھڑے ہین جیسی اون کی حالت کربلا مین ہوئی تھی کسی کے حلق مین تیر لگا ہے ۔ کسی کے سینہ سے نیزہ پار ہو گیا ہے ۔ کسی کے دونون ہاتھ شانون سے جدا ہین اور گلے سے شمشیر لٹکا ہوا ہے ۔ کوئی

تلوار کی کاٹ سے دو ٹکڑے ہو گیا ہے ۔ کوئی زخموں میں چور ہے ۔ کسی کا جسم تیروں سے چھلنی ہے ۔ کسی کے گلے پر خنجر پھر گیا ہے ۔ کسی کے ہاتھ پاؤں زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں ۔ اور وہ مریض بھی ہے ۔ ایک طرف ایک خونخوار جماعت کھڑی ہے ۔ اون کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں اور نیزے ہیں ۔ کمانوں میں تیر چڑھے ہیں ۔ کمروں میں جعبے اور خنجر لگے ہیں ۔ اون سے سوال کیا جاتا ہے ۔ کہ تم نے ایسا ظلم کیوں کیا ؟ انہوں نے تمہارا کیا بگاڑا تھا ؟ کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی تھی کہ "ومن یقتل مومناً متعمداً فجزاؤہ جہنم خالداً فیہا ۔ وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ عذاباً عظیماً" ۔ "جو شخص قتل کرتا ہے کسی مسلمان کو تو اوس کا بدلا دوزخ ہے ہمیشہ رہیگا اوس میں ۔ اور غضب ہے اور لعنت ہے خدا کی اوسپر اور تیار ہوا اوس کے لیے بڑا بھاری عذاب" ۔

وہ لوگ تھر تھر کانپ رہے ہیں اور گورنمنٹ شام کے حکم کا عذر پیش کرتے ہیں ۔ حکام کی جابرانہ کارروائی اور اپنی مجبوری بتلاتے ہیں ۔ مگر اون کا کوئی عذر و حیلہ مسموع نہیں ہوتا ہے ۔ اور بحکم اس آیت کے "یوم لاینفع الظالمین معذرتہم" صاف جواب دیا جاتا ہے کہ تمہاری عذرداری خارج المیعاد ہے اب اوس کی سماعت نہیں ہو سکتی ۔ پیغمبر کی پیشی میں اس کا فیصلہ ہوتا ہے ۔ اور اوسی وقت تعمیل کیجاتی ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ "وتری الظالمین لما رأوا العذاب یقولون ہل الی مرد من سبیل ۔ وترہم یعرضون علیہا خاشعین من الذل ینظرون من طرف

خفی ۔ وقال الذین آمنوا ان الخاسرین الذین خسروا انفسہم و اہلیہم یوم القیمۃ ۔ الا ان الظالمین فی عذاب مقیم"۔ "اور تو دیکھے گا ظلم کرنے والون کو کہ جب وہ دیکھینگے عذاب کو تو کہینگے کہ کیا کوئی راستہ نکل جانے کا بھی ہے؟ اور تو دیکھے گا اون کو کہ جب وہ دوزخ کے سامنے لائے جائینگے تو گردن جھکائے ہوئے خوف اور ذلت کے مارے کوری نگاہ سے دیکھینگے اور اون کو دیکھ کر ایمان دار لوگ کہینگے یہ وہی کمبخت ہین جنہون نے خراب کیا اپنے آپ کو اور اپنے ساتھ والون کو قیامت کے روز ۔ خوب سمجھو کہ بالتحقیق ظلم کرنے والے عذاب ہی مین رہین گے"۔

غرض وہ لوگ تو اس حکم کے موافق سب کے سب دوزخ مین چلے گئے ۔ اب حضرت امام حسین آگے بڑھکر عرض کرتے ہین کہ "خداوندا! تو دانا و بینا ہے ۔ ابتک ایسے ایسے ظلم جو پر ہوئے مگر کوئی کلمہ شکایت کا زبان پر نہ لایا ۔ تیرے فرمان کے مطابق رضا و تسلیم کے جادہ کو نہ چھوڑا ۔ اپنے ایک سر کے ساتھ بہتر سر تیری راہ مین نذر کر دئے ۔ بال بچون کی مصیبت پر کچھ نظر نہ کی ۔ اون پر جو کچھ گزری وہ تجھ پر روشن ہے ۔ یہ سب کچھ مین نے صرف تیرے ایک وعدہ کے بھروسے پر کیا ہے ۔ تو صادق الوعد ہے ۔ تیرے وعدہ مین تخلف نہین ہو سکتا ۔ تو خود فرما چکا ہے کہ "ان وعدہ کان مفعولا"۔ اب تو اوس کو پورا کر دے"۔

اوس وقت دریائے رحمت کو جوش ہوتا ہے ۔ جیسا کہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے "سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار" "سلام ہے تم پر بباعث اس کے کہ

تم نے صبر کیا ہے بہت عمدہ مقام تمہارے لیے آخرت مین ہے "
"انی جزیتہم الیوم بما صبروا" بے شک مین آج اون کے صبر کا عوض دیتا ہون"
لاؤ! میرے حبیب کی گنہگار امت کو مین نے اون کو بعوض خون حسین کے
بخش دیا ۔ اے میرے حبیب! اب تو راضی ہوا؟
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جناب باری مین سجدۂ شکرانہ بجا لاتے ہین ۔
اور اپنے اہل بیت کے ساتھ ان خوش قسمتون کو حوض کوثر پر لے جاتے ہین ۔
وہان ان سب کے ہاتھ مونھ دھولا کر بہشت مین پہونچاتے ہین ۔
ہمارے معزز ناظرین کو خیال کرنا چاہیے کہ اوس بے کس مظلوم نے آپ کے لیے
کتنا بڑا کام کیا ہے ۔ کربلا کی مصیبت آپ سن چکے ۔ قیامت کے روز کا
فوٹو آپ کی نظر سے گزر چکا ۔ اب اس سے زیادہ کیا ہوگا؟ آپ لوگ کتنے بڑے
خوش نصیب ہین جو ایسا وسیلہ ہاتھ آیا ہے ۔ اگر یہ نہو تو معلوم ہو کہ قیامت کے
روز کی مار پکڑ کیسی ہوتی ہے؟ ہمارے اعمال تو ایسے ہین کہ اگر اون مین سے
ایک ادنی بات کی پرسش ہو تو زبان سے پورا ایک حرف بھی نہ نکل سکے ۔ اور
سیدھے جہنم کا راستہ لین ۔ دیکھئے! اخیر وقت حضرت کی زبان پر کیا دعا
تھی؟ وہ امانت کیا تھی؟ ایک اقرار تھا جو حضرت سے بارگاہ کبریائی مین
لیا گیا تھا کہ اگر تم اپنے نانا کی امت کو بخشوانے کا ذریعہ ہونا چاہتے ہو تو
اپنا سر ہمین دیدو ۔ حضرت نے فوراً قبول کر لیا ۔ اس بات کا خیال بالکل
نہ فرمایا کہ اس مین کیا کیا مصیبتین اوٹھانی پڑینگی؟ اور وہ کیسی اوٹھائی جائینگی؟
اس اقرار کے وفا کرنے مین حضرت نے جسقدر سختی اوٹھائی ہے اوس کا اندازہ کرنا

ہمارے فہم و ادراک سے باہر ہے ۔ ہم نہین سمجھ سکتے کہ گرمی کے موسم مین ایک ایسے جنگل مین جہان سایہ کا نام تک نہو تین دن پیاسے رہنا کیسا مزہ دیتا ہے ہم نہین سمجھ سکتے کہ تین روز پیاسے رہ کر میدان کارزار مین سرگرم سعی ہونا اور اپنے ساتھ والون کو قتل ہوتے دیکھنا جن مین دوست آشنا عزیز و اقارب اور بھائی بیٹے بھتیجے بھانجے سب ہی ہون کیا کیفیت دکھاتا ہے ۔ تنہائی کی حالت مین عورتون بچون کو ایک ایسے جنگل مین بے سہارا چھوڑ دینا جہان اون کا کوئی پرسان حال نہو دل پر کتنا صدمہ پہونچاتا ہے ۔ خود اپنے جسم پر اتنے زخم کھانا جن کا شمار نہو اور ان سب امور کے طے ہو جانے کے بعد ذبح ہو جانا کس طرح ہوتا ہے ۔ یہ تمام حالات اوس شخص کے ہین جس نے ہماری آخرت کی درستی اور ہماری راحت ابدی کے واسطے اپنی ذات پر گوارا کیے ہین ۔ پھر کیا ہم اون کے اتنے بھی کام کے نہین کہ اون کی مصیبت یاد کر کے دو آنسو بہائین ؟ آہ ! ہمارے لیے اون پر یہ مصیبت پڑی ۔ اگر ہماری محبت اون کے دل مین نہوتی تو اتنا بکھیڑا کیون ہوتا ۔ اور یہ بکھیڑا ابھی ختم کب ہوا ہے ۔ ابھی تو کربلا کے مصیبت زدہ پس ماندون کو ایک نئی قسم کی مصیبت کا سامنا ہے ۔ اب وہ ہین اور اون کا خدا ہے ۔

جس وقت لشکر شام کو کشت و خون سے فراغت حاصل ہوئی تو عمر ابن سعد نے منادی کرائی کہ "اب حسین کی لاش کو گھوڑون سے پایمال کرنا ہے ۔ جس کو اس کام کی آرزو ہو وہ سامنے آئے" ۔ سب نے متفق اللفظ کہا ۔ ہم آپ کے زیر حکم ہین ۔ جس کو حکم ہو وہ بجا لائیگا ۔ اس مین سے دس آدمی آگے

بڑ ہکر کہے ۔ "ہم حاضر ہین" ۔ اللہ اکبر! ان لوگون کی جرات اور اوس حاکم کے حکم کو ملاحظہ فرمایئے ۔ سنتے ہین کہ چنگیز خان بڑا ستمگار تہا ۔ اوس کی بہت سی ظالمانہ کارروائیان زبان زد عام ہین ۔ اور اوس کا نام ضرب المثل ہو گیا ہے ۔ لیکن ان لوگون نے اوس کے بہی کان کاٹے ۔ اوس کا جابرانہ طریقہ اون لوگون کے ساتہہ تہا جو بالکل بیگانے تہے ۔ اور بیگانے بہی کیسے؟ قوم وملت مین ۔ رسم وعادت مین ۔ تعارف وقرابت مین ۔ کسی حالت مین اتحاد نہین ۔ وہ اتنا بہی نہین جانتا تہا کہ جس پر ظلم کیا جاتا ہے وہ کون ہے؟ اور کس مصرف کا ہے؟ اگر سچ پوچہو تو اوس کی بے رحمی بنظر اوس کی بے تعلقی کے چندان قابل گرفت نہ تہی ۔ صرف ایک اتحاد نوع انسانی نے اوس کے نام کو جہنڈے پر چڑہا دیا ۔ یہان تو سب ہی قسم کا اتحاد تہا ۔ مذہب ایک ۔ رسم وعادت ایکا ۔ قومیت ایک اور جس پر یہ کچہ ستم ہوا اوس کو جانے بوجہے ۔ اور جانتا بہی کیسا؟ خود ان کے پیغمبر کا نواسا اور جانشین ۔ رات دن انہین کے گہر کی تعلیم وتلقین ۔ اتنی باتون مین سے ان لوگون نے ایک کا بہی لحاظ نہ کیا ۔ اور ابن سعد کا اشارہ پاتے ہی جہٹ پٹ گہوڑون پر چڑہکر اوس لاش مطہر کو روند ڈالا جس کے قدمون کو بے وضو ہاتہہ لگانا بہی اونکے مذہب مین جائز نہ تہا ۔ افسوس ہے کہ ہم ان کو کس منہ سے مسلمان کہین ۔ ایسے بہائم سیرت انسانون کا نام سننے کے اگر ہمارے دیندار ناظرین مشتاق ہون تو لو! ہم لون کے نام حاشیہ پر چڑہا دیتے ہین تاکہ معلوم ہو جائے کہ

اسحق بن حویہ	اخنس بن مرثد
حکیم بن طفیل	عمر بن صبیح

ایسے مسلمان بھی دنیا مین ہوئے ہین اس تاخت کے بعد لشکریون نے تاراجی مال و متاع پر ہاتھہ بڑہایا ۔ اگر مین

رجاع بن منقذ	سالم بن خیثمہ
صالح بن وہب	واعظ بن نائم
ہانی بن ثبیت	اسید بن مالک

ان لٹیرون کے نام اور مال کی فہرست دون تو بہت طول ہو جائے گا ۔ اور کچہ مزہ بھی نہ آئیگا ۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت کی لاش کے ساتھہ جو کچہ از قسم ہتیار اور لباس تہا اوسپر جس کا ہاتھہ پڑا ایک ایک کرکے نکال لیا ۔ اور اسی طرح کل مقتولان ہمراہی حضرت کو ننگا کر ڈالا ۔ پہر لگے ہاتھون حرم سرا پر دہاوا کیا ۔ اس غارتگر گروہ کا پیشوا شمر ذی الجوشن تہا ۔ سب کے سب خیمون مین گہس پڑے روکنے والا کون تہا ؟ عورتون نے بہت کچہ واویلا کی ۔ مگر کون سنتا تہا ؟ کسی کے سر سے چادر ۔ کسی کا دوپٹہ اوتار لیا ۔ کسی کے کان سے بالیان نوچ لین ۔ کسی کے پانون سے پازیبین کہینچ لین ۔ کسی کا ہاتھہ مڑوڑ کر کنگن ۔ کسی کا بازوبند چہین لیا ۔ کسی کا گلاوبا کر گلوبند ۔ کسی کی اونگلی توڑ کر چہلا نکال لیا ۔ غرض جس عورت کے جسم پر جو کچہ زیور یا کپڑا تہا وہ سب اون کی نذر ہوا ۔ اس کشاکشی مین کسی کے کان ٹوٹ گئے ۔ کسی کے ہاتھہ مڑوڑے گئے ۔ کسی پر کوڑے پڑے ۔ کسی نے طمانچے کہائے ۔ کسی پر اولٹی برچھون کی مار پڑی ۔ بڑی بوڑہی عورتین تو صبر کرکے بیٹہہ گئین ۔ لیکن کم سن لڑکیان ایسے صدمون کی برداشت کیونکر کرسکتی تہین ؟ بہت کچہ روئین ۔ چلائین ۔ آخر کہسنے کوسنے چہپنے لگین ۔ مگر کسی کو اون کے حال پر رحم نہ آیا ۔ گویا دار الحرب کی لوٹ تہی جب یہ لوگ عابد بیمار کے بستر پر پہونچے تو اون پر تلوار کہینچی ۔ مسلم بن حمید کہتا ہے

کہ مین بھی اس لوٹ مین شمر کے ساتھ تھا ۔ سب لوگ سامان لوٹ رہے تھے ۔ عورتین سہمی دبکی اس کٹھری تھین ۔ بچے چلا چلا کر رو رہے تھے ۔ اور ماؤن کے پیچھے چھپ جاتے تھے ۔ ایک خیمہ مین امام زین العابدین کھونے پر پڑے تھے ۔ چہرہ پر ناتوانی کے آثار پائے جاتے تھے ۔ اون کو دیکھتے ہی شمر نے تلوار کھینچی تو مین نے کہا ۔ کیا تم کو اس بیمار لڑکے کے حال پر رحم نہین آتا ؟ اب تمہارے پیغمبر کے خاندان مین صرف یہی تو رہ گیا ہے ۔ اوس نے جواب دیا ۔ تم کیا جانو ؟ دشمن کو کبھی حقیر نہ سمجھنا چاہیے ۔ سانپ کا بچہ سانپ ہی ہوتا ہے ۔

ہم اس گفتگو مین تھے کہ کسی نے اندر گھس کر وہان کا سارا سامان اوٹھا لیا ۔ ایک نے اون کے نیچے سے بچھونا کھینچ لیا ۔ اور وہ زمین پر پڑ گئے ۔ شمر چاہتا کہ اون پر تلوار اوٹھائے ۔ اتنے مین عمر بن سعد آگیا ۔ اوس کو دیکھ کر تمام اہل حرم فریاد و فغان کرنے لگے ۔ اور ایک شور محشر برپا ہو گیا ۔ خدا جانے اوس کے دل مین کیونکر رحم آیا ۔ عورتون کی آہ و زاری اور بیقراری دیکھ کر اوس نے غارتگرون کو بزور باہر نکالا ۔ اور کہا کہ جو کچھ لیا ہے واپس دیدو ۔ اور اس بیمار لڑکے کو بھی چھوڑ دو ۔ خدا کو بچانا منظور تھا ۔ وہ یون بچ گئے ۔ اور بمشکل سب لوگ باہر ہوئے ۔ مگر جو کچھ لے لیا تھا اوس مین سے کسی نے کچھ واپس نہین دیا ۔ الغرض اس تمام کارروائی مین شام ہو گئی ۔ عمر بن سعد نے مع اپنے لشکر کے بدستور اوسی جگہ قیام کیا ۔ اور حرم سرائے اہل بیت پر پہرہ بٹھا دیا ۔

دوسرے روز محرم کی گیارھوین تاریخ عمر بن سعد نے دوپہر تک کربلا مین

شمر کر اپنی طرف سے مقتولین کی لاشوں کو اکٹھا کر کے اون پر نماز پڑھی اور اون کی تجہیز و تکفین کی۔ مگر یہ بہتر تن اوسی حالت میں بے گور و کفن حوالہ زاغ و زغن کر دیئے گئے۔ مزید بدان اون سر بکاٹ کر کوفہ کو لے جانے کے لیے افسران فوج کو تقسیم ہوئے۔ جب فوج نے کوچ کیا تو حکم دیا گیا کہ اہل بیت کے خیمے جلا دو۔ اور بیمار ماندگان حسین کو حراست میں ساتھ لے لو۔ اس حکم کی تعمیل فوراً ہو گئی۔ جس وقت اہل بیت کی حرمین خیموں سے نکالی گئیں اور اون کے خیموں کو آگ دی گئی تو وہ عورتیں جن پر اب تک فرشتوں کی بھی نظر نہیں پڑی تھی اس ہیئت سے نکلیں کہ نہ سر پر چادر ہے نہ پانوں میں جوتی ہے۔ زار زار رو رہی ہیں اور سپاہیوں کے نرغہ میں قیدی بنی ہوئی چلی جاتی ہیں یہانتک کہ اوس کہیت میں پہونچیں جہاں نونہالان گلشن رسالت کٹے پڑے تھے۔ میں اپنے ناظرین کو اوس وقت کا سماں کیسے دکھاؤں؟ میرے قلم میں اتنا دم کہاں ہے جو اوس نالہ درد انگیز کو کھینچ کر بتا سکے جو ساکنان ملاء اعلیٰ کے جگر کو چیر کر پار ہو گیا ہو۔ اور وہ شور و شین قیامت خیز تحریر میں لا سکے جس نے زمین و آسمان کو ہلا دیا ہو۔ بی بی زینب نے حضرت کی لاش بے سر کو دیکھا تو فریاد کرنے لگیں کہ "وا محمداہ صلی اللہ علیک و ملائکۃ السماء" یہی تمہارا حسین ہے جس کا جسم چور چور ہو گیا ہے۔ اور جس کا سر جسم سے دور ہو گیا ہے۔ یہی تمہاری بیٹیاں ہیں جو قیدی بنکر چلی ہیں۔ اب تم کہاں ہو؟ ہماری حالت کیوں نہیں دیکھتے؟ ہماری فریاد کیوں نہیں سنتے؟ اے میرے مظلوم مسافر! میں اور میرے ماں باپ تجھ پر

قربان ۔ تیرا سر تن سے کس نے جدا کیا؟ اے میرے پیارے بھائی! میں اور میرے ماں باپ تجھ پر قربان ۔ تیرا لباس بدن سے کس نے اوتار لیا؟ اس جلتی دھوپ میں تجھے کیسی نیند آگئی؟ تیرے نازک جسم پر کیسی گھوڑے دوڑ ہو گئی؟"

ایک طرف بانی سکینہ حضرت کی لاش پر لوٹ رہی ہے ۔ اور رو رو کر کہتی ہے کہ "بابا خدا کے لیے ذرا صورت دکھا دو! میں صدقہ ہوتی ہوں مجھے نہ بہلا دو۔"

اسی طرح ایک ایک لاش پر وہ جگر خراش بین ہوتا تھا جس کے سننے پر دشمن بھی رو دیتا تھا ※

※ ابو مخنف نے طرماح بن عدی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ "میں کربلا میں بہت سے زخم کھا کر لاشوں میں پڑا تھا ۔ دیکھنے والوں کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میں بھی ایک مقتول ہوں ۔ خدا کی قسم ہے یکایک میں نے دیکھا کہ کچھ سوار آئے ۔ اون کے آنے سے تمام جنگل میں خوشبو پھیل گئی ۔ میں سمجھا کہ شاید عبید اللہ بن زیاد آیا ہے ۔ اون سواروں میں سے ایک شخص حسین کی لاش کے پاس آکر گھوڑے سے اترا اور بیٹھ گیا ۔ اور لاش کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا ۔ "اے میرے فرزند! آخر اس قوم ناشناس نے تجھے قتل کر ڈالا ۔ تجھے کچھ نہیں پہچانا ان لوگوں نے خدائے منتقم حقیقی کے مقابلہ میں بہت بڑی جرأت کی ۔

حضرت امام زین العابدین کا حال شدت غم سے اس درجہ پر پہونچا تھا کہ بار بار سینہ مین دم رکتا تھا ۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب نکلا جاتا ہے ۔ چہرہ پر بے انتہا یاس و حسرت برستی تھی ۔ اون کی آنکھون مین ایک بوند بھی آنسو کی نہ تھی ۔ یکایک بی بی زینب کی نظر اون کے چہرہ پر پڑ گئی تو کہنے لگین یہ کیا غضب کرتے ہو؟ ہم بیکس مصیبت زدہ رانڈون کا اب تمہارے سوا کون وارث ہے؟ اگر اتنا ضبط کروگے تو دشمنون کا دم گھٹ کر نکل جائیگا ۔ پھر ہم کو منزل پر کون پہونچائیگا؟" سجاد نے فرمایا ۔ "پھوپی! مین کیا کرون ۔ ایک دکھ ہو تو سہون ۔ دو ہون تو برداشت کرون ۔ حضرت کے سامنے نہ مرنے کا غم ۔ زندہ رہکر اون کی تجہیز و تکفین نہ کرنے کا غم ۔ تمہاری اسیری کا غم ۔

پھر اپنے ہمراہیون سے کہا ۔ "اے میرے باپ آدم ۔ و ابراہیم و اسمٰعیل! اے میرے بھائی زکریا و موسیٰ و عیسیٰ و یحییٰ! تم نے دیکھا کہ میری امت کے سرکشون نے میرے فرزند کے ساتھ کیا کیا؟ خدا اون کو میری شفاعت نصیب نہ کرے"۔

طرماح کہتا ہے کہ اوس وقت مجھے معلوم ہوا کہ یہ ہمارے پیغمبر ہین ۔

ہمارے ناظرین کو یاد ہوگا کہ جس روز حضرت امام حسین شہید ہوئے عبد اللہ بن عباس اور ام سلمہ نے خواب مین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسی پریشانی کی حالت مین دیکھا تھا ۔ یہ روایت بھی اوسی کی موید ہے ۱۲

قوم کی بے رحمی کا غم ۔ کسی مونس و غمخوار کے نہ ہونے کا غم ۔ اتنے غم وقت واحد میں کوئی کیونکر اوٹھا سکتا ہے ؟ کہاں تک روتے اور کس کس کے لیے روتے ۔ میرا جینا خود میرے لیے وبال ہو گیا ہے ۔ تمہیں انصاف کرو حضرت کی لاش اس طرح بے گور و کفن جنگل میں چھوڑ کر چلا جانا کیسا کچھ مصیبت کا سامنا ہے ۔ وہ بیٹا کس کام کا جو باپ کے کام نہ آئے ۔ اور کام بھی کونسا ؟ باپ کی لاش کو زیر زمین کرنا ۔ جس کے بعد پھر اور کوئی کام کرنا نہیں پڑتا ۔ مگر کیا کروں ؟ مجبوری ہے ۔ کچھ بن نہیں آتا ۔"

اتنا کہا تھا کہ بے اختیار آنسو نکل پڑے ۔ اور نکلے بھی تو ایسے کہ پھر ان کا روکنا مشکل ہو گیا ۔ بیمار طبیعت اتنی بڑی مصیبت کس طرح اوٹھا سکتی تھی ؟ آخر زمین پر بیٹھ گئی ۔ افسوس ! واقع میں حضرت سجاد کی زندگی وبال جان ہو گئی تھی ۔ اگر سب کے برابر قتل ہو جاتے تو عمر بھر کا رونا کیوں نصیب ہوتا ۔ جن کے رونے کی نظیر دنیا میں بہت کم ملتی ہے ۔ بچوں کی بدحواسی اور عورتوں کا

* امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ امام زین العابدین بعد شہادت حضرت امام حسین کے چالیس برس زندہ رہے ۔ ہمیشہ اون کی یہ عادت تھی کہ دن کو روزہ رکھتے اور تمام رات عبادت میں بسر کرتے ۔ افطار کے وقت روٹی اور پانی سامنے آتا تو آپ اوس کو دیکھ کر بار بار فرماتے کہ "قتل ابن رسول اللہ جائعاً ۔ قتل ابن رسول اللہ عطشاناً" اور اتنا روتے اتنا روتے کہ وہ روٹی بھیگ جاتی اور وہ پانی تلخ ہو جاتا ۔ یہی حال تا دم انتقال رہا ۔ ۱۲ منہ ۔

رونا اور چلانا دیکھکر عمر بن سعد نے کہا ۔ چلو ! ان کو یہان سے ہٹاؤ اور اونٹون پر بٹھاؤ
سپاہی ایک ایک کا ہاتھ پکڑکر اوٹھاتے ہین اور اونٹون پر بٹھاتے ہین ایسے موقع پر
اونکو پردہ دار محملین کہان سے ملتی تھین ؟ اور ایسی کسی پڑی تھی کہ انکی ذاتی
محملین لگا رکھتا ۔ وہ تو اونکی اونٹون سمیت کبھی کی لٹ گئین ۔ اب ان کے لیے
وہ اونٹ آئے جو بیگار مین پکڑے ہوئے تھے ۔ کسی پر کجاوہ ہے تو کوئی ننگی ہی پیٹھ ہے ۔
غرض جون تون کرکے یہ لٹا ہوا قافلہ آگے بڑھا ۔ حضرت سجاد کے بھی گلے مین طوق اور ہاتھون مین
زنجیر ڈالکر ایک اونٹ پر بٹھا دیگئے ۔ اور اونکے دونون پانون اونٹ کے پیٹ سے باندھ دیگئے
گئے ۔ اوس وقت اونکے دلی خیالات کیا تھے کون بتا سکتا ہے ؟ ایک ایسا شخص جو بخیال
دنیاوی حیثیت کے مالک رقاب الامم ۔ اور بلحاظ دینی منزلت کے جگر گوشہ رسول اکرم ہو ۔ اس ذلت
وخواری کے ساتھ اوس ملک مین جائے جہان اوسکی تعظیم مسلمان سے لیکر کافر تک برابر کرتے ہین اور
پھر وہ اکیلا بھی نہین ۔ مان بہنین وغیرہ ساری کنبے کی عورتین بحالت تباہ اوس کے ساتھ
ہون اوسکے دل کا اندازہ کیا ہو سکتا ہے ؟ بار بار دل یہی کہتا ہے کہ کاش اگر یہ سفر بجائے اس
ملک کے ملک عدم کو ہوتا تو اچھا تھا ۔ ایسی حالت سے اون لوگون کو منہ دکھانا جنکو
ہمارے جد امجد کا کلمہ پڑھنے کا فخر ہے مر جانے سے کچھ کم نہین ۔ جس گھر کی بدولت
یہ ملک دولت ایمان سے بہرہ ور ہوا اوس گھر کا وارث یون ذلیل ہو ۔ اے دہر
ناپایدار ! تیری کسی بات مین قیام نہین ۔ تیری نظر وہ بلائے بے درمان ہے کہ
جسپر پڑی اسیکو "لم یکن شیئاً مذکورا" ہو گیا ۔ راستہ مین جو جو تکلیفین اس قافلہ کو اوٹھانی
پڑین وہ محتاج بیان نہین ۔ ناظرین خود غور کر سکتے ہین کہ مسافرت ایک ایسی چیز ہے
جو اختیاری سفر کرنے والون کو انواع و اقسام کے مصائب مین مبتلا کر دیتی ہے

چہ جائیکہ یہ لوگ قیدی تھے ۔ اور قیدی بھی کیسے ؟ جن کے ساتھ شخصی عداوت کا
بدرقہ ہے ۔ پھر ان کے لیے جو کچھ تکلیف ہو کم ہے ۔ پیٹ بھر کھانا نہیں ۔ دو
پر پانی نہیں ۔ اوڑھنے بچھونے کا تو ذکر ہی کیا ہے منہ چھپانے تک کو کپڑا نہیں
یہاں تک کہ اگر کوئی اونٹ ذرا آہستہ چلا تو سوار کی شامت آگئی ۔ سخت و سست
کہدینا تو ادنی بات تھی بلکہ اونٹ کو مارنے کے بہانہ سے سواروں کو مار دیا ۔ بھلا
سکینہ کی عمر ایسی کیا تھی ؟ اوسپر اس جرم میں کہ اوس نے ساربان سے کہا تھا کہ
تمام رات چلتے چلتے تھک گئی ہوں ذرا دم لو ۔ اور دیکھو تو میرے پاؤں رگڑ سے
کھا کھا کر چھل گئے ہیں ۔ تو اوس نے اونٹ کو اور تیز کیا ۔ اور سکینہ کی پشت پر
بھی ایک کوڑا رسید کیا ۔ جب وہ رونے لگی تو دو تین کوڑے اور لگا دیئے
بارے بہزار خرابی کوفہ پہونچے ۔

چودھوان پان

ہان ای قلم یہ وقت ہی فریاد و آہ کا
قیدی بنا ہی کنبہ رسالت پناہ کا

جس وقت قیدیان اہل بیت کی آمد آمد کی خبر حاکم کوفہ عبیداللہ بن زیاد کو پہونچی تو اوس نے حکم دیا کہ بارہ ہزار سوار آگے بڑھکر جائین ۔ اور ان لوگون کو بڑے اہتمام کے ساتھہ شہر کے اندر لائین ۔ جس سے یہ مطلب تھا کہ گورنمنٹ شام کی قوت و سطوت ظاہر ہو ۔ اور نیز محبان اہل بیت کو کسی قسم کی شورش کرنیکا حوصلہ باقی نرہے ۔

عمر بن سعد کو اطلاع دی گئی کہ مقتولان اہل بیت کے سر نیزون پر چڑھا کر آگے کرو اور قیدیون کو اوس کے پیچھے رکھو ۔ چنانچہ بموجب اس حکم کے تمام شہیدون کے سرون کو نیزون پر چڑھا کر آگے آگے اور حضرت سجاد کو مع اون کے کنبے کے اون سرون کے پیچھے رکھا گیا ۔

جب یہ لوگ اس جلوس کے ساتھ کوفہ میں داخل ہوئے تو شہر کی خلقت اونکو دیکھنے کے لیے اپنے گھروں سے باہر نکل پڑی۔ جو شخص ان قیدیوں کی بیکسی اور بے نوائی کو دیکھتا تھا افسوس کرتا اور رو دیتا تھا۔ اکثر عورتیں جو اس سانحہ سے بے خبر تھیں ایک ایک کا منہ دیکھ کر حیرت میں تھیں کہ الٰہی یہ کون لوگ ہونگے جنکے چہروں سے شرافت ٹپک رہی ہے پھر مجرم کس امر کے ہیں؟ آخر اون میں سے ایک نے جی کڑا کرکے پوچھا کہ تم لوگ کون ہو؟ اور کہاں کے قیدی ہو؟ بی بی زینب نے کہا کہ "ہم قیدی آل محمدؐ ہیں جنکا تم لوگ کلمہ پڑھتے ہو"۔

وہ عورت اتنا سنتے ہی اپنا سر پیٹنے اور ڈھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔ اور بی بی کا سر برہنہ دیکھ کر اپنا برقع اوتار کر پھینک دیا۔ پھر تو تمام عورتیں اس ماجرے سے واقف ہو کر رونے اور چلانے لگیں۔ یہاں تک کہ وہ تمام راستہ ایک ماتم کدہ بن گیا۔ اور حسرت کا ایسا سماں بندھا کہ مردوں سے بھی ضبط نہو سکا وہ بھی بے اختیار رونے لگے۔

یہ کیفیت دیکھ کر بی بی زینب کو غصہ آیا اور کہا "اے اہل کوفہ! تمہاری مثال اوس عورت کی ہے جس نے سوت کاتا اور کپڑا بنا اور پھر اوس کو پھاڑ پھاڑ کر تار تار کر دیا۔ اوسی طرح تم نے بھی اپنے ایمان کو غارت کر دیا۔ خوب یاد رکھو کہ وہ دن کچھ دور نہیں ہے کہ منتقم حقیقی تمہارے اس مکر و فریب کے عوض میں تم کو ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈال دے۔ تمہیں نے ہم کو ہمارے وطن سے نکالا۔ ہمارے مردوں کو قتل کیا۔ ہماری

عورتون کو دار الحرب کے قیدیون کے مانند پکڑا ۔ اور اب ہمارے حال پر روتے بھی ہو ۔ خدا کی قسم ہے کہ تم روسے ہی کے لائق ہو ۔ خوب روؤ ۔ مرحبا ! صد مرحبا ! تم نے اپنے پیغمبر کے لخت جگر کی خوب توقیر کی ۔ اور اون کے کنبے کے عورتون کی اچھی حرمت رکھی ۔ تمہاری اس خوش اعتقادی پر پیغمبر بہت خوش ہونگے ۔ اور حشر کے روز خاطر خواہ تمہاری شفاعت کرینگے ۔"

یہ فقرے اس قدر تیز آتش ریز تھے کہ سننے والونکے دل کو جلا کر کباب کر دیا ۔ جس طرح کباب سیخ پر تڑاوش کرتا ہے اوسی طرح ہر ایک کی آنکھ سے آنسو ٹپکتے تھے ۔

اس کے بعد حضرت سجاد نے لوگون کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ "اے اہل کوفہ ! تم نے اون لوگون کو قتل کیا ہے جن کی خدا کے پاس بڑی عزت و حرمت ہے ۔ مین نہین سمجھتا کہ خدا تم سے پوچھیگا تو کیا جواب دوگے ؟ یقین مانو کہ تمہاری اس حرکت ناشایستہ کی سزا بجز اس کے اور کچھ نہوگی کہ تم ہمیشہ عذاب دوزخ مین رہوگے ۔ کیا تم نے میرے والد حسین بن علی کو اپنا رسوخ جتا کر بڑے اصرار سے نہین بلایا ؟ کیا تم نے جنگل مین گھیر کر اون کا اور اون کے عزیزون کا گلا نہین کاٹا ؟ کیا تم نے اون کو اور اون کے ساتھ والون کو تین دن تک لب نہر پیاسا نہین مارا ؟ کیا تم نے اون کی لاش کو گھوڑون کے پانون سے چور چور نہین کیا ؟ کیا تم نے اون کی اور اون کے ساتھ والون کی لاشون کو

سبے گور و کفن جنگل میں نہیں ڈال دیا ؟ اور اب اون کے عیال و اطفال قیدی بنکر چلے ہیں تو تاسف بھی کرتے ہو ؟ بڑی شرم کی بات ہے ۔ یہ تمہارا تاسف کس پر ہے ؟ ان سب باتوں کا مواخذہ ایک دن تم سے ضرور ہونے والا ہے ۔ کیا تم نے قرآن میں یہ آیت نہیں پڑھی کہ ؟ "فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ۔ ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ" "جو شخص اچھا کام ایک ذرہ کے برابر بھی کریگا تو وہ اوس کو نظر آجائے گا ۔ اور اگر برا کام ایک ذرہ کے برابر بھی کریگا تو وہ بھی اوس کو نظر آجائیگا ۔"

حضرت سجاد کی اس تقریر سے لوگوں کے دلوں میں ایسی ہیبت سما گئی کہ نقش دیوار بن گئے ۔ اون کو کہنے کے لیے کیا منہ تھا ؟ بجز سر بگریبان ہونے کے کوئی چارہ نظر نہیں آیا ۔

الغرض یہ قیدی ابن زیاد کے دربار میں حاضر کیے گئے ۔ اور حضرت امام حسین کا سر ایک طبق میں رو برو رکھا گیا ۔ ابن زیاد کی اس وقت کی خوش حالی کچھ نہ پوچھیے ۔ جامہ میں پھولا نہیں سماتا تھا ۔ کیونکہ پیغمبر کے کنبے کو تباہ کرکے نیک نامی حاصل کی تھی ۔ اور امیر شام سے امیدوار رسوخ کا تھا ۔ تبسم کرتا جاتا تھا اور لب مبارک پر بار بار چھڑی سے مار کر کہتا تھا کہ حسین کے ہونٹھ اور دانت بہت ہی پیارے ہیں ۔

اوس مجلس میں زید بن ارقم صحابی موجود تھے ۔ اونکو یہ حرکت نہایت ناگوار ہوئی ۔ کہا "تم اپنی چھڑی اوٹھالو ۔ میں نے اکثر دیکھا ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان لبوں کا بوسہ لیتے تھے ۔"

اون کی زبان سے اتنا نکلا تھا کہ پہلو مین دل تڑپ گیا ۔ زار زار روسنے لگے ۔ ابن زیاد نے کہا ۔ "خدا تجھے ہمیشہ رونا نصیب کرے خدا نے ہم کو فتح دی اور تجھے بُرا معلوم ہوا ۔ کیا کرون ! تو بڈھا از کار رفتہ ہو گیا ہے ۔ نہین تو تیری گردن بھی اوڑا دیتا" ۔

زید نے کہا ۔ "مین اس سے بھی زیادہ غضب آور بات سناتا ہون ۔ جناب رسول خدا نے حسن اور حسین کو اپنی گود مین بٹھا کر یہ دعا کی ہے کہ "اللھم انی استودعک ایاھما وصالح المومنین" بار خدایا ! یہ دونون میری امانت ہین اور نیک مومن ہین ۔ مین نے ان کو تیرے سپرد کیا ہے" ۔ افسوس ہے ! کہ تم نے پیغمبر کی امانت کو اس حالت پر پہونچایا" ۔

زید بن ارقم اتنا کہہ کر وہان سے اوٹھ گئے ۔ اس کے بعد ابن زیاد کی نظر بی زینب پر پڑی ۔ اوس نے دیکھا کہ ایک عورت پھٹے کپڑے پہنی بیٹھی ہے ۔ پوچھا ۔ "یہ کون عورت ہے ؟" لوگون نے کہا ۔ یہ فاطمہ بنت رسول اللہ کی بیٹی زینب ہے ۔ ابن زیاد نے بی بی زینب کی طرف خطاب کر کے کہا ۔ "شکر ہے خدا کا کہ اوس نے ہم کو تیرے بھائی پر فتح دی ۔ اوس کا جھوٹا پن لوگون پر ظاہر کر دیا ۔ اور تم لوگ خوب رسوا ہوئے" ۔ زینب نے جواب دیا "ایسا نہین ۔ بلکہ شکر ہے خدا کا کہ اوس نے ہم کو پیغمبر کی قرابت سے عزت بخشی ۔ اور ہمارے لیے آیت تطہیر نازل فرمائی ۔ وہی بدکارون کو رسوا اور ناہنجارونکو

جھوٹا کرے گا"۔ ابن زیاد نے کہا۔ "ظاہر ہے کہ خدا نے تمہارے خاندان کے ساتھ کیا کیا؟" زینب نے جواب دیا کہ "ازل سے اون کے لیے رتبہ شہادت مقرر ہو چکا تھا۔ خدا نے اون کو اپنے دامن رحمت میں لے لیا۔ کل کے روز اون کو اور تم کو ایک ایسے مقام پر لائیگا جہاں اون کو تم پر دعوی کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ اوس وقت معلوم ہوگا کہ تمہاری کارروائی کیسی تھی؟"

ابن زیاد کو اس بات پر غصہ آیا۔ وہ چاہتا تھا کہ بی بی زینب کے ساتھ کچھ بدسلوکی کرے۔ لیکن عمر ابن حریث کی سفارش پر درگزر کی۔

اس کے بعد حضرت سجاد کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا "یہ کون ہے؟" حضرت نے کہا۔ "میں علی بن حسین ہوں"۔ ابن زیاد نے کہا۔ "میں نے سنا تھا کہ وہ اس ہنگامہ میں مارا گیا پھر یہ جیتا رہنا کیسا ہے؟" اونہوں نے جواب دیا کہ "وہ میرے بڑے بھائی تھے۔ اون کا نام علی اکبر تھا لوگوں نے اون کو قتل کیا"۔ ابن زیاد نے کہا۔ "تم بھی وہی ہو"۔ اور حکم دیا کہ ان کو بھی قتل کر ڈالو۔

اوس وقت کی بی بی زینب کی گھبراہٹ خارج از تحریر ہے۔ امام زین العابدین کو پکڑتی ہیں اور ابن زیاد سے کہتی ہیں۔ "اگر تمہارا دل اہل بیت مصطفے کے قتل کرنے سے اب تک سیر نہوا ہو تو بہتر ہے کہ اس لڑکے کے ساتھ مجھے بھی قتل کر ڈالو"۔

ابن زیاد کو بی بی کے اضطرار اور جان دینے پر تیار ہو جانے نے

سخت حیرت مین ڈال دیا ۔ اوس نے غور کیا کہ ایسے موقع پر یہ جرأت خالی از جوش محبت نہین ہوسکتی ۔ پھر اپنے لوگون کی طرف مخاطب ہو کر کہا ۔ "مجھے اس عورت کے حال پر رحم آتا ہے کہ اپنا قتل کیا جانا اس لڑکے کے ساتھ پسند کرتی ہے ۔ اچھا جانے دو ۔ ان سب کو لیجا کر اوس مکان مین رکھو جو مسجد جامع کے عقب مین خالی پڑا ہے ۔ اور حسین کے سر کو تمام شہر مین پھرا کر لاؤ تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ امیر شام کی مخالفت کا یہ نتیجہ ہے ۔"

چنانچہ اس حکم کے موافق عمل کیا گیا ۔ دو تین روز کے بعد ان قیدیون کی روانگی جانب دمشق ٹھیری اور یہ سب لوگ اوسی حالت سے جیسے کربلا سے آئے تھے مع سرہائے شہدا اور حضرت سجاد با طوق و زنجیر پانچہزار سوار کی حراست مین بسر کردگی شمر ذی الجوشن دمشق کو روانہ ہوئے ۔ ٭ اثنائے راہ مین جو کچھ حالات پیش آئے وہ محتاج بیان نہین ہین ۔ کیونکہ پیشتر ہی ہم نے گزارش کر دیا ہے کہ اس قافلہ کے ساتھ شخصی عداوت کا بدرقہ ہے ۔ پھر ان لوگون کی حیرانی و پریشانی مین کیا کلام ہے

٭ جب لشکری حضرت امام حسین اور اور شہیدون کے سر اور قیدیان اہل بیت کو لیکر دمشق کی طرف روانہ ہوئے تو پہلی منزل پر ایک بتخانہ کے قریب اوترے ۔ وہان کے پوجاری نے جب قیدیونکی کیفیت دریافت کی اور سر مبارک جناب سید الشہدا کا نیزے پر دیکھا تو اوس کے دل پر بڑا اثر ہوا

خیر! جو تون کر سکے وہ سفر ختم ہوا۔ اور جب شہر دمشق (دار السلطنت شام) مین پہونچے تو ان کا راستہ اوس دروازہ سے نکالا گیا جس کو باب الساعات کہتے ہین۔ یہ دروازہ عام رہگزر کا ہے۔ اس راستہ مین آنے جانے والون کی

سرکردہ لشکر سے کہا کہ مین ایک ہزار درہم دیتا ہون۔ رات کی رات یہ سر میرے حوالہ کرو۔ صبح کو تم جب کوچ کروگے تو واپس لے لینا۔ یہ لوگ تو دین کو دنیا کے ہاتھ بیچ ہی چکے تھے جھٹ سے راضی ہوگئے۔ اور سر مبارک کو اوس کے حوالہ کردیا۔ پوجاری نے سر مبارک کو اپنی خلوت مین لیجا کر غسل دیا اور خوشبو ملی اور اپنے زانو پر رکھ کر خدا کے نور کا تماشا دیکھنے لگا۔ وہ اپنی آنکھون سے دیکھتا تھا کہ ایک نور کا جھیلا آسمان سے سر مبارک پر پے در پے اترتا چلا آرہا ہے گویا ایک ستون نور کا زمین سے آسمان تک بنا ہوا ہے۔ صبح تک یہی حال رہا۔ جب صبح ہوئی تو اوس نے ہزار درہم اور سر مبارک لشکریون کو دیدیا اور وہ مسلمان ہوگیا۔ آگے چل کر سپاہیون نے اون درہمون کو تقسیم کر لینے کی غرض سے نکالا تو وہ سب کے سب مٹی کے سکے ہوگئے تھے مگر صورت جنین بگڑی تھی اور بجائے سکے کے ایک طرف یہ آیت کندہ تھی کہ "ولا تحسبن اللہ غافلاً عما یعمل الظالمون" یعنے "تم یہ نہ سمجھو کہ خدا ظالمون کے عمل سے غافل ہے"۔ اور دوسری طرف یہ آیت تھی کہ "وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون"۔ یعنے "عنقریب ظالمون کو معلوم ہوجائے گا کہ وہ کونسی گردش مین چکر کھائینگے"۔ منہ

جری کثرت رہتی ہے ۔ اگرچہ اس دروازہ کے علاوہ اور بھی دروازے شہر
میں داخل ہونے کے ہیں ۔ لیکن حارسین کی مراد برلانے کے لیے بھی ایک دروازہ
بہت موزون تھا ۔ اون کی خواہش یہ تھی کہ رسول مقبول کے کنبے کی خاطر خواہ
ہتک ہو ۔ ان کی ابتر حالت کو ہر ادنی و اعلی دیکھے جس میں امیر شام کی ناموری
ہے ۔ یہ بات اسی دروازہ سے داخل ہونے پر منحصر تھی ۔ شہر کے اندر بڑے
سلیقہ سے آراستگی کی گئی تھی ۔ راستہ کے دو رویہ دوکانوں کی ایسی آرایش ہوئی
تھی کہ دیکھنے والوں کا جی وہاں سے ہٹنے کو نہیں چاہتا تھا ۔ یہ تمام تکلف سرکاری
حکم سے قیدیان آل نبی کی تقریب میں ہوا تھا جس سے اظہار مسرت عام مقصود تھا
جب یہ لوگ دروازہ کے اندر داخل ہوئے تو تماشائیوں کا ایسا ہجوم ہوا کہ راستہ
بند ہو گیا ۔ نیزوں پر چڑھے ہوئے سروں کا آگے آگے اور عورتوں کا اور
بچوں کا بحال تباہ اون سروں کے پیچھے پیچھے ہونا ۔ پانچہزار سوارون کا اون کو
چارون طرف سے گھیرے ہوئے چلنا شہر والوں کے لیے بہت اچھا تماشا ہو گیا تھا ۔
مگر افسوس ہے اون قیدیوں کے حال پر جنکے پاس منہ چھپانے کے لیے بھی کوئی کپڑا نہیں ہے
حالانکہ یہ وہ عورتیں تھیں جن کی پردہ داری میں اسلام کی پردہ داری تھی ۔ اور وہ
بحالت مجبوری اپنے سر کے بالوں سے منہ چھپاتی تھیں اور حارسین کی منت کرتی تھیں
کہ مقتولوں کے سروں کو ذرا آگے بڑھا دو تاکہ تماشائی اودھر متوجہ ہو جائیں اور ہم پر
نظر نہ ڈالیں ۔ اوس سے زیادہ افسوس اس بات کا ہے کہ اون کی اتنی درخواست
بھی کسی نے منظور نہ کی ۔ اور اوسی صورت سے اون کو لیے چلے گئے یہاں تک کہ
جامع مسجد کے پھاٹک پر پہونچے ۔ ظہر کا وقت ہو گیا تھا ۔ نماز پڑھنے کے لیے وہاں ٹھیرے

مین کہتا ہون کہ یہ نماز تو ضرور خدا نے قبول کی ہوگی۔ مگر فکر اس بات کی ہے کہ ان لوگون نے نماز مین جب درود پڑھی ہوگی تو "اللھم صل علی محمد" کے بعد "علی آل محمد" کہا ہوگا یا نہین اگر کہا ہوگا تو یہ خیال بھی آیا ہوگا یا نہین کہ آل محمد کون ہین کیا یہ وہی تو نہین ہین جن کو ہم نے قید کرکے لایا ہے اور سر بازار کھڑا کیا ہے

جب شہر کے لوگ نماز سے فارغ ہوکر باہر نکلے تو ایک شخص سورہ کہف پڑھتا ہوا سر مبارک حضرت امام حسین کے سامنے آیا اوس وقت اوس کی زبان پر یہ آیت تھی کہ "ام حسبت ان اصحاب الکہف والرقیم کانوا من آیاتنا عجبا"۔ اوس کے جواب مین سر مبارک سے یہ آواز نکلی کہ "میرا قصہ اون سے زیادہ تعجب انگیز ہے"۔ ٭

اس عرصہ مین امیر شام (یزید) نے دربار عام جس مین علاوہ معمولی درباریون کے بہت سے کم درجہ کے لوگ بھی باریاب تھے منعقد کرکے ان قیدیون کی حاضری کا حکم دیا۔

٭ اصحاب کہف کا قصہ یہودیون کے ہان ایک تعجب انگیز قصہ خیال کیا جاتا تھا کہ وہ ایک غار مین تین سو برس تک سوتے رہے۔ ایک بار اونہون نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور امتحان کے اوس قصہ کی کیفیت دریافت کی تو اللہ جلشانہ نے اون کا قصہ اس تمہید سے بیان فرمایا کہ "اے محمد کیا تم سمجھتے ہو کہ اصحاب کہف و رقیم ہماری نشانیون مین تعجب انگیز تھے؟" یعنے اون کا قصہ کچھ تعجب انگیز نہین ہے۔ اس کے بعد لوگون کا خیال اوس

قصہ کی نسبت بیان کرکے اپنی طرف سے صحیح واقعات ظاہر فرماتے ہیں جو
شروع سے آخر تک سورہ کہف میں مندرج ہیں۔ اور یہ بھی ہدایت کی کہ
اس بارہ میں زیادہ اصرار نکرو۔ جس کا یہ مطلب تھا کہ لوگ اس قصہ کی
اور ناحق کی دوسری ہوگی۔

دقیانوس کے عہد سلطنت میں بت پرستی کا بہت چرچا تھا۔ چنانچہ بادشاہ
سے لے کر رعایا تک سب کے سب بت پرست ہوگئے تھے۔ یہ اصحاب کہف بھی
اوسی زمانہ میں ایک معمولی متوسط درجہ کے آدمی تھے اور شہر افسوس میں رہتے
تھے۔ ان کی تعداد میں اختلاف ہے پانچ سے لے کر سات تک بتلائے
جاتے ہیں۔ ان سے کہا گیا کہ تم بھی بتوں کی پوجا کیا کرو۔ چونکہ یہ لوگ
عیسائی مذہب کے خدا پرست تھے اپنا مذہب چھوڑ کر بتوں کی پوجا کرنے
سے انکار کیا۔ جس پر دقیانوس نے اون کو ڈرایا اور کہا کہ تم کو تین روز
کی مہلت دی جاتی ہے اگر اس عرصہ میں تم اپنا مذہب چھوڑ کر ہمارے
بتوں کی پرستش نکروگے تو تم کو پھانسی دی جائیگی۔ یہ لوگ خدا پر
سچے دل سے ایمان لائے تھے بت پرستی کس طرح قبول کرسکتے تھے۔ چپ چاپ
بادشاہ کے دربار سے نکل کر اپنے گھر کو آئے اور چپ کر کسی اور جگہ چلے جانے
کا منصوبہ کرکے رات کو شہر کے باہر ہوگئے۔ تھوڑی دور گئے تھے کہ
دن نکلا۔ جنگل میں اون کو ایک چرواہا ملا جس کے ساتھ ایک کتا بھی تھا
اور وہ بھی عیسائی مذہب کا خدا پرست آدمی تھا۔ اوس نے ان سے پوچھا
کہ کہاں جاتے ہو۔ اونہوں نے اوس کو اپنا ہم خیال جان کر سارا قصہ بادشاہ کی

ہمارے ناظرین خیال فرما سکتے ہین کہ اہل بیت رسول کی عورتون کو شاہی
عام دربار کے ساتھ کہان تک مناسبت ہے ۔ مزید بران برہنہ سری !
بڑی شرم کی بات ہے ۔ جس شخص کو ذرا بھی اسلام کا پاس ہوگا وہ کبھی ایسی
بات نہین سن سکتا دیکھنا تو بہت دور ہے ۔ مگر ہمارا حامی اسلام والی
شام کر گزرا ۔ اسلام کی عزت مسلمان بادشاہون کو ایسی ہی کرنی چاہیے
اسے عزت خدا ! خیر شمر قیدیان اہل بیت کو لے کر دربار مین آیا اور سلام
کر کے امیر شام کے روبرو کھڑا ہوا ۔ امیر شام (یزید) نے پوچھا کیا کیفیت
ہے ؟ شمر نے عرض کیا مین مبارکباد دیتا ہون کہ اللہ تعالی نے آپ کو
آپ کے دشمن پر فتح دی ۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ حسین بن علی بن ابیطالب

زبردستی کا بیان کیا ۔ چرواہے نے کہا ۔ چلو مین تم کو قریب مین ایک غار بتلاتا ہون
وہ ایسی پوشیدہ جگہ ہے کہ اگر تم اوس مین ساری عمر بھی رہو تو کسی کو خبر نہو ۔ اور مین بھی
تمہارے ساتھ رہتا ہون ۔ دور جانا کیا ضرور ہے ۔ یہ لوگ اوس کی بات کو پسند
کر کے اوس غار مین گئے اور دیکھا تو فی الواقع وہ غار مقام امن پایا گیا ۔ رات کے
جاگے ہوئے تھک گئے تھے وہان یہ لوگ سو گئے ۔ ان کے سونے کی مدت
تین سو برس سے زیادہ کی بیان کی جاتی ہے ۔ جب یہ لوگ بیدار ہوئے
تو بھوک لگی ۔ ایک شخص اون مین روٹی لانے کو شہر مین گیا جس کی وجہ سے
اون کا حال لوگون کو معلوم ہوا اور بادشاہ کے حکم سے اوس غار کا منہ
چنوا دیا گیا ۔ منہ

اسی اسم کے ساتھہ جس مین اٹھارہ تو اون کے خویش و قرابتدار تھے اور باسٹھہ اسم اون کے دوست اور جان نثار تھے وارد کربلا ہوئے ۔ اس بات کی خبر پاتے ہی ہم بحکم عبیداللہ بن زیاد بہت سی فوج لے کر اون کے سر پر پہونچ گئے اور آپ کی بیعت کا اون سے سوال کیا گیا مگر اونہون نے نہ مانا اور مقابلہ کرنے کو مستعد ہو گئے ۔ پھر تو ہم نے اونکو چارون طرف سے گھیر لیا اسی آدمی کی کیا حقیقت تھی دم کے دم مین سب کو مار کر پھینک دیا ۔ اب اون کی لاشین جنگل مین پڑی سڑ رہی ہین "

اتنا کہہ کر حضرت امام حسین کا سر ایک طشت مین رکھہ کر یزید کے پیش کیا ۔ دوسرے شہیدون کے سر بدستور نیزون پر چڑھے ہوئے صحن مین تھے ۔

حضرت سجاد ایک خونی مجرم کے مانند زنجیرون مین جکڑے ہوئے اور اون کے ساتھہ اہل حرم تلوارون کی چھانون مین روبرو کھڑے کر دیئے گئے ۔

یزید پیغمبر کے کنبے کو اس تباہی کی حالت مین دیکھہ کر بہت خوش ہوا اور لب مبارک حضرت امام حسین پر چھڑی رکھہ کر نشۂ حکومت مین یہ اشعار پڑھے کہ " لیت اشیاخی ببدر شہدوا ۔ جزع الخزرج من وقع الاسل ۔ فاہلوا واستہلوا فرحاً ۔ ثم قالوا یا یزید لا تشل ۔ لست من خندف ان لم انتقم ۔ من بنی احمد ما کان فعل ۔ لعبت ہاشم بالملک فلا ۔ خبر جاء ولا

وسے نزل " ؛

ان اشعار کے مضمون سے امیر شام (یزید) کا اسلام اور اوس کا ایمان صاف ظاہر ہوتا ہے ۔ جنگ بدر مین جو کفار مارے گئے اون کو شہید کہنا ۔ اور اون کے بدلہ مین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کو قتل کرانا ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کو شعبدہ بازی اور ملک گیری کی پولیٹکل کارسازی قرار دینا ۔ اون کے الہام اور وحی سے انکار کرنا ۔ درحقیقت دائرہ اسلام سے خارج ہونا ہے ۔ جس شخص کے دل مین کفار قریش کے خونہا لینے کی آرزو ہو اوس کو ہم کیونکر مسلمان کہہ سکتے ہین ؟ ایسے اعتقاد کا آدمی اگر اپنے آپ کو مسلمان کہے تو اوس کو منافق کہنا کچھ بیجا نہو گا ۔ اور منافقون کی نسبت اللہ جلشانہ نے اپنے کلام مجید مین بہت جگہ ذکر کیا ہے کہ جو اون کے جہنمی ہونے پر کافی دلیل ہے ۔ ازانجملہ یہ بھی ایک آیت ہے کہ " ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار " منافق دوزخ کی غار مین ہونگے "

ترجمہ ۔ کاش ! میرے بزرگ جو جنگ بدر مین شہید ہو گئے اگر زندہ ہوتے تو خزرج کو واقعہ اسل مین ہوئے تے دیکھتے کہ مین نے کیسا بدلا لیا ہے ۔ اور خوش ہو کر مجھ سے کہتے کہ شاباش تھکنا نہین ۔ مین خندف کے پیٹ سے نہین پیدا ہوا ہون گا اگر مین بنی احمد سے بدلا نہ لون ۔ یہ ساری شعبدہ بازیان بنی ہاشم کی ملک لینے کی ہین ۔ حقیقت مین الہام ہوا نہ کوئی وحی اترتی

امیر شام کے اوس دربار مین ابو برزہ اسلمی صحابی جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حاضر تھے ۔ اونہون کہا ۔ "اے یزید ! تم ایسی بے ادبی نکرو ۔ مین نے بارہا دیکھا ہے کہ جناب سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوۃ ان لبون کا بوسہ لیتے تھے ۔ کل قیامت کے روز ان کے شفیع تو جناب رسول خدا ہون گے ۔ اور تمہارا شفیع عبید اللہ بن زیاد ہوگا ۔"

یزید کو یہ بات بری لگی ۔ خفا ہو کر کہا "مجھے تمہارے صحابی ہونے کا لحاظ ہے ۔ نہین تو ابھی قتل کرا دیا ہوتا" ۔ ابو برزہ نے کہا "سبحان اللہ ! پیغمبر کی صحبت کا تو اتنا لحاظ اور اوس کے خاص نواسے کے ساتھ یہ سلوک ؟ ہزار حیف ہے" ! یہ کہہ کر وہان سے اوٹھ گئے ۔

سبط ابن جوزی نے عبید بن عمیر سے روایت کی ہے کہ جس وقت جناب سید الشہدا کا سر یزید کے سامنے لاکر رکھا گیا ایک نصرانی سفیر بادشاہ انگلستان کا وہان حاضر تھا ۔ اوس نے پوچھا کہ یہ سر کس کا ہے ؟ یزید نے کہا ۔ یہ سر حسین بن علی کا ہے ۔ یہ شخص ہماری خلافت کا دعویدار بنا تھا لہذا قتل کیا گیا ۔ سفیر ۔ یہ شخص کون تھا ؟ ذرا صراحت سے بیان فرمائیے ۔ یزید ۔ یہ شخص ہمارے پیغمبر (محمد) کا نواسا اور اون کے چچیرے بھائی (علی) کا بیٹا ہے ۔ سفیر ۔ لعنت ہے تمہارے اسلام پر ۔ تمہارا اعتقاد کسی بات پر مضبوط نہین ۔ سنو ! ہمارے ملک مین ایک جزیرہ ہے اوس مین ایک گرجا ہے اور گرجا مین گدہے کا ایک سم ہے ۔ کہتے ہین کہ اوس گدہے پر حضرت مسیح سوار ہوئے تھے ۔

اسی بنا پر ہر سال ہزارہا آدمی دور دور سے [illegible] زیارت کے لیے
وہاں جاتے ہیں اور صدہا روپیہ کی نذر و نیاز چڑھاتے ہیں۔ [illegible]
تم لوگ اپنے پیغمبر کے خاص نواسے کو [illegible] کے ساتھ قتل کرتے ہو
میں بالیقین کہتا ہوں کہ تمہارا مذہب باطل ہے [illegible] اسلام کا دعویٰ
بھی باطل ہے"۔

اس کے بعد قیدیان اہل بیت کی پرشش ہوئی۔ شمر نے آگے بڑھ کر
ایک ایک عورت کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ یہ [illegible] ام کلثوم حسین کی [illegible]
بہنیں ہیں۔ یہ فاطمہ اور یہ سکینہ اون کی لڑکیاں ہیں۔ اسی طرح دوسری
عورتوں کا بھی نام لے لے کر بتلایا کہ یہ فلاں اور یہ فلاں ہے۔ ان سب کے
بعد حضرت سجاد کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ یہ حسین کا فرزند ہے۔ اس کو [illegible] اوسط
کہتے ہیں۔ یزید نے حضرت سجاد کی طرف متوجہ ہو کر کہا "اے علی!
تیرے باپ نے ہمارے ساتھ برا سلوک کیا۔ ہمارے رشتہ قرابت کو توڑ ڈالا
اور ہماری خلافت کا دعویدار بنا۔ اب تو نے دیکھا کہ خدا تعالیٰ نے اوس کا بدلا
کیسا لیا؟ اس کے جواب میں حضرت سجاد نے یہ آیت پڑھی کہ "ما اصاب من
مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب" یعنے کوئی مصیبت نہ زمین پر اور نہ کسی
کی ذات پر نہیں پڑی ہے جو لوح محفوظ میں لکھی ہو۔ روز ازل سے ہر ایک کی
تقدیر میں جو لکھا ہے وہی ہوتا ہے"۔

اس اثنا میں ایک شامی نے اوٹھ کر یزید سے عرض کیا کہ یہ لڑکی (فاطمہ
کبریٰ کی طرف اشارہ کرکے) مجھے عنایت کیجئے۔ یہ بات سنتے ہی فاطمہ

بی بی زینب کو لپٹ گئیں اور تھر تھر کانپنے لگیں ۔ وہ سمجھیں کہ یہ مجھے لونڈی بنانا ہے ۔ بی بی زینب کو اس بات کی تاب نہ آئی ۔ غصہ ہو کر اوس مرد شامی سے کہا ۔ "ایسی بات کرنا نہ تجھے جائز ہے نہ تیرے مالک یزید کو" ۔ یزید نے کہا ۔ "مجھے اختیار ہے جس کو چاہوں دیدوں" ۔ زینب نے کہا ۔ "حاشا وکلا ! جب تک مذہب اسلام چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار نکرے یہ بات نہیں ہو سکتی ۔ یزید نے برہم ہو کر کہا ۔ "ایسی بات تو میری نسبت کہتی ہے ۔ حالانکہ تیرا باپ اور تیرا بھائی دونوں دین اسلام سے خارج ہو گئے ہیں" ۔ زینب ۔ "ہمارے باپ دادا کے دین سے تو اور تیرے باپ دادا نے ہدایت پائی ہے" ۔ یزید "جھوٹ بولتی ہے تو خدا کی دشمن ہے" ۔ زینب ۔ "شاید تو اپنی سلطنت پر بھولا ہوا ہے ۔ مسلمانوں کا حاکم ہو کر اپنی ذات پر اتنا ظلم کیوں کرتا ہے ۔ کچھ تو خدا کا خوف کر ۔ یہ سلطنت چلتی پھرتی چھانوں ہے اوس پر اتنا اترانا نہ چاہیئے" ۔

یہ بات یزید کے دل کو لگی ۔ شرما کر خاموش ہو گیا ۔ اس گفتگو سے شامی کو معلوم ہوا کہ یہ لڑکی خاندان رسالت کی ہے ۔ پھر تو اوس نے نادم ہو کر کہا ۔ "للہ میرا قصور معاف فرمائیے ! مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ لڑکی ایسے بڑے خاندان کی ہے ۔ بلکہ میں سمجھا تھا کہ یہ قیدی کفار روم و فرنگ کے ہیں ۔ اس گفت و شنود کے بعد حکم دیا گیا کہ حسین کے سر کو شہر کے دروازہ پر لٹکا دو ۔ اور قیدیوں کو ایک مکان میں مقید کرو ۔ اس حکم کے موافق سر مبارک

[illegible] دروازہ پر لٹکا دیا گیا اور قیدیان اہل بیت کو ایک ایسے مکان میں
[illegible] گئی جو بالکل مختصر اور بوسیدہ تھا اور اون کے زندان کے لیے ناکافی تھا
ان لوگوں نے پہلے قید کے دن بہت تکلیف سے گزارے ۔ ان میں سے
اکثر لوگوں نے دن اور رات زیر سماء بسر کی ۔ دھوپ کی شدت سے ان کے
جسم کی کھال اوتر گئی تھی ۔ چنانچہ اون دنوں منہال بن عمر نے حضرت سجاد
کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کہ یا ابن رسول اللہ ! کس طرح آپ کی صبح سے
شام ہوتی ہے ؟ تو آپ نے فرمایا ۔ جیسے بنی اسرائیل کی قوم فرعون میں
اے منہال ! عرب کو عجم پر ناز ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عرب سے ہیں ۔
اہل قریش اور دیگر تمام عرب یہی فخر کرتے ہیں ۔ مگر ہم کو جو اوسی محمد کی اہل بیت
ہیں قتل کرتے ہیں ۔ قیدی بنا کر گانوں گانوں شہر شہر پھراتے ہیں ۔ ہم بھی
راضی برضاء پروردگار ہیں ۔ اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہیں ۔

چونکہ یہ واقعہ ایسا نہ تھا کہ بلا پرسش رفت وگزشت ہو جاتا ۔ یہ تو ایک
ایسی حیرت انگیز بات تھی جو آج تک کسی کے کان میں نہیں پڑی تھی ۔
فوراً اس کا چرچا تمام ملک شام میں ہو گیا اور مسلمانوں سے لے کر یہود و نصاریٰ
تک امیر شام (یزید) کی اس حرکت پر نفرین کرنے لگے ۔ گویا شام ملک میں
عام ناراضی پھیل گئی ۔ ؎

؎ ابن سعد نے محمد بن عبد الرحمن سے روایت کی ہے کہ اس جالوت نامی
ایک یہودی نے اس واقعہ کا تذکرہ کر کے کہا کہ داود علیہ السلام کا میرے ساتھ

اس بات سے یزید کو موقع ہوا کہ سپاہ و رعایہ عام ناراضی کہیں حد سے گزر کر باعث زوال سلطنت ہو۔ اس لیے اس کا دفعیہ ضرور ہے تاکہ لوگوں کے دلوں سے یہ بدگمانی جاتی رہے۔ اس خیال پر اوس نے اپنی طبیعت کا رنگ بدلا۔ ایک روز دربار منعقد کر کے کہنے لگا۔ میں نے حسین کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا۔ خدا ابن مرجانہ کا خانہ خراب کرے اور اوس پر خدا کی لعنت ہو۔ یہ سارا فساد اوسی کا ہے۔ اب میں تم سے (ارکان سلطنت کی طرف خطاب کر کے) پوچھتا ہوں کہ ان باقیماندہ لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ ایک بے دین نے کہا "اب تک جو کچھ ہوا وہ اچھا ہی ہوا۔ آیندہ مناسب یہ ہے کہ حسین کے فرزند کو بھی حوالہ شمشیر اجل کیا جائے تاکہ حسین کی اولاد دنیا میں باقی نہ رہے۔ یہ لوگ آپ کی سلطنت کے دشمن ہیں۔ دشمن کو قابو میں آنے کے بعد چھوڑ دینا خلاف عقل ہے"

یزید خاموش رہا۔ کچھ جواب نہ دیا۔ اوس کی خاموشی نے اہل دربار کو جتا دیا کہ امیر شام کو اس امر میں تردد ہے۔

اس اثنا میں نعمان بن بشیر نے عرض کیا۔ "اے امیر المومنین!

ستر پشت کا واسطہ ہے۔ اتنے دور و دراز کے واسطہ پر بھی بنی اسرائیل میری اوسی قدر تعظیم و تکریم کرتے ہیں جیسے کسی قریب کے رشتہ دار کی ہوتی ہے۔ وائے بر حال مسلمانان! انہوں نے اپنے پیغمبر کے خاص نواسے کو قتل کر ڈالا۔ اتنے قریب یعنے ایک ہی پشت کے رشتہ دار کا کچھ بھی پاس نہ کیا۔ منہ۔

نامہ اضافہ کشتی ورعایا پروری تو یہ ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ اسی
طرح کی رعایت کی جائے جس طرح جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان
کی ایسی حالت دیکھ کر رعایت کرتے" یزید کو یہ بات پسند آئی۔ اور حکم
دیا کہ قیدیان اہل بیت رسول کو حمام میں لے جاؤ۔ اور عمدہ لباس پہنا کر
محل میں پہونچاؤ۔ اوس وقت حضرت سجاد کی بیڑی کٹی۔

جب یہ لوگ نہا دھو کر اور عمدہ پوشاکیں پہن کر یزید شام کے محل میں داخل
ہوئے تو معاویہ کے خاندان کی عورتیں ان کو پرسا دینے آئیں۔ اور تمام
عزا دار ہو کر تین روز تک ان مصیبت زدوں کے ساتھ ماتم کرتی رہیں
دیبا نام (یزید) کی التفات بھی اون کے حال پر توقع سے زیادہ ہوا۔ چنانچہ
حضرت سجاد کو اور نیز دوسرے اطفال اہل بیت کو دونوں وقت اپنے بچوں کی برابر
دسترخوان پر بٹھلا کر کھلانے اور بہت کچھ لطف و مدارات کی باتیں بنانے لگا۔
رفتہ رفتہ ایک روز حضرت سجاد سے کہا۔ "کیا تمہاری مرضی یہاں رہنے کی ہے
یا اپنے وطن کو جانے کی؟ اگر رہنے کا ارادہ ہے تو شوق سے رہو۔ یہ گھر تمہارا
ہے۔ اور اگر وطن جانا منظور ہے تو میں خوشی سے تم کو رخصت کر دوں گا"۔
سجاد نے فرمایا۔ "مجھے اپنے وطن کو جانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جناب
رسول خدا کے روضہ کی جاروب کشی سلطنت سے بہتر سمجھتا ہوں"۔ یزید
"اچھا! تمہاری روانگی کا انتظام بہت اچھی طرح سے کر دیا جائیگا"۔
نعمان بن بشیر کو حکم دیا گیا کہ خاندان مصطفوی کو بہت آرام سے لے جا کر
مدینہ پہونچا دو۔ اور کچھ سوار بھی اون کی ہمراہی میں لے لو۔ نعمان بن بشیر نے

چند سوار ساتھ لے کر اہل بیت کی ہمراہی میں جانے کے لیے تیار ہوا تو وقت
رخصت یزید نے بہت پچھتاوا ظاہر کیا۔ اور حضرت سجاد سے کہا۔ خدا ابن
سمیہ کو غارت کرے اسے بہت برا کام کیا۔ خدا کی قسم اگر حسین کی
ملاقات مجھ سے ہو جاتی تو جو کچھ وہ کہتے میں اوس کو بسر و چشم قبول کر لیتا
خدا جانتا ہے مجھے اون کے قتل ہونے کا اتنا رنج ہوا کہ میری جان
کے مر جانے کا بھی اتنا رنج نہ ہوگا۔ خیر مشیت الٰہی میں ہی آدمی کا
کر سکتا ہے۔ اب میں تم سے کہتا ہوں کہ ہمیشہ اپنی خیر و عافیت سے
مجھے اطلاع کرتے رہو۔ اور جو کچھ خواہش ہو بلا تامل لکھ بھیجا کرو میں
اوس کو پورا کر دیا کروں گا۔"

غرض بہت سی دل داری کی باتیں کر کے سامان سفر جیسا مناسب تھا
کروایا۔ اور راہ کے لیے بھی بہت سا زر نقد دیکر رخصت کیا۔

شاید ہمارے ناظرین امیر شام کی اس غیر معمولی کارروائی سے خوش ہوئے
ہونگے کہ اوس نے اہل بیت کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔ اگر ایسا کرتا تو
اوس پر کیا زور چلتا تھا۔ لیکن ذرا غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ بھی ایک طرح کی
چال تھی۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ اس واقعہ سے جو عام ناراضی [illegible]
ہے وہ جاتی رہے۔ لوگ یہ خیال کریں کہ اس میں امیر شام کا کوئی قصور نہیں
ہے۔ جو کچھ کیا وہ عبید اللہ بن زیاد نے کیا۔ ہم بھی کہتے ہیں کہ ہاں
ابن زیاد نے کیا۔ اور عمر بن سعد نے اوس پر وار نش پھیرا۔ مگر ابن زیاد کو حکم
کس نے دیا؟ اگر امیر شام کا حکم نہ ہوتا تو ابن زیاد کا کیا مقدور تھا جو ایسی حرکت

کرتا ۔ اور قیدیان اہل بیت کی آمد کے روز دمشق میں اتنا اہتمام اور اظہار مسرت
کس کے حکم سے ہوا ؟ اور جب سر مبارک امام حسین کا دربار میں لایا گیا تو وہ
اشعار کس کی زبان سے نکلے تھے ؟ جن سے اوس کے دل کا بخار ظاہر ہو گیا ۔ اور
جب اہل بیت رسول قیدی بنے ہوئے دربار میں آئے تو اوس وقت یہ ہمدردی
کہان گئی تھی ؟ یہ تمام باتین تو امیر شام کی خوشی اور رضامندی پر مبنی ہین ۔
پھر اب جو اقرار تاسف اور اظہار تلطف کیا جاتا ہے تو کیا لوگون کے دلون سے
وہ نفرت جاتی رہیگی ؟ اور کیا ملک مین اس خون ناحق کی عام شورش نہوگی ؟
بے شک ہوگی ۔ اور ضرور ہوگی ۔ خدا اپنے نافرمان بندون کو سر دست نہین
پکڑتا ۔ اون کو مہلت دیتا ہے تاکہ اون کی معصیت کا پیالہ لبریز ہو جائے ۔ اور جب
پکڑتا ہے تو توبہ بھی قبول نہین ہوتی ۔ اس کی کیفیت ہم انشاء اللہ خاتمہ مین لکھینگے
کہ جتنے لوگ اس ہنگامہ مین شریک تھے اون کا حشر کیا ہوا ۔ جس وقت اہل بیت
دمشق سے کوچ کر کر نکلے ۔ نعمان بن بشیر کی طرف سے منزل بمنزل خاطر خواہ سبراہی
ہوا کی ۔ اور یہ لوگ بہت آرام کے ساتھ اپنا سفر طے کرنے لگے ۔ یہان تک کہ
قریب کربلا کے پہونچے اور وہ مقام نظر پڑا جہان شہیدان بلا کش کی لاشین پڑی
تھین ۔ اور اب وہان مٹی کی قبرین بنی ہوئی ہین ۔ مین کیا بیان کرون کہ اوس کے
دیکھنے سے ان مصیبت زدون کے دل پر کیا کچھ صدمہ گزرا وہ سارا سمان آنکھون
مین پھر گیا جو چند روز پیشتر نظر سے گزر چکا تھا ۔ تمام عورتین اونٹون پر سے
گر پڑین اور ایک شور محشر برپا ہو گیا ۔ ایک ایک عورت ایک ایک قبر سے لپٹ کر
اسقدر روئی کہ وہ تمام جنگل ماتم سرا بن گیا ۔ کس کا کھانا ۔ اور کہان کا پانی ۔

وہ دن اور تمام رات روتے میں گزر گئی ۔ گویا نہر فرات اب بھی ان کے سینے نہ تھی ۔ شہیدوں کی تشنگی اور اون کی جانبازی دل میں ایسی سما گئی تھی کہ اون کو اپنی مصیبت اور گرفتاری فراموش ہو گئی ۔ !!

اتفاقاً جابر بن عبد اللہ انصاری صحابی رسول اور چند جوانان بنی ہاشم حضرت امام حسین کی شہادت کی کیفیت سنکر کربلا میں آئے ہوئے تھے وہ بھی ان کے ساتھ عزاداری میں شریک ہو گئے ۔ حضرت سجاد ایک ایک بات مصیبت کی بیان فرماتے تھے اور یہ سننے والے روتے روتے بیہوش ہو ہو جاتے تھے دوسرے روز وہاں مقام ہوا تو اطراف وجوانب کے دیہات والے خبر پاکر آئے ۔ اون کی شرکت سے بزم ماتم اور بھی دوبالا ہو گئی ۔ تیسرے روز وہاں سے کوچ ہوا اور چلتے چلتے مدینہ کے قریب پہونچے ۔ شہر کے باہر میدان میں جیسے استاد کر اسکے اوترے ۔ حضرت سجاد نے ایک سوار ہمراہی سے جس کا نام بشیر بن جزلم

!! محرم کی گیارہویں تاریخ شام تک میدان کربلا میں فوج کی روانگی کا ہنگامہ رہا رات کو حضرت امام حسین کی لاش کے ساتھ اور دوسرے کل شہیدان دشت کربلا کی لاشوں کی حفاظت سوائے خدا کے کون کرنے والا تھا ؟ اوسی نے اپنی قدرت کاملہ سے ان سب لاشوں کو جنگلی درندوں سے بچایا ۔ صبح کو بارہویں تاریخ میدان خالی دیکھ کر موضع غاضریہ کے رہنے والے قبیلہ بنی اسد کے لوگوں نے ان لاشوں کو دفن کیا ۔ جیسے کہ اب زائرین کربلائے معلی کو وہ نورانی مزار نظر پڑتے ہیں ۔ منہ ۔

تھا فرمایا کہ تمہارا باپ تو شاعر تھا کیا تم کو بھی شاعری کا مذاق ہے؟ اوس نے عرض کیا۔ یا ابن رسول اللہ! ہان مجھے بھی شاعری مین دخل ہے۔ آپ نے فرمایا۔ بہتر ہے کچھ اشعار مرثیہ جناب سید الشہدا کے بنا کر مدینہ والون کو سنا دو۔ اور ہمارے آنیکی خبر بھی کر دو۔ بشیر بن حزام بموجب حکم حضرت کے مدینہ مین پہونچا اور روضہ مبارک جناب سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوۃ کے دروازہ پر کھڑا ہوا اور رو رو کر یہ اشعار کہنے لگا۔ "یا اہل یثرب لامقام لکم بہا۔ قتل الحسین فادمعی مدرار۔ الجسم منہ بکربلا مضرج۔ والراس منہ علی القناۃ یدار" "اے مدینہ والو تم کو یہان رہنا نہ چاہیے۔ حسین قتل کیے گئے اور مین روتا ہون کہ اون کا جسم تو زخمون سے چور چور ہو کر کربلا مین پڑا ہے اور اون کا سر نیزے کی انی پر گانون گانون پھر رہا ہے"۔ اب اون کا پس ماندہ لٹا ہوا کاروان تمہارے پاس آیا ہے مین بشیر ہون اوس کا ایک نوحہ خوان سفیر ہون۔ بشیر کہتا ہے کہ میری زبان سے اتنی بات نکلی تھی کہ مدینہ کے لوگ کیا عورت اور کیا مرد سب کے سب روتے ہوئے گھرون کے باہر نکل پڑے۔ اور واویلا! واحسینا! کی فریاد و فغان اسقدر بلند ہوئی کہ تمام شہر مین دوسری آواز سنائی نہین دیتی تھی۔ اوجر طرف یہ قافلہ اوترا تھا اوس طرف ہر ایک شخص ایسا دوڑتا ہوا چلا جاتا تھا جیسے قیامت کی طرف لوہا۔ مین نے بہت کچھ ہاتھ پانون مارے کہ جلدی سے واپس جاون۔ مگر لوگون کی کثرت نے مجھے راستہ نہین دیا۔

ابو جعفر طبری کہتا ہے کہ ایک عورت خاندان عبد المطلب کی اوس مجمع مین سب کے آگے روتی اور واویلا کرتی ہوئی چلی جاتی تھی۔ اوسکے گیسوونکی پریشانی اور اوس کے رخسارون پر سے گریبان تک آنسوونکی روانی صاف بتلاتی تھی کہ درد دل کیسا ہوتا ہے

اور کمال بیقراری سے یہ کہتی تھی ۔ "ماذا تقولون اذ قال النبی لکم ۔ ماذا فعلتم وانتم آخر الامم ۔ بعترتی وباہلی بعد مفتقدی ۔ منہم اساری ومنہم قتلی مرجو بدم ۔ ما کان ہذا جزاء اذ نصحت لکم ۔ ان تخلفونی بسوء فی ذوی رحمی" ۔ تم کیا جواب دوگے جبکہ تم سے پیغمبر پوچھینگے کہ تم نے آخر امت ہوکر میرے بعد میری اولاد کے ساتھ کیا کیا کہ اونمین سے کچھ تو قیدی بنائے گئے اور کچھ قتل کیے گئے ۔ کیا یہی بدلا اوس نصیحت کا تھا کہ اونکی اولاد کے ساتھ برائی سے پیش آؤ" ۔ جس وقت مدینہ والے نالہ وزاری کرتے ہوئے اوس قافلہ مین پہونچے تو ایک قیامت برپا ہوگئی ۔ اوس وقت کی کیفیت مین کس طرح بیان کرسکتا ہون یہ تو اوس شخص کا کام ہے جو کہ اوس مجلس مین حاضر رہا ہو ۔ تمام مدینہ کی عورتین بی بی زینب کی اطراف حلقہ باندھکر ماتم کر رہی ہین ۔ اون کی بینین نے اہل حرم کے دل پر از سر نو کربلا کا نقشہ کھینچدیا ہے ۔ اونکے زخم جگر جو ابھی تک نہ بھرے تھے پھر ہرے ہوگئے ہین ۔ ایک ایک بی بی اپنے وارث کا نام لیکر رونے لگی ہے ۔ کوئی اپنے بھائی کو روتی ہے ۔ کوئی اپنی اولاد کو ۔ اور سب سے زیادہ بی بی زینب اپنے پیارے بھائی امام حسین کے نام پر جان دیتی ہین ۔ باہر حضرت سجاد ایک کرسی پر جلوہ افروز ہین ہجوم غم والم سے اون کا گلا بند ہوگیا ہے اور آنکھون سے اسقدر آنسو جاری ہین کہ بار بار رومال سے پونچھتے ہین مگر اونکی روانی کم نہین ہوتی ۔ گویا سمندر مین طوفان آگیا ہے ۔ یہ ایک معمولی بات ہے کہ مصیبت مین جب کوئی اپنا دوست ملجاتا ہے تو دل قابو مین نہین رہتا ۔ بہت عرصہ کے بعد بڑا ضبط کرکے فرمایا ۔ "ای اہل مدینہ ! تم کو معلوم ہے کہ فرزند رسول الثقلین ابا عبداللہ الحسین (اس نام کے ساتھ پھر آنسو بہ نکلے) اپنے ہمراہیون سمیت کربلا کے جنگل مین دریائے فرات کے کنارہ پر تین روز تک پیاسے رکھے گئے ۔ چوتھے روز

اوسی حالت تشنگی میں وہ مع برادرون و فرزندون و عزیزون اور دوسرے ہمراہیون کے قتل کیے گئے۔ صرف ایک میں تن تنہا باقی رہگیا وہ بھی بیماری کی وجہ سے۔ اون کے سر نیزون پر چڑھائے گئے۔ اونکی لاشون پر گھوڑے دوڑائے گئے اونکے عیال و اطفال بطور قیدی شہر بشہر پھرائے گئے۔ یہ وہ مصیبت ہی جو ابتدائے آفرینش عالم سے اب تک کسی پر نہین پڑی ہی۔ اور جسکے غم مین عرش سے لیکر فرش تک تمام مخلوق روئی ہے۔ کون ایسا دل ہوگا جو اس سانحہ ہوش ربا پر خون ہو کر آنکھون سے ٹپک نہ جائے؟ اور کون ایسا جگر ہوگا جو اس صدمہ جانفرسا کی تاب لائے؟ مگر شکر ہے اوس پاک پروردگار کا جس نے اونکو ایسی سخت مصیبت مین صبر عطا فرمایا۔ وہی ہم کو اور تم کو بھی اونہین کی پیروی کرنا نصیب کریگا۔ رونے کو تو ساری عمر پڑی ہی۔ اوس کا روکنا آدمی کے اختیار سے باہر ہے۔ جب دل دکھتا ہی تو خود بخود رونا آتا ہے"

حضرت سجاد نے تقریر ختم کی تو سامعین ایک آہ جگر سوز کھینچکر رہگئے۔ اوسوقت وہ مجلس ایسی معلوم ہوتی تھی کہ یہ بھی ایک مرقع حیرت ہی۔ اسکے بعد ان مصیبت زدون نے مدینہ کا رخ کیا۔ جب شہر کے اندر داخل ہوئے تو ام کلثوم نے شہر کو مخاطب کرکے یہ اشعار پڑھے

"مدینۃ جدنا لا تقبلینا۔ فبالحسرات والاحزان جئنا۔ خرجنا منک بالاہلین جمعاً۔ رجعنا لا رجال ولا بنینا۔ ومولینا الحسین لنا انیس۔ رجعنا والحسین بہ رہینا۔ الا فاخبر رسول اللہ عنا۔ باناقد فجعنا فی اخینا۔ وقد ذبحوا الحسین ولم یراعوا۔ جنابک یا رسول اللہ فینا" "ای ہمارے نانا کے شہر! تو ہم کو آنے نہ دی۔ ہم لوگ بڑا ننگ و ذلت اور بہت کچھ غم و حسرت اپنے ساتھ لائے ہین۔ جبکہ ہم تجھ سے رخصت ہوئے تھے سب لوگ ہمارے ساتھ تھے اور اب جو پلٹ کر آئے ہین

تو نہ مرد ہین نہ فرزند ہین ۔ اور ہمارا والی جو حسین تہا اوس کو بہی وہین چہوڑ کر آئے ہین ۔ تو رسول خدا کو خبر کر دے کہ ہم نے اپنے بہائی کے غم مین بہت صدمے اوٹہائے ہین ۔ تمہارے حسین کو ذبح کر ڈالا ۔ اور ہمارے ساتہہ تمہارا بہی کچہ لحاظ نکیا ۔"

وہان سے آگے بڑہکر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر پہونچے مرقد منور پر نظر پڑتے ہی فریاد وا محمداہ ! واجداہ ! اور نالہ واحسینا ! اتنا بلند ہوا کہ شاید آسمان کے پار ہوکر عرش معلی تک پہونچ گیا ہوگا ۔ وہان سے نکل کر حظیرۂ جنۃ البقیعہ مین گئے اور بی بی فاطمہ زہرا کی تربت سے لپٹ لپٹ کر رونے لگے ۔ ام کلثوم نے وہان یہ اشعار بطور نوحہ کے کہے ۔" افاطم لو نظرت الی السبایا ۔ بنا تک فی البلاد مسلبینا ۔ افاطم لو نظرت الی الحیاری ۔ ولو ابصرت زین العابدینا ۔ افاطم لو رأیتینا سہاری ۔ ومن سہر اللیالی قد عمینا ۔ فلو دامت حیاتک لم تزالی ۔ الی یوم القیامۃ تندبینا " ۔ اے فاطمہ ! اگر تو دیکہتی کہ تیری بیٹیان لٹ کر قیدی بنی ہوئی شہر شہر کیسے پہری ہین ۔ اے فاطمہ ! اگر تو دیکہتی کہ ہم کیسے حیران و پریشان ہوئے ہین اور زین العابدین کی کیسی حالت ہوئی ہے ۔ اے فاطمہ ! اگر تو دیکہتی کہ ہم راتون کو جاگتے جاگتے کیسے اندہے ہوگئے ہین ۔ پہر تو اگر ہمیشہ جیتی رہتی تو قیامت تک تیرا رونا کم نہوتا ۔"

اس اثنا مین ام سلمہ فاطمہ صغریٰ کو ساتہہ لیے ہوئے پہونچین ۔ اور دیکہا کہ یہ سارا لٹا ہوا قافلہ سیاہ پوش اور خود فراموش ہے ۔ ان کو دیکہتے ہی دریائے غم نے ایک اور جوش مارا ۔ سب فاطمہ صغریٰ کو گلے لگا لگا کر خوب روئے ۔ یہانتک کہ ہچکیان بند ہوگئین ۔ فاطمہ صغریٰ کا حال کچہ نہ پوچہئے ۔ اوسکے دل کو چہوئے سے پہلو مین تڑپنے کے لیے

جگہ نہیں ملتی ہے۔ وحشت کے مارے صورت تصویر بن گئی ہے۔ نہ رونق ہے نہ کچھ بولتی ہے۔ گویا وہ ایک آئینہ ہے جس نے چاہا اوٹھا کر منہ دیکھ لیا۔ پھر ام سلمہ ان سب نوحہ گروں کو اپنے گھر لے گئیں۔ اور ہاشمی خاندان کی عورتوں نے وہاں آکر بزم ماتم کو برپا کیا۔

خاتمہ

متفرق حالات

حضرت امام حسین کا خون ناحق رایگان نہین جا سکتا تہا ۔ جبکہ قانون فطرت کسی ظالم کے ظلم کو بے مکافات نہین چہوڑتا ہے تو اہل بیت رسول پر جو ظلم کیا گیا اوس سے کیونکر چشم پوشی کی جا سکتی ہے ۔ اور خصوصاً ایسا ظلم جو آجتک دنیا کی کسی تاریخ مین اپنی نظیر نہین رکہتا ہے ۔ اس کا بدلا جو کچہ دار الآخرت مین بموجب فرمانا خدا کے ہونے والا ہے وہ تو ضرور ہوگا ۔ اور انشاء اللہ ہمارے ناظرین حشر کے روز جس کا ظہور کچہت دور نہین ہے اوس کو دیکہہ ہی لینگے ۔ لیکن اس دار دنیا مین بہی جو کچہ بدلا ہوا ہے اوس کو تو ہم ابہی دکہائے دیتے ہین تاکہ ہمارے غمگین ناظرین کے دل کے پہپولے پہوٹ جائین ۔

زہری کہتے ہین کہ معرکہ کربلا مین جو لوگ شریک قتل جناب سید الشہداء تہے

یا اس کے مدد معاون تھے وہ وقتاً فوقتاً بغیر عذاب شدید کے دنیا سے نہ گئے۔ اکثر تو قتل کیے گئے۔ اور بعض جل کر مر گئے۔ بعض اندھے ہو گئے۔ بعض کا منہ کالا ہو گیا۔ بعض تونگری سے بینوائی کو پہونچ گئے۔ بعض پر تشنگی ایسی غالب ہوئی کہ پانی پیتے پیتے مر گئے مگر پیاس نہ بجھی۔

ابو الشیخ کہتے ہیں کہ ایک مجلس میں بہت سے لوگ جمع تھے اور ادھر ادھر کی باتیں کر رہے تھے۔ اثنائے گفتگو میں یہ بھی ذکر آیا کہ حسین کے قتل میں جو شخص شریک تھا وہ کسی نہ کسی مصیبت میں مبتلا ہوا۔ یہ بات سنکر ایک بوڑھا بول اوٹھا کہ "میں بھی حسین کے قتل میں شریک تھا مگر اب تک مجھ پر کوئی آنچ نہ آئی"۔ تھوڑی دیر کے بعد اوس نے چراغ کی بتی کو بڑھانا چاہا تو چراغ سے ایک شعلہ نکلا اور اوس کو گھیر لیا۔ وہ بوڑھا جلتا ہوا مجلس میں بھاگتا پھرتا تھا اور "النار" "النار" کہتا تھا۔ کسی کو اوس کے بچانے کی قدرت نہ تھی آخر نہر فرات کی طرف نکل گیا اور پانی میں گر پڑا۔ وہ آگ تو ایک غضب الٰہی تھی نہر کا پانی اوس کے حق میں تیل ہو گیا۔ وہیں وہ جل کر خاک سیاہ بن گیا۔ اہل مجلس کو اس واقعہ سے ایک عبرت ہو گئی۔

سبط بن الجوزی نے سدی سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے میری دعوت کی تھی اور اوس دعوت میں اور لوگ بھی شریک تھے۔ باتوں باتوں میں معرکہ کربلا کا تذکرہ آیا تو حاضرین محفل کہنے لگے کہ جو شخص شریک قتل حسین تھا کہ وہ ضرور دنیا میں گرفتار مصیبت ہوا۔ اس کے جواب میں میزبان نے کہا کہ "میں بھی اوس معرکہ میں موجود تھا مگر اب تک سب آفتوں سے محفوظ ہوں۔

کسی طرح کی کوئی مصیبت مجھ پر نہین پڑی ۔ ابھی یہ کہہ ہی رہا تھا کہ ایک شعلہ چراغ سے نکلا اور اوس کے بدن پر گر کر بالکل جلا دیا ۔ راوی کہتا ہے کہ قسم خدا کی مین نے اوس کو دیکھا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ ایک کوئلہ جلا ہوا پڑا ہے ۔

سبط بن الجوزی نے واقدی سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نابینا تھا لوگون نے اس کا سبب پوچھا تو اوس نے کہا کہ ہم دس آدمی قوم کے ساتھ معرکۂ کربلا مین حاضر تھے ۔ لیکن مین نے نہ تلوار کھینچی نہ نیزہ اوٹھایا اور نہ تیر چلایا ۔ چپ چاپ کھڑا تھا ۔ جبکہ حسین قتل کیے گئے اور اون کا سر کوفہ کو لے گئے تو مین اپنے گھر چلا آیا ۔ اوس وقت تک میری آنکھین روشن تھین ۔ شب کو مین نے خواب مین دیکھا کہ ایک شخص آیا اور کہا چلو تم کو رسول خدا نے بلایا ہے ۔ مین نے جواب دیا کہ مجھے رسول خدا سے کیا کام ہے ۔ اوس شخص نے خفا ہو کر میرا ہاتھ پکڑا اور گردنیان دیتا ہوا ایک مکان مین لے گیا جہان بہت سے لوگ جمع تھے اور جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بھی وہان تشریف رکھتے تھے ۔ سر پر عمامہ تھا ۔ آستینین چڑھی ہوئین ہاتھ مین ننگی تلوار تھی ۔ سامنے ایک چمڑا بچھا تھا اور وہ دس آدمی جو میرے ساتھ تھے سب کے سب ذبح کیے ہوئے اوس چمڑے پر پڑے تھے ۔ مین نے آنحضرت کو سلام کیا تو فرمایا ۔ "خدا تجھے سلامت نہ رکھے ۔ اے دشمن خدا ! اے ملعون ! تجھے شرم نہین آتی ۔ تو نے میری اولاد کو قتل کیا ۔ میرے خاندان کی ہتک کی ۔ میرے حقوق کی کچھ بھی رعایت نہ کی" !

مین نے عرض کیا ۔ "یا رسول اللہ ! مین نے جنگ نہین کی ہے" ۔ آپ نے فرمایا ۔ "سچ ہے ۔ لیکن تو نے اوس جماعت کی رونق تو بڑہا دی" ۔ پھر مین نے دیکھا کہ آنحضرت کے سیدہے ہاتھ کی طرف ایک طشت رکھا ہے اور اوس مین خون بھرا ہوا ہے ۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ خون حسین کا ہے ۔ پھر مجھے بیٹھنے کا حکم ہوا اور مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو دوزانو بیٹھ گیا تو ایک سلائی اوس خون مین تر کرکے میری دونون آنکھون مین پھیر دی گئی ۔ جبکہ مین اس خواب سے بیدار ہوا تو دیکھا کہ دونون آنکھین اندھی ہو گئی ہین ۔

قاسم بن اصبغ مجاشعی سے روایت کی گئی ہے کہ ایک شخص گورا اور حسین جوان تھا مگر تھوڑے دنون سے اوس کا منہ توے کی ایسا سیاہ ہو گیا تھا ۔ لوگون نے پوچھا کہ تمہارا رنگ روپ تو بہت ہی اچھا تھا پھر کیا سبب ہے کہ ایسا کالا ہو گیا ۔ اوس نے کہا ۔ ایک روز حسین کا سر مین اپنے شکار بند سے باندھکر لے گیا تھا ۔ جب سے ہر شب خواب مین دیکھتا ہون کہ دو شخص میرے دونون بازو پکڑکر دہکتی ہوئی آگ کے پاس لے جاتے ہین اور مجھے اوس مین ڈالا چاہتے ہین اور مین پیچھے ہٹ جاتا ہون ۔ مگر وہ آگ ایسی تیز ہے کہ جس کی بھاپ سے میرا منہ جل جاتا ہے" ۔

"امام احمد سے روایت کی گئی ہے کہ ایک شخص کی زبان سے یہ الفاظ نکلے تھے کہ "قتل اللہ الفاسق ابن الفاسق الحسین" ۔ غیب سے ایک ستارہ ٹوٹ کر اوسپر گر پڑا اور دونون آنکھین اندھی ہو گئین" ۔

بازری نے ابو جعفر سے روایت کی ہے کہ ملک شام مین مین نے دیکھا کہ

ایک آدمی کی صورت سُور کے جیسی ہے ۔ مین نے اسکا سبب پوچھا تو اوسنے کہا کہ مین ہر روز نماز کے بعد ہزار بار اور جمعہ کے روز چار ہزار بار اہل بیت پر لعنت کرتا تھا ۔ ایک روز جمعہ کا دن تھا اور مین اپنی عادت کے موافق چار ہزار بار اہل بیت پر لعنت بھیجکر مسجد سے اپنے گھر آیا اور دیوار سے تکیہ دیکر بیٹھ گیا تو آنکھہ جھپک گئی ۔ مین نے دیکھا کہ جنت مین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم بیٹھے ہین ۔ حسین کے ہاتھہ مین صراحی اور حسن کے ہاتھہ مین گلاس ہے ۔ جو شخص آنحضرت کے سامنے جاتا ہے اوس کو پلاتے ہین ۔ آنحضرت کی نظر مجھ پر پڑی تو حسین سے فرمایا ۔ "اے فرزند ! اوس شخص کو بھی پلاؤ جو دیوار سے تکیہ دیکر بیٹھا ہے" ۔ حسین نے منہ پھیر کر کہا ۔ "باباجان ! مین اوسکو کیسے پلاؤن ۔ وہ تو ہم پر روز ہزار بار لعنت کرتا ہے ۔ اور آج تو چار ہزار بار لعنت کی ہے" ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات پر غصہ آگیا اور مجھے لعنت کرکے فرمایا ۔ "تجھے کیا ہو گیا جو میرے گوشت اور خون کو لعنت کرتا ہے ۔ تجھ پر خدا کی لعنت ہو" ۔ اتنا کہہ کر میرے منہ پر تھوک دیا ۔ جب میری آنکھہ کھلی تو دیکھا کہ میری صورت ایسی ہو گئی ہے جیسی کہ اب تم دیکھتے ہو"

منصور بن عمار نے ابو محمد ہندلی سے روایت کی ہے کہ ایک شخص حسین کے قتل مین شریک تھا ۔ اوس کو ایسی پیاس لگی کہ ایک دم مین ایک ایک گھڑا پانی پی جاتا تھا مگر پیاس نہ بجھتی تھی یہان تک کہ اوس کا پیٹ پھٹ گیا اور مر گیا ۔"

ایسی ایسی بہت سی روایتین ہین جن مین قاتلان امام حسین پر آسمانی

آفتون کے نازل ہونے کا ذکر ہے ۔ اس مقام پر بخوف طوالت چھوڑ دی گئین ۔ اور یہ بھی خیال کیا گیا کہ حضرت امام حسین کی ذات جو فخر کائنات ہے وہ ایسی روایتون کی محتاج نہین ۔ جنکو خدا اور اوس کے رسول نے سراہا ہے اون کے لیے ایسی روایتین باعث افتخار نہین ہوسکتین ۔

امیر شام (یزید) کی بے اعتدالیان اور بداعمالیان حد سے تجاوز کر گئی تھین اوس نے علاوہ قتل امام حسین اور ہتک اہل بیت کے مدینۂ منورہ اور نیز مکۂ معظمہ پر فوج کشی کا حکم دیا ۔ واقعہ کربلا کے بعد تیسرے سال عبداللہ بن زبیر کے مقابلہ کے لیے جنہون نے مکۂ معظمہ مین اپنا عمل دخل کر لیا تھا (جیسا کہ ہم پہلے اوس کا ذکر کر چکے ہین) اور اہل مدینہ بھی اون سے رجوع ہو گئے تھے ۔ مسلم بن عقبہ کو مامور کیا ۔ اور بارہ ہزار شامی فوج اوس کی ماتحتی مین دی گئی ۔ یہ فوج ماہ ذیحجہ ۶۳ھ ہجری مین مدینہ پہونچی ۔ مسلم بن عقبہ نے پہلے مدینۂ منورہ پر دھاوا کیا ۔ اس لڑائی مین علاوہ اور لوگون کے سات سو اصحاب رسول مقبول قتل ہوئے ۔ ان مین مہاجر و انصار سب ہی تھے ۔ تین روز تک مدینۂ منورہ مین ایک قیامت برپا رہی ۔ سپاہیون نے اہل مدینہ کے مال و اسباب کو خاطر خواہ لوٹا ۔ یہان تک کہ ام سلمہ (ام المومنین) کا گھر بھی لوٹا گیا ۔ اور مسجد نبوی مین گھوڑے باندھے گئے ۔ جس کے باعث اوس مسجد مین جو سب سے اول ابتدائے اسلام مین بنی تھی اور جس کی تعمیر خود جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی تین روز تک اذان و صلوۃ نہین ہوئی ۔ اور وہ مقام مطہر جس کی تعظیم بلحاظ عبادت گاہ ہونے کے تمام مسلمانون پر فرض تھی

گھوڑون کے آخور سے ناپاک رہا ۔ ان مسلمانون کو ذرا بھی خیال اس بات کا نہ آیا کہ خود مدینہ مین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکن تھا ۔ اونہین کی ذات سے یہ شہر نامور ہوا ہے ۔ اور اب روضہ مطہرہ بھی وہان موجود ہے اور متعلقان آنحضرت وہان رہتے ہین ۔ ایسے متبرک مقام پر ایسے مقدس لوگون کے ساتھ بے ادبی کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسقدر ناگوار ہوگا اور اسلام کے دامن پر کتنا بڑا دھبہ لگیگا ۔

جب اس کام سے فراغت حاصل ہوئی تو وہ فوج مکہ معظمہ پر جھکی ۔ اثنائے راہ مین مسلم بن عقبہ کی اجل آئی اور وہ مرگیا تو اوس کا قائم مقام حصین بن نمیر ہوا ۔ وہان عبداللہ بن زبیر سے ایک سخت لڑائی ہوئی ۔ اور منجنیق کے ذریعہ سے کعبۃ اللہ مین بڑے بڑے پتھر پھینکے گئے ۔ جس سے خانہ خدا کو بڑا صدمہ پہونچا ۔ اور ستون ٹوٹ گئے ۔ ابن زبیر نے دیکھا کہ خانہ کعبہ کی بے حرمتی ہوگئی تو وہ بیت اللہ سے باہر نکل گئے تاکہ اوس مقام متبرک مین خونریزی نہو ۔ شامی سپاہی موقع پاکر حرم مین گھس گئے ۔ لباس کعبہ جلا دیا گیا ۔ اور اوس مکان مقدس کی لکڑیان توڑ توڑ کر کھانا پکایا گیا ۔

یہ حادثہ تیسری ربیع الاول ۶۴ھ ہجری مین ہوا ۔ ابن زبیر حرم کے باہر اون کے مقابلہ پر موجود تھے ۔ مدینہ والے پناہ گزین اور ملک حجاز کے لوگ اون کے شریک تھے ۔ ہر روز جنگ ہوتی تھی ۔ سیکڑون آدمی قتل ہوتے تھے مگر کسی کو کسی پر فتح نہوتی تھی یہان تک کہ امیر شام (یزید) کی مرنیکی خبر آگئی ۔ تب کہین شامی فوج نے ابن زبیر کا پیچھا چھوڑا ۔

امیر شام (یزید) کو نقرس کی بیماری تھی ۔ اور وہ اوسی بیماری سے چودھوین ۱۴
ربیع الاول ۶۴ھ ہجری کو اس دنیا سے انتقال کر گیا ۔ بعض کہتے ہین کہ وہ شکارگاہ
مین جل کر مر گیا ۔ اوس کی عمر اڑتیس سال کی تھی ۔ اوس کی حکومت ساڑھے
تین برس رہی ۔ اس قلیل مدت مین اوس نے اتنے بڑے بڑے کام کیے
اوسکے بعد اوس کا بیٹا معاویہ اوس کا جانشین ہوا ۔ مگر قضا نے بالکل
اوس کی مہلت نہ دی ۔ تین مہینے کے اندر ہی اوس نے اپنی جگہ خالی کر دی ۔
ایک روز سب لوگون کو جامع مسجد مین حاضر ہونے کا حکم دیا اور منبر پر چڑھکر
کہا ۔ "شکر ہے خدا کا کہ مین نے تم لوگون پر بہت کم حکومت کی ۔ اور جسقدر
کی مجلس شوریٰ کی رائے کے موافق کی ۔ چونکہ خلافت ایک امر عظیم ہے ۔
ہر شخص اس منصب کے لائق نہین ہوتا ۔ یہ منصب خلفائے با صدق و صفا کا
ہے ۔ میرا دادا معاویہ بن ابی سفیان ناحق پر علی مرتضیٰ سے لڑا ۔ کیونکہ
وہ ہر صورت سے لائق اور سزاوار خلافت کے تھے ۔ بعد اوس کے میرا
باپ (یزید) جو کسی طرح کی اہلیت اور حقیت نہین رکھتا تھا مسند خلافت پر
بیٹھا ۔ اور اپنی حکومت کے استحکام اور بقا کے لیے فرزند رسول الثقلین
حسین کو قتل کیا ۔ اور اہل بیت رسالت کو اذیت پہونچائی ۔ آخر کو
جوان مرا ۔ اور بطمع دنیا اپنی عاقبت خراب کی ۔ جو شخص اہل بیت رسول
کو قتل کرے اور اذیت پہونچائے اور مدینہ منورہ کو لوٹے اور خانہ کعبہ کی
بے حرمتی کرے اوس کا ٹھکانا جہنم ہے ۔ میرے سامنے اس سلطنت کی
کچھ حقیقت نہین ہے ۔ مین اس کو ہرگز قبول نہین کر سکتا ۔ تم لوگ مختار ہو

جس کو پسند کرو اپنا حاکم بنا لو"

اتنا کہہ کر منبر سے اوترا اور گھر مین جاکر زہر کھا لیا۔ جس وقت وہ مرا ہے اکیس سال کی عمر تھی۔

امیر شام (یزید) کے اخلاق و اطوار سے لوگ سخت متنفر تھے۔ اوس کی میخواری اور زناکاری اور دوسرے اون افعال سے جو خلاف شریعت تھے مسلمانون کے دل سے اوس کو گرا دیا تھا۔ سب اوس کی جان کے دشمن اور اوس کی موت کے خواہان تھے۔ اس مین سب سے اول نمبر کوفیون کا تھا۔ بمجرد وقوع واقعہ کربلا کے خدا نے اون کی آنکھین دی تھین اون کو اپنی بیوفائی اور دغابازی صاف نظر آنے لگی۔ اون کی ندامت نے اون کو اس بات پر آمادہ کر دیا کہ حضرت کے خون کا بدلا شامیون سے لیا جائے اور اس کام کی سرانجام دہی کے لیے خفیہ طور پر سازشین بھی کرنے لگے۔ مگر اوس وقت اون کا منصوبہ پورا نہو سکا تین سال کے بعد ۶۴ھ ہجری مین جبکہ امیر شام (یزید) اور اوس کا بیٹا معاویہ دونون اجل کے منہ مین دفعتاً چلے گئے اور گورنمنٹ کی حالت بدل گئی تو بہت سے لوگ سلیمان بن صرد الخزاعی وغیرہ کی طرف جو بہت معزز اور اکابر کوفہ خیال کیے جاتے تھے رجوع ہوئے۔ اور اپنی خواہش کو پورا کرنے کی غرض سے اون سے التجا کی۔ سلیمان نے ایک روز مقرر کر کے اپنے مکان پر تمامی ہوا خواہان اہلبیت کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ اور اس امر کی مشورت کرنے کے کمیٹی کی۔ جس کے ارکان سلیمان۔ مسیب بن نجبۃ الفزاری۔ عبداللہ بن سعد ازدی۔

عبد اللہ بن وال التیمی ۔ رفاعہ بن شداد تھے ۔ پھر سعید بن نجبہ نے
حاضرین جلسہ کی طرف خطاب کرکے کہا ۔ "اے لوگو! سابق ہی ہمین نے
اسی مکان مین ایک جلسہ کیا تھا جس مین حضرت امام حسین کو مکہ سے کوفہ بلانیکی
تجویز ہوئی تھی ۔ اوس کا نتیجہ جو کچھ نکلا وہ صرف ہماری کم ہمتی اور بیوفائی کا
تھا ۔ خدا نے ہم کو جو درازی عمر عطا کی ہے وہ شاید اس لیئے عطا کی ہے کہ
ہم انواع مصیبت مین گرفتار ہو جائین ۔ ہم کو خدا سے التجا کرنی چاہیے کہ وہ
ہم کو اون لوگون مین نکرے جو آج کا کام کل پر اوٹھا رکھتے ہین ۔ جناب
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "اکثر میری امت کی عمر
ساٹھ اور ستر برس کے درمیان ہے" ۔ اب تمہین کہو کہ ہم مین کوئی
ایسا بھی ہے جو اس حد کو نہ پہونچا ہو ۔ ہم لوگ بہت اچھے تھے ۔ ہمارا
دل بہت پاک و صاف تھا ۔ مگر افسوس ہے کہ ہم نے اوس کو خراب کر دیا
ہم خدا کے پاس دغا باز بے ایمان ٹھیرے ۔ ہماری کوئی بات سچی نہین
نکلی ۔ ہم نے اپنے پیغمبر کے نواسے کے ساتھ وہ بدسلوکی کی ہے جس کا
اظہار کرنے کو کوئی لفظ نہین ملتا ۔ ہمین نے اون کی طلب مین خطوط
لکھے ۔ قاصد روانہ کیے ۔ بڑی مضبوطی اور شدید قسم و عہد کے ساتھ
اون کی یاری و مددگاری کا اقرار ۔ اور اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کیا گیا ۔
جب وہ ہم پر بھروسا کرکے آئے تو ہم سے کچھ بھی نہو سکا ۔ یہان تک کہ
وہ ہماری آنکھون کے سامنے قتل کیے گئے ۔ نہین نہین! بلکہ ہمین نے
اونکی جان لی ۔ نہ ہم نے اپنی ذات سے کچھ مدد کی ۔ نہ ہم نے اپنی زبان سے

کچھ سفارش کی ۔ نہ ہم نے اون کے لیے کچھ پیسا اوٹھایا ۔ نہ ہم نے اونکی کمک پر کسی کو بلایا ۔ ہم نے اپنے عہد و پیمان کو ایسا بھلا دیا جیسے وطن مین سفر کو یا خواب مین گھر کو بھولتے ہین ۔ (نعرہ لاریب) پھر ہم کو خدا کے نزدیک کونسا عذر پیش کرنا ہے اور پیغمبر کے سامنے کیا منہ لیکر جانا ہے ۔ وہ دو دانستہ ہمارے ہاتھون مین اوس کے حبیب کا فرزند قتل ہوگیا ۔ اوس کا گھر لوٹا گیا ۔ اوس کی حرم بے پردہ ہوگئی ۔ (سب لوگ رو رہے اور آہ و فغان کرتے ہین) خدا کی قسم ہے ! ہم کو بجز اس کے اور کوئی عذر نہین ہے کہ ہم اوس کے قاتلون کو چن چن کر قتل کر ڈالین یا اس کام کے پورا کرنے مین ہم خود قتل ہو جائین ۔ (نعرہ آمین) اس تجویز سے شاید ہمارا خدا ہم سے راضی ہو جائے ۔ بغیر اسکے اور کوئی ذریعہ ہم کو عذاب سے نجات پانے کا نہین ہے ۔ اب ہم کو ضرور ہے کہ کسی کو اپنا افسر بنا کر اوس کی رائے کے موافق عمل کرین ۔ کیونکہ بغیر افسر کے کوئی کام انجام کو نہین پہونچتا ۔"

مسیب بن نجبہ نے اپنی تقریر ختم کی تو رفاعہ بن شداد نے اوٹھکر کہا ۔ شکر ہے اوس منتقم حقیقی کا جس نے آپ صاحبون کے دل مین یہ بات ڈالی ۔ مسیب بن نجبہ نے بہت عمدہ تمہید کے ساتھ نفس مطلب کو ادا کیا ۔ ہمارے ایسے بڑے بھاری گناہ کی توبہ بجز اون ظالمون سے جہاد کرنے کے نہین قبول ہو سکتی جنہون نے ہمارے پیغمبر کے لخت جگر کو قتل کیا ہے ۔ اور اوس کے سرانجام کے لیے مسیب نے کسی کو اپنا افسر بنانے کی جو رائے دی ہے وہ بہت صائب ہے ۔ مین دیکھتا ہون کہ ہمارے گروہ مین ایک تو خود مسیب بن نجبہ

اس کام کے لائق ہے ۔ وہ ہمارا سچا دوست اور ناصح مشفق اور ہر دل عزیز ہے۔ اور دوسرا یہ ہمارا شیخ صحابی رسول مختار اور پرانا تجربہ کار ۔ عقیدت مین یکتا ۔ ارادت مین یکتا ۔ سلیمان بن صرد ہے ۔ اب تم کو اختیار ہے ان دونون مین سے جس کو چاہو اپنا افسر بنا لو ۔ یہ بات بہت صحیح ہے کہ بغیر افسر کے کام نہین چل سکتا "۔

عبداللہ بن سعد نے کہا ۔ "سبحان اللہ ! رفاعہ بن شداد نے بہت خوب کہا ۔ یہی دو صاحب افسری کے لائق ہین ۔ مجھے اوس کی رائے سے اتفاق ہے "۔

اس کے بعد سلیمان بن صرد نے کہا ۔ "المنۃ للہ ! کہ آپ لوگون کے دل مین یہ خیال پیدا ہوا ۔ مجھے خوف ہے کہ ایسے بُرے زمانہ مین جس مین ہماری عاقبت خراب ہو گئی اور جس مین بڑے بڑے فساد واقع ہوئے ۔ اور جس مین سراسر ظلم اور بے ایمانی بھری ہے ۔ مین تم سب محبان اہلبیت سے کیونکر افضل ہو سکتا ہون ۔ مین نہین سمجھ سکتا کہ کل کے روز ہمارے سر اہل بیت رسول کے قدمون پر کس طرح جھکینگے ۔ ہم اون سے کس طرح شفاعت کے خواستگار ہونگے ۔ اوس روز ہمارا عجز و نیاز کیا کام دیگا ۔ جبکہ ہمارے پیغمبر کا فرزند ۔ ہمارے پیغمبر کا جانشین ۔ اوس کے لہو اور گوشت کا ٹکڑا ۔ ہم مین ذبح ہو گیا ۔ اس کے اہل بیت پر چھون کا نشانہ بنگئے ۔ اور اوس کا سر سولی پر چڑھایا گیا ۔ ہم کو متنبہ ہو جانا چاہیئے کہ خدا ہم سے بہت ناخوش ہے ۔ جب تک خدا ہم سے راضی نہو دنیا کا

عیش و آرام چھوڑ دینا فرض ہے ۔ خدا کی قسم ! مین خیال کرتا ہون کہ خدا ہم سے کبھی راضی نہوگا تاوقتیکہ اوس کے قتل کا معاوضہ نکرین ۔ اگر ہم ایسا نکرین تو کیا ہم کو ملک الموت بھول جائیگا ؟ کیا کوئی ایسا بھی ہے جس کو موت سے سابقہ نہین پڑا ہے ؟ اور وہ پیوند زمین نہین ہوا ہے ؟ اب ہم کو لازم ہے کہ قوم بنی اسرائیل کے مانند قتل ہو جائین جس کی خبر خدا نے اپنے کلام پاک مین دی ہے کہ "اذ قال موسیٰ لقومہ یا قوم انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل فتوبوا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم ذلکم خیر لکم عند بارئکم" جبکہ موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ تم نے اپنی ذات پر ظلم کیا جو گوسالہ کو پوجا ۔ اب تم خدا کی بارگاہ مین توبہ کرو ۔ اور آپ اپنے کو قتل کر ڈالو ۔ یہی بات تمہارے لیے خدا کے نزدیک بہتر ہے" ۔ اور گھوڑون پر چڑھکر باگین ڈھیلی کردین ۔ ایسے بڑے گناہ کا بدلا بجز قتل ہو جانے کے اور کچھ نہین ہے ۔

فرعون کے غرقاب ہونے کے بعد جبکہ بنی اسرائیل مصر کے بادشاہ بن گئے تو اونہون نے موسیٰ علیہ السلام سے یہ درخواست کی کہ ہماری ہدایت اور عملدرآمد کے لیے ایک آسمانی کتاب ہونی چاہیے ۔ اوس وقت موسیٰ بموجب حکم باری کتاب لانے کے لیے کوہ طور پر گئے ۔ اور اپنے بھائی ہارون کو قوم کی نگہداشت تفویض کی تو موسیٰ کی غیبت مین بنی اسرائیل کو بت پرستی کا شوق پیدا ہوا ۔ اونہون نے سامری نامی ایک سونار سے ایک گوسالہ کی مورت سونیکی بنوائی سامری نے اوس گوسالہ مین یہ صنعت کی تھی کہ وہ حرکت کرتا اور آواز دیتا تھا ۔

بنی اسرائیل بڑی خوشی سے اوس کی پوجا کرنے لگے ۔ ہارون کی ممانعت بالائے طاق رکھی رہی ۔ جب موسیٰ کتاب توراۃ لیکر واپس آئے اور قوم کو بت پرستی کی حالت مین پایا تو ہارون کو سخت ملامت کی کہ چندروز کے لیے بھی قوم کو برائی سے بچا نہ سکا ۔ پھر قوم کی طرف متوجہ ہوکر کہا کہ تمہاری تقصیر کا معاوضہ یہی ہے کہ تم قتل ہو جاو ۔ چونکہ موسیٰ کا رعب قوم پر چھایا ہوا تھا چارناچار وہ قتل ہونے پر راضی ہوگئے ۔ موسیٰ نے اون کو آبادی کے باہر لے جاکر ایک میدان مین بٹھادیا ۔ جب وہ بیٹھے تو اون کی چھ صفین کردی گئین ۔ ہر ایک صف مین پچاس پچاس ہزار آدمی تھے ۔ اس حساب سے اون کا شمار تین لاکھ کا ہوا ۔ موسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا کہ دوسری صف کے لوگ اوٹھکر پہلی صف والون کو قتل کرین جب وہ سب قتل ہوچکین تو دوسری صف کو تیسری صف والے اسی طرح سب قتل کیے جائین ۔ اوس وقت وہ میدان قیامت کا نمونہ ہوگیا تھا ۔ بنی اسرائیل قتل ہوتے چلے جاتے تھے اور موسیٰ برہنہ سر دونون ہاتھ اوٹھا کر بارگاہ بے نیاز مین التجا کرتے تھے کہ "خداوندا ! ان لوگون نے اپنی ذات پر ایسا ظلم کیا ہے جو کسی طرح قابل عفو نہین ہے لیکن تو غفور اور رحیم ہے ۔ تیرا رحم ان کے گناہ سے بھی زیادہ ہے ۔ اب تو ان کی خطا معاف کردے ۔ یہ لوگ تیرے حکم پر بڑے سخت امتحان مین پورے اوترے ہین ان کی توبہ تو ہی قبول کرنے والا ہے" ۔ جب دو صفین کٹ چکین تو تیسری صف کی نوبت آئی اور اوس مین بھی آدھی صف کٹ چکی تو اوس وقت توبہ کا دروازہ کھلا اور باقی ماندہ کی جان بچی ۔

جب وہ لوگ تمہارے مقابلہ پر آئین اون کو تلوار و سنان سے جواب دو جتنی قوت تم مین ہے اوس مین سے کچھ بچا کر نہ رکھو ۔ اور جتنا سرمایہ نقد و جنس کی قسم سے ہے اس کام مین لگا دو ۔"

اس جلسہ مین خالد بن سعد بول اوٹھا "قسم ہے خدا کی ۔ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ مین اپنے گناہ سے نجات پاونگا اور جان دیدینے پر خدا مجھ سے راضی ہو جائیگا تو مین بے شک اپنی جان دیدونگا ۔ مین حاضرین جلسہ کے روبرو اقرار کرتا ہون کہ جو کچھ میری ملک مین ہے سوائے ہتیار کے جس سے مین اپنے دشمنون کے ساتھ جنگ کرونگا وہ سب مسلمانون پر صدقہ ہے ۔ مین اون کو فاسقون سے لڑنیکے لیے اوس مال سے قوت پہونچاونگا ۔"

ابو المعتمر بن حبس نے بھی ایسا ہی کہا ۔ اس کے جواب مین سلیمان نے کہا ۔ "بس ہے تم لوگ جو کچھ اس کام کے لیے دینا چاہو وہ عبد اللہ بن وال کے پاس جمع کردو ۔ اوس مین ہم سامان جنگ درست کرلینگے" ۔ اس تجویز سے سب نے اتفاق کیا اور بحسب رضامندی اہل مجلس سلیمان بن صرد الخزاعی افسر مقرر کیے گئے ۔ جلسہ برخاست ہوا ۔ اس کے بعد اطراف و جوانب کی باشندگان ملک کو اس تجویز کی اطلاع دی گئی ۔ اسپر بہت سے لوگ ان کی شراکت دینے پر آمادہ ہو گئے ۔ اور سعد بن حذیفہ والی مداین نے بھی شرکت کا وعدہ کیا ۔

ذکر خروج توابین

شروع سال ۶۵ھ ہجری مین سلیمان بن صرد الخزاعی نے اپنی جماعت کو لیکر کوفہ سے

کوچ کیا اور مقام (نخیلہ) کو اپنی فرودگاہ قرار دیا ۔ اوس وقت اون کے ساتھ بیس ہزار سے زیادہ لوگ تھے ۔ ان لوگون نے اپنا نام "توابین" رکھا اور سلیمان کو "امیر التوابین" کے لقب سے نامزد کیا ۔

موضع نخیلہ مین چند روز قیام کرنے کے بعد لشکر کا داخلہ دیکھا گیا تو چار ہزار سے زیادہ نہ نکلا ۔ لیکن توابین کے جوش نے اس کمی لشکر کی کچھ پروا نہ کی ۔ وہ مستقل ارادہ سے شام کی طرف روانہ ہوئے ۔ شامیون کو ان کے آنے کی خبر یا ارادہ قصاص حضرت امام حسین معلوم ہوئی تو گھبرا کر اونہون نے عبید اللہ بن زیاد سے کمک کی درخواست کی ۔ اوس نے ایک معتد بہ فوج بسرکردگی شرحبیل بن ذی الکلاع ان کے مقابلہ پر بھیجدی ۔ یہ دونون لشکر (عین وردہ) کے قریب مل گئے ۔ توابین نے [illegible] کی اور عین وردہ کے [illegible] ج

[illegible] بن نجبہ کی ہمراہی مین فوج مخالف پر جا پڑے اور بہت سے شامیون کو کاٹ کر پھینکدیا ۔ اوس وقت شامیون سے بجز بھاگنے کے کچھ نہ بن پڑا مگر توابین کی تلوار نے اون کو بھاگنے نہین دیا ۔ نہ پانون زمین پر ٹھیرتا تھا اور نہ سر بدن پر ۔ حاصل کلام جو کچھ توابین کی نظر سے بچے جان بچا کر نکل گئے ۔

جب ابن زیاد کو اس ہزیمت کی خبر پہونچی تو اوس نے اور بارہ ہزار کی فوج حصین بن نمیر کے ساتھ کرکے بھیجدی ۔ حصین بن نمیر نے آتے ہی سلیمان کو کہلا بھیجا کہ لڑنے مین کیا فائدہ ہے ۔ مروان اس وقت خلیفہ ہے اوس کی اطاعت قبول کرلو ۔ سلیمان نے جواب دیا کہ ہم کو کسی کا ملک لینے کی خواہش نہین ہے ۔ ہم صرف حسین کے خون کا

بدلا لینے والے ہین ۔ اگر تم عبید اللہ بن زیاد کو ہمارے حوالہ کردو تو ہم اوس کو اوسکے گناہ کے بدلہ مین جو اوس سے سرزد ہوا ہے قتل کرکے اپنا دل ٹھنڈا کر لینگے ۔ نہین تو آو ! یہی تلوار اور یہی میدان ہے ۔ حصین ابن نمیر کی خاطر مین یہ بات نہ آئی اور جنگ پر کمر باندھی ۔ صبح سے شام تک طرفین مین تلوار چلتی تھی ۔ کسی کو دم لینے کی فرصت نہ ملتی تھی ۔ آخر کو شامیون کے پانون اوکھڑ گئے ۔ اور وہ بھاگ نکلے ۔ توابین خدا کا شکر کرکے اپنی چھاونی مین آگئے ۔ دوسرے روز شرحبیل دس ہزار کی فوج لیکر شامیون کی مدد پر پہونچا ۔ اوس روز بھی توابین ایسا لڑے کہ اوس وقت کی موجودہ خلقت کبھی ایسی لڑائی نہ دیکھی تھی ۔ تمام میدان جنگ لالہ زار بن گیا تھا اور مردے ایک پر ایک پڑے تھے ۔ صبح سے شام تک تلوار کی جھنکار تھی اور بس ۔ اس روز دونون فریق برابر رہے ۔ تیسرے روز ادہم بن محرز نے شامیون کی مدد کو دس ہزار سوار لیکر آیا ۔ توابین کی مدد بجز خدا کے کون کرنے والا تھا ۔ دو روز کی جنگ مین ان کے بھی بہت سے لوگ قتل ہو چکے تھے ۔ تھوڑے باقی رہگئے تھے ۔ مگر ان کی ہمت اور جرأت ہرگز اس بات کی مقتضی نہوئی کہ دشمن سے صلح کرین ۔ اس روز بھی دوپہر تک برابر کا مقابلہ رہا ۔ باوجود سپاہیونکی کمی کے شامیون کا دھوان اوڑا دیا ۔ اور اپنے ثبات و استقلال کا میدان جنگ مین ڈنکا بجا دیا ۔ حصین بن نمیر کو توابین کی بے جگری اور سرفروشی سے یقین ہو گیا کہ یہ لوگ موت کے آرزومند ہین ان کو بجز مارنے اور مرنے کے دوسرا کوئی خیال نہین ہے ۔ ہرچند یہ لوگ تھوڑے رہ گئے ہین مگر بہتون کی جان لینے والے ہین ۔ ایسی صورت مین بہتر یہ ہوگا کہ اپنی تمام فوج کا ان پر حلقہ کیا جائے

اور چارون طرف سے تیرون کا مینہہ برسایا جائے ۔ جب لڑائی کا نقشہ یون بندہا تو سلیمان نے اپنے لوگون سے کہا ۔ دیکھو یارو! تم نے خدا سے جو عہد کیا ہے اوس کو پورا کرو ۔ اگر تم کو اپنی نجات کی آرزو ہے تو اس فوج کو مار کر ہٹا دو اور بہشت مین جانے کا راستہ کر لو ۔ توابین اس بات کے سننے سے اور بھی زیادہ دلیر ہو گئے اور ایک بڑا ہی سخت حملہ کر کے دشمنون کے دل مین گھس گئے ۔ اوس وقت ان کی تلوار سے شامیون کے سر یون اوڑتے تھے جیسے چوگان سے گیند ۔ اس ہنگامہ مین ایک تیر آنکر سلیمان بن صرد کی پیشانی مین لگا جس کے باعث وہ جان بحق تسلیم ہوئے ۔ انکے بعد مسیب بن نجبہ علم لیکر آگے ہوئے اور خوب دل کھول کر لڑے ۔ یہانتک کہ وہ بھی مارے گئے ۔ انکے بعد عبداللہ بن سعد نے علم اوٹھایا ۔ اونہون نے بھی اپنے دو افسرونکے مارے جانیکے جنگ کی سرگرمی مین کسی طرح کی افسردگی کو آنے نہین دیا ۔ آخر اونہون نے بھی لڑتے لڑتے اپنی جان دیدی ۔ انکے بعد عبداللہ بن وال نے علم لیا ۔ وہ اپنے باقیماندہ لوگون سے کہتے تھے کہ "خبردار! ہمت نہ ہارو! یہ حسین کا قصاص ہے کہین بھولنا نہین ۔ تمہارے لیے توبہ کا دروازہ کھل گیا ہے اوسکو بند ہونے نہ دو ۔ اسی راستہ مین تمہاری نجات ہے" انکی باتون پر توابین کا جوش تازہ ہو جاتا تھا اور وہ جان توڑ کر لڑتے تھے ۔ اب شام ہونیکو آئی سپاہ شام کے پانون اوکھڑنے لگے ۔ یا تو وہ لوگ انکو گھیرے ہوئے تھے یا اب پیچھے ہٹنے لگے ۔ اس عرصہ مین عبداللہ بن وال کا بھی خاتمہ ہو گیا ۔ انکے بعد رفاعہ بن شداد علم لیکر آگے بڑھے اور لڑائی کا ٹھاٹھہ بدستور بندھا رہا ۔ آخر افسرونکے قتل ہونے پر توابین کا دل ہیٹا نہونے پایا ۔ یہانتک کہ رات آگئی

اور اندھیرا چھا گیا ۔ اوس وقت جنگ سے ہاتھ رُکا ۔ اور دونون فریق اپنے اپنے
کیمپ مین آ گئے ۔ اس روز کی جنگ ایسی ہوئی تھی کہ آیندہ کسی کو پھر جنگ کرنے کا
ارمان باقی نہ رہا ۔ صبح کو دونون فریق (کوفی اور شامی) اپنے اپنے گھرون کو چلے
گئے ۔ نہ انہون نے انکو روکا نہ اونہون نے ان کا پیچھا کیا ۔ گویا برابر کی
جنگ ہوئی ۔ مگر آفرین ہے توابین کو کہ بغیر مدد کے اتنی بڑی فوج کا دل بھا دیا
اگر انکو شامیون کی جیسی مدد ملتی تو معلوم نہین کہ کیا کچھ کر گذرتے ۔

ذکر خروج مختار بن عبید ثقفی

یہ مختار وہ شخص ہے کہ جب مسلم بن عقیل کوفہ کو آئے تھے تو پہلے اسی کے گھر مین اوترے
تھے ۔ اور اس نے اون کی بہت خاطر و مدارات کی تھی ۔ اسی باعث وہ ابن زیاد
کا مورد عتاب ہوا تھا ۔ اور ابن زیاد کی زیادتیون سے تنگ ہو کر مکہ چلا گیا تھا اور
وہان عبداللہ بن زبیر کی نوکری کر لی تھی ۔ چند روز کے بعد وہ نوکری چھوڑ کر
مدینہ مین آ کر رہ گیا تھا ۔ جب کوفیون کی سرگرمی حضرت امام حسین کا قصاص
لینے کے بارہ مین زبان زد عام ہو گئی تو اوس کو بھی حرارت پیدا ہوئی ۔ اور
اس نے کوفہ کو آ کر اپنے آپکو محمد بن حنفیہ کا نائب مشہور کیا ۔ اور لوگون سے اون کی بیعت
لینے لگا ۔ کوفہ کے لوگ تو ایسے موقع کے منتظر بیٹھے ہی تھے تھوڑے سے عرصہ مین
بہت لوگ اوس کے زیر فرمان ہو گئے ۔ اوس وقت کوفہ مین ابن زبیر کی طرف سے
عبداللہ بن مطیع نائب تھا ۔ وہ مختار کا زور و شور دیکھ کر ڈر سے مقابلہ اور مقاتلہ ہوا ۔
کوفہ کے میا[illegible] دونون کی خوب جھڑپ [illegible] نے ابن مطیع کی فوج کو شکست

دی اور ابن مطیع بھاگ کر بصرہ چلا گیا۔ اب مختار کوفہ مین حاکم مستقل ہوگیا۔ اور اپنے زور بازو سے موصل۔ آرمینیہ۔ آذربائیجان اور حلوان پر بھی قبضہ کرلیا۔ اس اثناء مین مروان نے انتقال کیا اور اوس کا فرزند عبدالملک سریر آرائے سلطنت ہوا اوس نے مختار کی تنبیہ کے لیے ابن زیاد کو مامور کیا۔ ابن زیاد ایک لاکھ کی فوج لیکر مقام (نصیبین) پر پہونچا۔ اور وہان سے بیس ہزار سوار بطور طلیعہ موصل کی طرف روانہ کیا۔ موصل کا نائب عبدالرحمن بن سعید جو مختار کی جانب سے تھا (تکریت) کی طرف نکل گیا اور مختار کو صورت حال کی اطلاع دی تو اوس نے یزید بن انس کے ساتھ تین ہزار سپاہی کرکے شامیون کے مقابلہ پر بھیجا۔ جب یہ سپاہی تکریت مین پہونچے تو عبدالرحمن بھی ایک ہزار سپاہی لیکر اون کے ساتھ ہوگیا۔ یزید بن انس نے یہ تمام فوج لیکر موصل کے قریب دس میل پر مقام کیا۔ ابن زیاد نے کوفیون کا بڑھتا ہوا حوصلہ گھٹانے کے لیے اور تین ہزار سوار ربیعہ بن مخارق کی افسری مین دیکر ابن انس کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ دونون طرف کی فوجین نوین تاریخ ماہ ذیحجہ ۶۶ھ ہجری عرفہ کے روز آپس مین بھڑ گئین۔ اوس وقت کوفیون کو شامیون سے بدلا لینے کا اچھا موقع ملا۔ مختار کے جیسے زبردست حاکم کی حمایت نے اون کے حوصلہ کو اور بڑھا دیا۔ اگرچہ شامی فوج کے مقابلہ مین یہ لوگ پانچوین حصہ سے بھی کم تھے مگر یہ اوس پر ایسے برس پڑے جیسے ساون کی جھڑی برستی ہے۔ انکی تلوار اوس کالی گھٹا مین بجلی سی چمکتی تھی اور خون کے نالے بہ رہے تھے۔ بھلا ایسے مقابلہ کی کون تاب لاسکتا تھا۔ اسپ کے ہوش اوڑ گئے۔ اور ہوش کے ساتھ وہ خود بھی اوڑ گئے۔ کوفیون نے اون کے افسر ربیعہ کو پکڑ کر قتل کرڈالا۔ اوسی روز اور تین ہزار فوج

عبد اللہ بن حملہ کی افسری مین شامیون کی مدد پر پہونچ گئی ۔ یہ فوج کیا آئی گویا شامیون کے تن مین جان آئی ۔

دوسرے روز عید الضحی تھی کل کے بھاگے ہوئے اور نئے آئے ہوئے شامی دونون نے ملکر میدان جنگ مین پڑاجمایا ۔ اور مختار کی کوفی فوج بھی اون کے مقابلہ پر تل گئی ۔ دونون فریق نے اوس روز عید کی قربانی کا خوب مزا اوٹایا ۔ دونون طرف کے آدمی بکرون کے عوض قتل ہو ہو کر زمین پر گرتے تھے اور نیم بسمل تڑپتے تھے ۔ ایسی قربانی اون کو کبھی کیون نصیب ہونے لگی ؟

اب ہم کوفیون کو مبارکباد دیتے ہین کہ انھون نے اچھی عید منائی شامیونکو اوس روز شکست فاش دیکر اپنی فتح کا نقارہ بجا دیا ۔ اور تین سو شامیونکو قید کرکے اپنے افسر یزید بن انس کے روبرو لا کھڑا کر دیا ۔ اسی کو تائید غیبی کہتے ہین ۔ یزید بن انس گو اوس وقت سخت بیمار تھا مگر مرتے دم اوس کو یہ بڑی خوشی نصیب ہوئی کہ اوس نے اون سب شامی قیدیون کے قتل کا حکم دیا ۔ بعد انتقال یزید بن انس کے کوفیون نے مختار سے کسی افسر کے مقرر ہونے کی درخواست کی تو اوس نے ابراہیم بن مالک اشتر کو سات ہزار فوج دیکر روانہ کیا ۔ ابراہیم کوفہ سے کوچ کرکے موصل کے قریب دس میل پر اوس جگہ پہونچا جہان ایک پہاڑ کے دامن مین اوس طرف ابن زیاد کے لشکر کی چھاونی پڑی تھی اور اپنی فوج کو پہاڑ کے اس طرف اوتار دیا ۔ یعنے دونون لشکر کے بیچ مین پہاڑ حائل تھا ۔ ان کے ساتھ والے [illegible] گئے مگر [illegible] طبیعت بے چین رہی اور [illegible] اوس کے خیالات کا حاصل

یہ تھا کہ جتنے لوگ بانی قتل حسین تھے اون سب کا سرغنہ عبید اللہ بن زیاد ہے اسی
اوس کا اور میرا مقابلہ ہونے والا ہے۔ اگر مین نے اوس کو مار لیا تو گویا حسین کے قتل کا
پورا معاوضہ ہو گیا۔ لیکن افسوس ہے کہ دو باتین مجھے مایوس کیے دیتی ہین ایک تو
اوس ظالم کے پاس فوج بہت ہے۔ وہ میرے قابو مین کس طرح آئیگا دوسری
یہ کہ مین اوس ظالم کو پہچانتا نہین۔ مین کبھی اوس کی صورت دیکھی نہین۔ اگر کسی سے
دریافت کرون تو اس انبوہ کثیر مین اوس کا پتا کیسے لگیگا؟ وہ کچھ اپنی ذات سے
مقابلہ کرنے کو سامنے تو آئیگا ہی نہین صرف اپنے ماتحت افسرون کو حکم دیدیا
ہے۔ پھر اوس کی صورت ایسی صورت مین مجھے کیونکر نظر آئیگی؟ مین جانتا
ہون کہ اگر اب وہ میرے ہاتھ سے بچ گیا تو پھر کسی کے ہاتھ نہ آئیگا۔ خدا اگر
میرا اور اوس کا سامنا ہو جائے تو مین اوس کو مار کر پھینکدون۔ گو مجھے معلوم
نہو کہ وہ کون ہے"۔

جب صبح ہوئی تو ابراہیم نے اول وقت نماز صبح سے فارغ ہو کر اپنے لشکر
کو ترتیب دی۔ اور اون کو بہت کچھ پند و نصیحت کرکے حکم دیا کہ ایک ایک کا کم
جدا ہو کر ایک پیچھے ایک اس پہاڑ پر (اونگلی سے اشارہ کرکے جس کے دامن
مین شامی فوج اوتری تھی) چڑھ جاو۔ دیکھو تو خدا کیا کرتا ہے۔

بموجب ایما ابراہیم کے کوفی اوس پہاڑ پر چڑھ گئے تو اون کو دیکھتے ہی
شامیون کے چہرے فق ہو گئے۔ کیونکہ اول تو اون کو کوفیون کے آنیکی خبر تک نہ تھی اور
آئے تو سر ہی پر آ گئے۔ دوسری وجہ یہ کہ کوفیون کا قبضہ ایسے مقام پر ہو گیا جہان
طرف ثانی کا قابو نہین چل سکتا تھا۔ مگر اب کیا ہو سکتا ہے؟ ابن زیاد نے

دیکھا کہ اب بجز جنگ کرنے کے کوئی علاج نہیں ہے تو چار ناچار اوس نے فوج کو ترتیب دی اور ابراہیم کی صف کے سامنے صف آرائی کی ۔ ابراہیم بن اشتر ایک عربی گھوڑے پر سوار ہین اور اپنی فوج کے سامنے کھڑے ہو کر بآواز کہتے ہین ۔ "اے جان نثاران اہل بیت رسول ! تم خوب جانتے ہو کہ ابن زیاد اس لشکر مین ہے ۔ کون ابن زیاد ؟ وہی ابن زیاد ۔ جس نے حسین پر اور اون کے ساتھ والون پر اسی نہر فرات کو (اونگلی سے بتا کر جو سامنے بہ رہی تھی) بند کر دیا اور تین روز پیاسا رکھا ۔ وہی ابن زیاد ۔ جس نے حسین کو باوجود بہت سی فہمایش کے اون کے وطن کو جانے نہین دیا ۔ یہان تک کہ اون کو اور اون کے اہل بیت کو قتل کروایا ۔ وہی ابن زیاد ۔ جس نے پیغمبر کے نواسے پر ایسا ظلم کیا جو فرعون نے بھی بنی اسرائیل پر نہین کیا تھا ۔ اوس کو خدا نے آج تمہارے بس مین کر دیا ہے ۔ اب تم پر فرض ہے کہ تیر سے ۔ سنان سے ۔ شمشیر سے جس سے بن پڑے اوس کو مار ڈالو ۔ اور اپنے دل کی تسکین کر لو ۔"

اتنا کہہ کر اپنے علم کے نزدیک آ گئے اور جنگ شروع ہو گئی ۔ سپاہیون کی ہل چل اور جنگی باجون کی آواز سے وہ پہاڑ گونج اوٹھا ۔ طرفین کے لوگ تلوار اور برچھیان تول تول کر ایک ایک کے مقابلہ پر آ گئے ۔ لوگ قتل ہونے لگے ۔ حصین بن نمیر نے اپنا میمنہ کوفیون کے میسرہ پر ڈال دیا ۔ کوفیون کے میسرہ پر علی بن مالک جو افسر تھا مارا گیا ۔ اوس کی جگہ پر اوس کا بیٹا محمد بن علی علم لیکر کھڑا ہوا تو وہ بھی مارا گیا ۔ اس واقعہ نے کوفیون کے

پانون اوکھاڑ دیے اور وہ پراگندہ گئے ۔ ابراہیم بن مالک اشتر نے جو یہ ابتری دیکھی تو ندا کی کہ اے گروہ خدا! مین ابن اشتر ہون ۔ ذرا پہچانو اور میری طرف آو! تم کچھ خوف و ہراس کو اپنے دل مین جگہ نہ دو"

پھر اونھون نے اپنی فوج کی تشفی کے لیے سر سے خود کو اوتار کر لوگون کو اپنا چہرہ دکھایا ۔ کوفی ابراہیم کی آواز سنکر اور اون کا چہرہ دیکھ کر فراہم ہو گئے ۔ اون کے دل مین دشمن کا خوف جو گھس گیا تھا وہ نکل گیا ۔ ابراہیم نے حکم دیا کہ اب تم اپنا میمنہ شامیون کے میسرہ پر ڈال دو ۔ اور خود ابراہیم نے بھی اون کے ساتھ شریک ہو کر اسقدر جوانمردی دکھائی کہ اگر اون کے والد بزرگوار زندہ ہوتے تو وہ بھی آفرین کہتے ٭ سیکڑون آدمی ان کے ہاتھ سے مارے گئے ۔ اور کوفیون نے ان کا اچھا ساتھ دیا ۔ اس دار و گیر مین ابراہیم کی نظر ایک شخص پر پڑی جو شہ فرات پر کھڑا جنگ کا تماشا دیکھ رہا تھا ۔ سر پر ریشمی شملہ ہے اور بدن مین بیش قیمتی بکتر ہے ۔ ابراہیم کو خیال ہوا کہ یہ کوئی معزز شخص ہے اس کو مار لینا چاہیے ۔ لپک کر پھرتی کے ساتھ اوس پر تلوار کا ایک ایسا وار کیا کہ وہ کمر سے دو ہو کر زمین پر گر پڑا ۔ ابراہیم نے وہان سے پلٹ کر اپنے لوگون کو کہا کہ مین نے

٭ ابراہیم کے والد بزرگوار مالک اشتر صحابی رسول تھا تھے ۔ یہ بزرگ صفین کے جنگ مین جناب علی مرتضے کے ساتھ تھے ۔ ان کے ہاتھ سے اوس جنگ مین ایک ہزار سپاہی طرف ثانی کے قتل ہوئے ۔ انکی بہادری ضرب المثل تھی ۔

دشمن کے ایک آدمی کو جو لب نہر علقمہ کے نزدیک کھڑا تھا اور اوس کے کپڑون سے مشک کی بو آتی تھی اور سواری مین گھوڑا بھی بہت اچھا تھا۔ تلوار سے دو ٹکڑے کر ڈالا ہے۔ میرا گمان غالب ہے کہ یہی ابن زیاد ہوگا۔ تم جاکر دیکھو کہ وہ ہی ہے یا کوئی اور ہے۔

کوفیون نے جاکر دیکھا تو ابن زیاد ہی تھا جو مرا پڑا تھا۔ دونون پانون ایک طرف اور دونون ہاتھ ایک طرف کٹے پڑے تھے۔ وہ بڑی خوشی سے اوس کا سر کاٹ کر ابراہیم کے سامنے لائے۔ ابراہیم نے خدا کا شکر کرکے حکم دیا کہ اب دوسرے سرکشون کے سر بھی اوتار لو۔

ابن زیاد کے قتل ہونے سے کوفیون کے دل شیر ہوگئے۔ ایک ہی حملہ مین حصین ابن نمیر اور شرجیل بن ذی الکلاع دونون افسرون کو بھی مار لیا۔ اس حملہ مین شامیون کی فوج کا ایک بڑا حصہ تہ تیغ ہوا۔ اور بہت سے لوگ نہر فرات مین ڈوب کر مر گئے۔ اور کچھ لوگ سراسیمہ و ابتر حالت سے ادہر اوہر روپوش ہوگئے۔ کھیت ابراہیم کے ہاتھ رہا۔

یہ معرکہ دسوین محرم ۶۷ھ ہجری مین واقع ہوا۔ ابراہیم نے ابن زیاد کے سر کے ساتھ دوسرے نامور سردارون کے بھی سر کاٹ کر کوفہ کو مختار کے پاس بھیجدیئے۔

ابراہیم کی اس کارگزاری کا مختار بہت ممنون ہوا اور حکم دیا کہ جس جگہ حسین کا سر لٹکایا گیا تھا وہان ان سرون کو لٹکا دو۔

کوفہ مین جتنے محبان اہل بیت تھے بہت خوش ہوئے۔ مختار کو

اور ابراہیم کو دعا دینے لگے ۔ مگر جو لوگ ابن زیاد کے طرفدار تھے اونکو ابن زیاد کا قتل ہونا سخت ناگوار گزرا ۔ مختار کی حکومت اون کے لیے بلائے جان ہوگئی وہ لوگ آپس مین اتفاق کرکے عذر کرنے پر آمادہ ہوئے ۔ مختار کو اون کے اس فاسد خیال پر غصہ آیا ۔ اوس نے ابراہیم بن اشتر کو بلا کر کہا ۔ "تم نے جس طرح شامیون کی سرکوبی کی ہے ویسے ہی اب کوفیون کی خبر لینی چاہیے ان لوگون کی سرکشی حد سے تجاوز کر گئی ہے ۔ حسین کے قتل پر یہ لوگ جتنے خوش ہوئے تھے اوس سے زیادہ ابن زیاد کے قتل پر ناخوش ہوئے ہین ان کی نیت بلوہ کرنے کی ہے ۔ بہتر یہی ہے کہ ایسے لوگ نیست و نابود کر دیئے جائین تاکہ دشمن اہل بیت روئے زمین پر باقی نرہے"۔

ابراہیم نے مختار کی رائے سے اتفاق کیا ۔ اور شہر مین منادی کر دی گئی کہ جو محب اہل بیت ہے وہ علیحدہ ہو جائے ۔ باقی لوگون کے ساتھ اونکی تلوار ہے اور ہم ہین ۔

طرفداران ابن زیاد تو اس بات کے خواہان تھے ہی ۔ جھٹ پٹ مقابلہ پر آگئے ۔ اون کو یہ خیال تھا کہ جو کام ہم سے ہوگا وہ مختار سے نہوگا ۔ مگر اون کا یہ خیال غلط تھا ۔ آج مختار حاکم ہے اور ابراہیم بن اشتر سپہ سالار ہے بھلا! ان کے سامنے ابن زیاد کا کچھ زور چل ہی نسکا ۔ پھر بیچارے مشت استخوان کیا کر سکتے ہین ۔ غرض آپس مین تلوار چلنے لگی ۔ اور چلی بھی خوب چلی ۔ آخر ابراہیم نے اون کو پسپا کر دیا ۔ بہت سے سرغنے تو قتل ہوئے اور باقی بھاگ گئے ۔ ان بھاگنے والون مین پانسو آدمی گرفتار بھی ہوئے ۔

ان کی نسبت مختار کا حکم صادر ہوا کہ دیکھو جو شخص حسین سے لڑنے کو عمر بن سعد کے ساتھ گیا ہو اوس کو تو قتل کر ڈالو۔ اور باقی لوگوں کو چھوڑ دو۔

بعد دریافت کے دو سو چالیس آدمی قتل کیے گئے جو عمر بن سعد کے ہمرکاب تھے۔ مختار نے کوفہ میں پھر ایک منادی کرائی کہ کوفہ میں جو لوگ حسین کے قاتل ہوں اون کا خون حلال ہے جس کا جی چاہے اون کو قتل کر ڈالے۔

اس منادی کے سنتے ہی شرکائے قتل حسین کوفہ سے بھاگ گئے۔ اون میں شمر ذی الجوشن بھی تھا جو بھاگ کر ایک گانوں میں چھپ گیا تھا اور وہاں سے مصعب بن زبیر کے نام ایک خط لکھ کر کسی شخص کے ہاتھ بصرہ بھیجا تھا۔ چونکہ شمر ایک مشہور آدمی اور سب سے زیادہ دشمن اہل بیت تھا مختار نے اوس کی تلاش کے لیے جاسوس مقرر کیے تھے۔ اون میں سے ایک جاسوس نے اوس نامہ بر کو پکڑ کر شمر کی جائے سکونت دریافت کی۔ اور مختار کے حکم سے کچھ لوگوں نے جا کر اوس گانوں کو گھیر لیا۔ شمر گھبرا کر باہر نکل آیا۔ مختار کے لوگوں نے پکڑ کر اوس کا سر کاٹ لیا۔ مالک بن بشیر بھی گرفتار ہوا اور مختار کے سامنے لایا گیا تو مختار نے کہا "تو وہی ہے جس نے حسین کا لباس اوتار لیا تھا۔ اچھا! اس کے دونوں ہاتھ اور پاؤں کاٹ ڈالو۔" اوس کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے گئے وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ عبداللہ بن اسید جہنی کو بھی سخت عذاب دیکر قتل کرایا۔ خولی بن یزید کے مکان میں لوگ گھس کر اوس کی تلاش کرنے لگے تو وہ تہ خانہ میں چھپ گیا۔ اوس کی عورت سے پوچھا کہ تیرا شوہر کہاں ہے تو اس نے کہا مجھے

معلوم نہین ۔ مگر جب سے کہ وہ امام حسین کا سر لایا تھا اوس کی عورت اوس کو لعنت و ملامت کرتی اور اوس سے سخت نفرت رکھتی تھی ۔ اونگلی کے اشارہ سے بتادیا کہ تہ خانہ مین ہے ۔ لوگون نے وہان جاکر اوس کو پکڑ لیا اور مختار کے روبرو حاضر کردیا ۔ مختار نے کہا کہ اس کو ذبح کرو اور جسم آگ مین جلادو ۔ حکیم بن طفیل کو گرفتار کرنے کا حکم ہوا تو اوس کے قرابت دار عدی بن حاتم کے پاس دوڑ گئے تاکہ عدی مختار سے اوس کی شفاعت کرے ۔ چونکہ لوگون کو علی عباس کا قتل اوس کے ہاتھ سے ہونیکے باعث اوس سے سخت عداوت تھی ۔ عدی کے واپس آنے تک اوس کو قتل [illegible] اوسکے گھر پر جوان پہونچے ۔ اوس نے عبداللہ بن مسلم کو قتل کیا تھا ۔ زید تلوار لیکر نکلا تو جوانون نے اوس کو سنگسار کرکے زمین پر گرادیا اور ابھی اوس مین جان باقی تھی کہ آگ مین جلادیا ۔ سنان بن انس اور محمد بن اشعث کی تلاش کیگئی تو معلوم ہوا کہ یہ دونون بھاگ کر بصرہ چلے گئے ہین ۔ مختار نے حکم دیا کہ انکے گھر توڑ کر ہل چلایا جائے ۔ اسی طرح جو لوگ بھاگ گئے تھے اون سب کے گھر مسمار کردیے گئے ۔ اب رہا عمر بن سعد جو ابن زیاد کی طرف سے سپہ سالار فوج کربلا ہوا تھا اوس کے قتل کا حکم ہوا تو وہ گھر گھر چھپنے لگا ۔ جب یہ خبر مختار کو پہونچی تو کہا "عمر کی گردن مین حسین کے خون کی زنجیر ہے کہان جاسکتا ہے ۔ اگر آسمان پر بھی پہونچ جائیگا تو وہ زنجیر اوس کو کھینچ لائیگی" ۔ آخر پتا لگا ۔ اوس نے وہان سے بھی بھاگنا چاہا مگر دامن پانون مین اولجھا اور گر پڑا اور ابو عمرہ نے اوس کا سر کاٹ کر مختار کے روبرو حاضر کیا ۔ اوس وقت مختار کے دربار مین عمر بن سعد کا بیٹا حفص بیٹھا تھا ۔ مختار نے اوس سے پوچھا ۔ تو جانتا ہے کہ یہ سر کس کا ہے؟

اوس نے کہا ۔ "ہان جانتا ہون کہ یہ سر میرے باپ کا ہے ۔ اب مجھے زندگی تلخ معلوم ہوتی ہے" ۔ مختار نے کہا ۔ "سچ کہتا ہے" ۔ اور حکم کیا کہ اس کا سر بھی کاٹ لو ۔ ایک حسین کے بدلہ مین اور ایک علی اکبر کے بدلہ مین ۔ اسکے بعد حکم کیا کہ یہ دونون سر اور نیز دوسرے سرکشون کے سر مدینہ کو محمد بن حنیفہ کے پاس لے جاؤ اور کہو کہ خدا نے مجھے جو قوت دی ہے وہ صرف اسی لیے دی ہے کہ اہل بیت کے دشمنون کو صفحہ ہستی سے مٹا دون ۔ اب تک مین نے تمہارے بہت سے دشمنون کو قتل کیا ہے اور پھر بھی تلاش جاری ہے جسنے حسین کا قاتل جہان ملیگا اوس کو قتل کرون گا ۔ اگر مین سو مین پچھتر قریش کو قتل کر ڈالون تو سمجھون گا کہ حسین کی ایک انگلی کا بدلا بھی نہین ہوا ۔

قطعۂ تاریخ از امیر الشعرا جناب سید امیر اللہ صاحب امیر صدر عالی شیخوپورہ ذکر

این چہ نادر نسخہ سالک مرحوم بود
نزد ارباب درد و دار راستہ و واقعات کربلا
سبب مغفرت گردد واقعی سال فوت آن امیر
بادل پر درد و گفت او ارواحات کربلا

۱۳۰۹ھ

دل پر درد وارواحات کربلا
۴۴۴ + ۸۶۵ = ۱۳۰۹ ہجری